کلمات الشعرا

یعنی

تذکرۂ سرخوش

دلاوری

کلمات الشعرا

مشتمل بر ذکر شعرای عصر جہانگیر تا عہدِ عالمگیر

تالیف

محمد افضل سرخوش

بتصحیح

صادق علی دلاوری ایم اے ایلفرڈ پٹیالہ ریسرچ سکالر پنجاب یونیورسٹی لاہور

صادق علی دلاوری ایم اے ایلفرڈ پٹیالہ ریسرچ سکالر پنجاب یونیورسٹی لاہور

جسے

شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری گیٹ لاہور

نے

دین محمدی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام

ملک محمد عارف خاں پرنٹر چھپوایا

تعارف

از

جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم ۔ اے پی ایچ ڈی پروفیسر پنجاب یونیورسٹی ۔ لاہور

تذکرۂ کلمات الشعراء جس کی شاید یہ پہلی اڈیشن ہے فارسی کے مشہور تذکروں میں سے ہے، اس میں عہد جہانگیر سے لے کر عالمگیر کے زمانے تک کے فارسی شاعروں کے حالات لکھے گئے ہیں ۔ اس کا مصنف محمد افضل سرخوش عالمگیر کے عہد میں گزرا ہے اس لئے بہت سے ایسے شاعروں کا ذکر اُس نے کیا ہے جو اس کے معاصر تھے اور جن سے وُہ خود ملا ہے ۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ اِس تذکرے کی کتنی بڑی اہمیت ہے،

فارسی شعراء کے تذکرے بیشمار ہیں[1] لیکن ان میں سے جو اب تک طبع ہوئے ہیں ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے ۔ بالخصوص وُہ تذکرے جن میں ہندوستان کے فارسی شاعروں کے حالات ہیں اب تک شائع نہیں کئے گئے ۔ میرے نزدیک اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ فارسی شاعری سے ذوق رکھنے والوں میں کثیر تعداد اُن لوگوں کی ہے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ فارسی کے آخری بڑے شاعر مولانا جامیؒ تھے ۔ چونکہ ہندوستان میں فارسی کے عروج کا زمانہ اس سے متأخر ہے لہذا مورخین کی توجہ اس کی طرف مبذول نہیں ہوئی ۔ علاوہ اس کے چونکہ اہلِ ایران اور یورپ کے مستشرقین ہندوستان کی فارسی شاعری کو چنداں اہمیت نہیں دیتے اِس لئے علمی دُنیا میں اس کو نظرانداز کیا جا رہا ہے ۔ ہندوستان میں فارسی زبان کی جو خدمت گذشتہ سات سو سال میں ہوئی اس پر بحث کرنے کا یہ موقع

---

[1] رسالہ اورنٹیل کالج میگزین (بابت سال ۱۹۲۷ء تا ۱۹۳۲ء) میں تقریباً ایک سو چالیس فارسی تذکروں کی مفصل فہرست شائع ہوئی تھی ۔

نہیں ہے۔ ہم صرف اتنا کہیں گے کہ ایرانیوں کا تعصّب اور اہل یورپ کی بدمذاقی اس بے توجہی کے دو بڑے سبب ہیں،

ہندوستان کے فارسی مصنّفین کے کارناموں کو منظر عام پر لانا ہم ہندوستانیوں کا اپنا فرض ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے ملک میں علمی اور ادبی بیداری روز افزوں ہے۔ اور اس اہم فرض کی ادائیگی میں حصہ لینے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے،

مسٹر صادق علی دلاوری نے "تذکرۂ کلمات الشعراء کو شائع کر کے ایک بڑی علمی خدمت انجام دی ہے جس پر وہ ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔ یہ "تذکرہ ہندوستان میں ہمیشہ بہت مقبول رہا اور یہی وجہ ہے کہ اس کے نسخے ہر کتب خانے میں موجود ہیں۔ ایسی مقبول اور مفید کتاب کو شائع کرنا ازبس ضروری اور مستحسن تھا۔ مطبوعہ متن پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے پانچ قلمی نسخوں پر مبنی ہے۔ اگر موجودہ حالاتِ جنگ مانع نہ ہوتے تو بعض اور لائبریریوں کے نسخوں سے بھی ضرور استفادہ کیا جاتا اور شاید اس سے بہتر متن مرتب ہو سکتا۔ لیکن جو کچھ بھی ہو سکا اس کے مفید ہونے میں کوئی شبہ نہیں،

ہمیں جناب شیخ مبارک علی صاحب کا بھی ممنون ہونا چاہیئے کہ انہوں نے انتہائی فراخ حوصلگی سے کام لے کر اس کتاب کو ایسے وقت میں شائع کیا ہے جبکہ موجودہ عالمگیر جنگ کی بدولت کاغذ کی گرانی بلکہ نایابی کتابوں کی اشاعت کو تقریباً ناممکن بنا رہی ہے،

لاہور۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۴۲ء

محمد اقبال

محمد افضل سرخوش

(۱۰۵۰ھ میں بعہد شاہجہان کشمیر میں پیدا ہوئے۔ قوم کے مغل تھے۔ آپ کے جد امجد میر لعل بیگ بدخشاں کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام محمد زاہد تھا اور وہ عبداللہ خان زخمی شاہجہانی کی بارگاہ کے متوسلین میں سے تھے۔ محمد زاہد کے پانچ بیٹے تھے۔ جو عبداللہ خان کی وفات کے بعد سب کے سب شاہی خدام کے زمرہ میں منسلک ہوئے۔ سرخوش محمد زاہد کے دُوسرے بیٹے تھے۔ سرخوش اگرچہ کشمیر میں پیدا ہوئے لیکن ان کی تربیت علاقہ سرہند میں ہوئی۔ بچپن ہی میں شعر گوئی کا شوق تھا۔ ناصر علی سرہندی سے بھی بچپن ہی میں دوستی ہو گئی تھی چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ ناصر علی "از یاران قدیم بود و در خورد سالگی یکجا ہم مشق سخن میکردیم و صحبتہا میداشتیم"۔ شروع میں اپنے برادر بزرگ خیر الدین محمد المتخلص بہ عجزی کی صحبت میں مشق سخن کرتے رہے۔ ابتدائی عمر میں ہی آپ کے اشعار ارباب سخن کی توجہ اپنی طرف کھینچنے لگے۔ چنانچہ آٹھ نو سال کی عمر ہو گی کہ ایک روز بازار میں سے گذر رہے تھے۔ ایک خوبصورت خواجہ سرا کو دیکھا جس کے چاہ زنخدان کے اوپر ایک خال تھا۔ اُس کو دیکھ کر فی البدیہہ یہ مطلع کہا ؎

بر زنخدان تو خالِ سیہی افتاد است — ہمچو دلویست کہ بالای چہی افتادست

گھر پہنچ کر یہ مطلع برادر بزرگوار کو سُنایا وہ بہت خوش ہوئے۔ اس ہونہار بچے کو چھاتی سے لگایا پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور اُس روز سے ان کی اصلاح کی طرف زیادہ توجہ دینے لگے۔

گیارہ سال کی عمر میں کرانہ میں ایک حسین و جمیل رسن باز لڑکی کو دیکھ کر یہ رباعی کہی۔

آن دلبر بوالعجب کہ ماہ زیباست — بالائی علم چو گل بشاخ رعناست

نی نی غلطم کہ آفتاب محشر [illegible] — نیزہ بر آمد و قیامت برپاست

اِس رُباعی سے تمام میان دواب میں ایک غلغلہ بپا ہو گیا۔ اس سرزمین کے ارباب ذوق قاضی پیر محمد رہائی وغیرہ سرخوش کے والد کی خدمت میں آئے اور کہا کہ یہ بچہ کچھ دنوں میں آفتاب کی طرح چمکنے والا ہے

اس کے حال سے غافل نہ رہنا۔

تخلّص

سرخوش نے جب اپنے لئے تخلّص اختیار کیا تو سب سے پہلے ملّا جامی بیخود لاہوری کی خدمت میں اس کا اظہار کیا۔ اُنھوں نے بہت پسند کیا اور فاتحہ خیر پڑھکر اس کو مقرر کیا۔

مرزا محمد علی ماہر کی شاگردی

تھوڑے عرصہ کی مشق سے کلام میں اس قدر پختگی پیدا ہو گئی کہ اب ان کی اصلاح بھائی کے بس کا کام نہ رہا ملّا بیخود لاہوری ان کو مرزا محمد علی ماہر کی خدمت میں لیگئے۔ ان کی صحبت طبیعت سے اس قدر موافق نکلی کہ تمام عمر کا ساتھ ہو گیا۔ شعر کہتے انکی خدمت میں پیش کرتے اور اصلاح حاصل کرتے رہے۔ لطف یہ ہے کہ خود شاہ ماہر پر سرخوش کی قابلیت و مہارت کا یہ اثر تھا کہ آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ اس نوجوان کی شگفتگی طبع نے مجھے حیران کر رکھا ہے نت نئے معنی لیکر آتا ہے۔ یہ اُستاد شاگرد کا معاملہ بھی عجیب تھا۔ سرخوش کہتے ہیں کہ میں شاہ ماہر کا شاگرد ہوں۔ شاہ ماہر فرماتے ہیں کہ مجھ میں یہ لیاقت کہاں کہ سرخوش جیسے شاعر بیمثال کا اُستاد کہلا سکوں۔ اس سلسلے میں سرخوش نے کلمات الشعرا میں ایک حکایت بیان کی ہے پڑھئے اور دونوں کے خلوص کا اندازہ کیجئے۔ سرخوش لکھتے ہیں:-

"روزی بخانۂ میرزا قطب الدین مائل مجلس شعر خوانی گرم بود۔ حکیم صاحب و ملّا محمد سعید اشرف و غیاث الدین منصور فکرت باہم صحبت میداشتند۔ بفقیر تکلیف شعر خواندن کردند۔ این مطلع تازہ گفتہ بودم۔ خواندم ؎

کی توانم دید زاہد جام صہبا بشکند   میپرد رنگم حبابی گر بدریا بشکند

ہمہ صاحب سخنان زبان آفرین و تحسین کشودند و حکیم صاحب تا نصف شب این مطلع بر زبان داشت و میگفت سبحان اللہ در ہند مردی پیدا شود کہ چنین شعر میگوید۔ روز دیگر در خانۂ دانشمند خان بشاہ ماہر دوچار شد۔ گفت دیروز سرخوش شاگرد شما مارا محظوظ کرد۔ بسیار صاحب تلاش و خوش فکر است۔ بارک اللہ خوب تربیت کردہ اید۔ شاہ گفت او کی شاگرد من است۔ ما باہم یاریم پیش یکدیگر شعر میگذرانیم حکیم گفت او بجد میگفت کہ من شاگرد شاہ ماہرم۔ فرمود کہ از راہ بزرگ زادگی خود تواضعا میگفتہ باشد و الّا من کی لیاقت اُستادی او دارم۔ چون فقیر بخدمتش رفت۔ فرمود کہ چرا گفتید کہ من شاگرد ماہرم۔ این برائے شما خوب نیست و مرا خود فخر است کہ چون تو شاگرد داشتہ باشم۔ جمعی بلند فکر نیز ہستند کہ مرا و شعر مرا در نظر نمی آرند۔

شاگرد و مراد در چشم ایشان چہ قدر و منزلت خواہد بود۔ شعراشاگرد خدایند۔"
مرزا محمد علی ماہر کے علاوہ سرخوش خورد سالگی کے زمانہ میں کچھ دن منعم حکاک شیرازی کی خدمت میں بھی مشق سخن کرتے رہے۔ نیز میر معز موسوی خان کی صحبت سے بھی فیض حاصل کیا۔ بلکہ خان آرزو لکھتے ہیں کہ "ہر چند شاگرد محمد علی ماہر است اما استفادہ تمام در خدمت میر معز فطرت المخاطب بموسوی خان نمودہ" میر معز بھی سرخوش کی خداداد قابلیت سے بہت متاثر تھے۔ اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "در ہند سہ شاعر دیدم۔ غنی و ناصر علی و سرخوش"

ملازمت

شروع میں عبداللہ خان زخمی شاہجہانی کی سرکار میں بعض کارخانجات کی خدمات انجام دیتے رہے۔ خان مذکور کی وفات کے بعد شاہی ملازمت اختیار کی اور صاحب منصب ہوئے۔ اس منصب کی نوعیت معلوم نہیں۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ یہ منصب آپ کو نواب بخشی الممالک روح اللہ خان کی وساطت سے حاصل ہوا۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں :۔
"دران ایام کہ خدمت خان سامانی سرکار عالم مدار داشت فقیر در مدحش قصیدہ ...... فرستاد۔ نواب خوشوقت شدہ برای فقیر خدمتیکہ دلخواہ بود تجویز فرمود۔ حاکم معزول پیغام داد کہ اگر بحال شوم دو ہزار روپیہ نذر میگذرانم۔ فرمود کہ حالا بسر خوش دادم۔ بیست و ہفت سال است کہ بسبب آنخدمت در دار الخلافہ باسودگی تمام بسر بردہ ہزاران بہم رساندہ و خوردہ۔"
۱۰۸۷ھ میں آپ کو حسن ابدال میں مشرفیٔ عدالت کا عہدہ تفویض ہوا جس کی تاریخ آپ نے "اشراف عدالت" بیان کی ہے۔

گوشہ نشینی

سرخوش کی طبیعت شروع سے ہی درویشانہ تھی اہل اللہ کی خدمت کا جذبہ آپ کو والدین کی طرف سے وراثت میں ملا تھا۔ رفتہ رفتہ طبیعت کا یہ میلان بڑھتا گیا اور آخر کار گوشہ نشینی اختیار کر کے خدمت درویشاں میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ لیکن ان کی گوشہ نشینی سے ترک دنیا مراد نہیں۔ بلکہ ان ایام میں بھی باقاعدہ اپنے فرائض منصبی بجا لاتے رہے۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں :۔

"یکچند درعالم جوانی درپی دولت و دُنیا و تلاش منصب وجاہ سرگردانی بسیار کشید۔ آخر بتوفیق اللہ در شاہجہان آباد گوشۂ عزلت اختیار نمودہ خدمت درویشانرا سرمایۂ سعادت دانست۔"

ایک نسخہ میں یہ الفاظ ملتے ہیں:۔

"آخر چون دید کہ سعی بجای نرسید بوسیلۂ خدمتی بعلوفۂ قلیل قناعت نمودہ در شاہجہان آباد پای در دامن عزلت کشید۔"

تصوّف وعرفان

سرخوش شاعری کے علاوہ عرفان کے میدان کے شہسوار بھی تھے۔ میر معز اور دیگر معاصرین آپ کی بزرگی کے قائل تھے۔ جب کبھی میر معز کے ہاں تشریف لیجاتے میر صاحب درس علوم عربی موقوف کر دیتے اور طلباء سے کہا کرتے تھے کہ کتابیں اُٹھالو اب ہم سرخوش سے شعر و علم تصوّف کے متعلق باتیں کریں گے۔ سرخوش نے کلمات الشعرا میں اپنی خلافت و سجادہ نشینی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

"فقیر تاریخ خلافت و سجادہ نشینی خود را بیان واقع بتعمیۂ لطیف درست کردہ در رُباعی بستہ۔

سرخوش چو رسید کار فقرش بکمال مرشد دادش خلافت از استقبال
روی طلب آورد جہانی بہ نیاز تاریخ شدہ خلیفۂ شاہِ جلال"

کارِ خیر

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ سرخوش آسودگی و خوشحالی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ مال و زر کی کمی نہ تھی۔ اپنی رہائش کے لئے دو حویلیاں حوض و فوّارہ وغیرہ بنوائے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ طبیعت میں فیاضی کا مادہ کثرت سے تھا۔ کارِ خیر میں فراخدلی کے ساتھ حصّہ لیتے تھے۔ چنانچہ ایک مسجد کا ذکر کلمات الشعرا میں کرتے ہیں۔ جو انہوں نے اپنے مکان کے سامنے تعمیر کرائی اور جس کی تاریخ مندرجہ ذیل رُباعی میں بیان کی:۔

چون گشت ز فضل ایزد عزّ و جل آراستہ این مسجد پر زیب و حلل
اندیشہ ز طبع سال اتمامش خواست دل گفت کہ مسجد محمد افضل

۱۱۱۰ھ

شکایت زمانہ

باوجود بزرگ زادگی وقناعت پیشگی سرخوش امرائے عہد کی ممسک مزاجی کے شاکی ہیں۔ فرماتے ہیں -

"حق تعالیٰ ما را در زمانہ انداختہ کہ ہر چند زمین را باسمان دوختم روی ولی بلکہ توجہی ہم از کسی ندیدم تا بہ صلہ چہ رسد ؎

بران گروہ بہ باید گریست کز پس ما حکایت کرم روزگار ما گویند"

کلمات الشعرا میں اس قسم کی متعدد مثالیں ملتی ہیں جہاں سرخوش نے اپنے ممدوحین سے شاعرانہ حسن طلب کے ذریعہ عنایت وکرم کی درخواست کی اور جب کچھ نہ ملا تو ہجو لکھ کر دل کا بخار نکالا۔ یہاں صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

"یکی از صاحب ہمتان زمانہ ما بخشی الممالک ہمت خان بود۔ فقیر مدتی خدمت او کردہ ساقی نامہ وتعریف خسخانہ بنام وی گفت۔ دران مثنویہا داد معنی دادہ تلاشہا کردہ۔ این دو بیت از خسخانہ است ؎

سر انگشتش بجود از یک اشارت دہد سرمایۂ دریا بغارت

بدر کی ہمتش دستی رساند کہ آب بستہ را ناپاک داند

یک روز مہربان شدہ فرمود کہ چوبداری رفتہ خانۂ سرخوش دیدہ بیاید۔ رو بمن کردہ گفت یکدست خلعت ویک راس اسپ برائے شما علیحدہ کردہ ام۔ چون محقر لیست بخانۂ شما میفرستم۔ دیگر بر در تغافل زد۔ چند روز فقیر از خانہ برنیامد کہ مبادا عطیۂ ایشان بیارند و مرا در خانہ نیابند۔ انتظارہا کشید آخر معلوم شد کہ قول آن ترک بکار برد ند کہ شاعری در مدحش قصیدۂ گفتہ آورد در مجلس برخواند ترک شنیدہ محظوظ شد و گفت فردا بیا چند من غلہ بتو میدہا ہم۔ شاعر دم صبح باربردار وجوال وریسمان بر در خانہ اش برد۔ ترک از خواب بیدار غ برخاستہ بیرون آمد شاعر گفت بموجب فرمودہ باربردار وغیرہ لوازم برای بردن غلہ آوردہ ام۔ امیدوار عنایتم۔ گفت عجب مرد ابلہ بودہ تو دیروز حرفی گفتی مرا خوش آمد۔ من نیز حرفی گفتم ترا خوش آمد۔ باربردار وجوال وریسمان چہ دخل دارد۔

فقیر نیز بیک رُباعی رسوای عالمش ساخت۔

ای پنجۂ تو زدامن ہمت دور   بر دولت بی فیض دماغت مغرور
بی ہمتی و نام تو ہمت خان است   برعکس نہند نام زنگی کافور"

اولاد

سرخوش نے کلمات الشعرا میں صرف ایک لڑکے کا ذکر کیا ہے۔ جس کی پیدائش کی تاریخ "اکملِ محمد افضل" بیان کی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فرزند ۱۰۹۴ھ میں پیدا ہوا اور اس کا نام غالباً محمد اکمل ہوگا۔ خان آرزو نے بھی سرخوش کے ایک بیٹے کا ذکر کیا ہے جس کا نام فضل اللہ بتلاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ

"بعد از و شعر میگفت و ہنر تخلص مینمود و در عین شباب جہان گذران را وداع نمود۔"

گلِ رعنا کے مصنف نے فضل اللہ کا تخلص خوشتر لکھا ہے۔ اور اس کو پسر میانہ بیان کیا ہے۔

شاگردان

(سرخوش کے شاگردوں میں سے زیادہ شہرت سفینۂ خوشگو کے مصنف بندرابن داس خوشگو نے حاصل کی جو خود اپنے بیان کے مطابق چودہ سال کی عمر میں ان کے شاگرد ہوئے۔ ان کا تخلص خوشگو بھی سرخوش کا مقرر کردہ ہے۔ (یہی خوشگو بعد میں خان آرزو کے شاگرد ہوئے) ان کے علاوہ جن شاگردوں کا ذکر کلمات الشعرا میں درج ہوا اُن کے اسما یہ ہیں:۔

حافظ محمد جمال تلاش۔
بیغم بیراگی (یہ بھی ہندو تھے)
شیخ سعد اللہ گلشن
عبدالرحیم لمگو کشمیری و حکم چند ندرت

وفات

سرخوش نے ۷۶ سال کی عمر میں محمد فرخ سیر بادشاہ کے عہد میں ۱۱۲۶ھ میں دہلی میں وفات پائی اور متصل قدم رسول مدفون ہوئے۔ لالہ سکھراج سبقت نے "افضل وہو" سے اور حکم چند ندرت نے "زجہاں رفت آہ عارف پاک"

سے تاریخ وفات نکالی۔ آخری عمر میں ضعف بصارت کی وجہ سے لکھنے پڑھنے کا کام موقوف ہو چکا تھا۔ اور آپ بالکل خانہ نشین ہو گئے تھے۔ خان آرزو نے اوائل عہد فرخ سیر یعنی سرخوش کی وفات سے دو تین سال قبل ان سے ملاقات کی اس ملاقات کے تاثرات خان آرزو نے اس طرح بیان کئے ہیں۔

"سرخوش از شعرائی قرار دادۂ ہندوستان است۔ نسخۂ کلمات الشعر التصنیف نمودہ۔ خیلی معنی یاب و انصاف گزین بود فقیر آرزو در اوائل سلطنت محمد فرخ سیر بادشاہ شہید در خدمت او رسیار و چون از حلیہ بصارت در آنوقت مردم چشمش عاری شدہ بود۔ دیوان خود را بفضل اللہ نام پسر خود کہ بعد از و شعر میگفت و ہنر تخلص می نمود و در عین شباب جہان گذران را وداع نمود۔ داد کہ پیش فقیر بخواند۔ فقیر گفتم میرزا صاحب نور چشم این معنی دارد۔ باری بعد از فراغ خواندن باین عاجز تکلیف شعر فرمود۔ من جوان بودم از راہِ ادب عذر ہمراہ نداشتن سفینہ آوردم۔ آنمرد بزرگ بجد شد ناچار این بیت خواندم ؎

افتادگیست مایۂ نشو و نمائی من
نخلم چو گرد باد ز خاک آب میخورد

واین رُباعی نعت۔

امّی لقبی کہ ہست دارائی سخن — از عجز کلیم شد بوصفش الکن
از بسکہ جہان کرد از و کسب علوم — گردید سواد سایہ اش ہم روشن

بمجرد شنیدن سر مرا در کنار گرفت و بر پیشانی بوسہ داد و فرمود کہ تا حال فکر ہیچ نوجوانی باین پایہ ندیدہ ام۔ بہرحال خدا ایش بیامرزاد۔ انصافی کہ در مزاج آن عزیز بزرگ دیارہ شار کم بنظر آمادہ۔ در طبع مرزا بیدل خود عشر عشیر آن نبود۔ شعرش بایران رسیدہ و نصر آبادی داخل تذکرہ نمودہ۔ ہر چند شاگرد محمد علی ماہر است اما استفادۂ تمام در خدمت میر معز فطرت المخاطب بموسویخان نمودہ و کفی بہ شرفا با میرزا عبد القادر بیدل معاصر و ہمطرح بود در رُباعیات او خیلی معانی تازہ دارد و بسیار عارفانہ گفتہ۔ سال سیوم یا چہارم محمد فرخ سیر بادشاہ از جہان رفتہ۔ رحمۃ اللہ علیہ مطلع غزل سر دیوان او اینست و بسیار خوب و با دا گفتہ ؎

بہم ناید چو گل از خندۂ شادی دہان ما
چہ خوش نامی بر آمد اللہ اللہ از زبانِ ما"

منصف مزاجی

خان آرزو نے سرخوش کے انصاف کی بہت تعریف کی ہے۔ یہاں پر ایک مثال بیان کیجاتی ہے جس سے آپ کی منصف مزاجی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کلمات الشعرا میں میر معز کے ذکر میں لکھتے ہیں۔

"در حسن ابدال غلغلہ این مطلع در شعرای پای تخت انداخت ؎

میر معز — ہیچکس آگہ ز شرح اشتیاق ما نشد — نامۂ ما چون زبان لال ہرگز وا نشد
سرخوش — ہیچ دل از زینتِ دنیا نشاط افزا نشد — عقدۂ کار کس از دندان گوہر وا نشد

اکثر شعرای اردوی معلی امثل شیخ عبدالعزیز عزت تخلص و میر محمد زمان راسخ وغیرہ بجد میگفتند کہ تو بہ از میر گفتہ من گفتم کہ میر بہ از من گفتہ۔ فکرہا میکردند و غورہا می نمودند کہ آیا بچہ سبب مطلع میر بہ از مطلع اینست۔ میر ہم شنید ہیچ در نیافت بعضی میگفتند کہ چون دم از شاگردی میر میزند تواضعاً میگوید۔ آخر ہمہ گفتند کہ ما در نمی یابیم باری خود بیان کن۔ گفتم کہ تشبیہ میر کہ نامۂ پیچیدہ را بزبان لال دادہ تازہ است واز من متعارف ہزار کس گوہر را بدندان و دندان را بگوہر تشبیہ دادہ۔ میر بسیار محظوظ شد و یاران نیز قبول کردند و گفتند زہی طبع منصف"۔

تصنیفات

بندرابن داس خوشگو اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ سرخوش کی کلیات قریباً پنتالیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ اور ان کی دیگر تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں:۔

(نظم) مثنوی نورُ علی نوُر۔ جو انہوں نے مولانا روم کی مثنوی کے تتبع میں لکھی۔
(مطلع:۔ شیشہ از قلقل حکایت می کند ——— غمزۂ ساقی روایت می کند)

مثنوی حسُن و عشق مشتمل بر قصہ مسمی ویُنوں

ساقی نامہ

مثنوی قضا و قدر

مثنوی دربعض خصوصیات ہندوستان

جنگ نامہ محمد اعظم شاہ

(نثر) جوش وخروش

کلمات الشعرا

دیباچۂ دیوان

(دیوان میر معز و ناصر علی سرہندی کی تدوین بھی سرخوش نے کی)

ان کے علاوہ خود سرخوش نے کلمات الشعرا میں اپنی مزید ۲ تصنیفات کا ذکر کیا ہے۔

(۱) مثنوی در تعریف خسخانہ۔

(۲) رسالہ روائح کہ در تتبع لوائح مولوی جامی نوشتہ۔

(گل رعنا کے مصنف کا بیان ہے کہ سرخوش کے دو دیوان تھے شعر قدیم و شعر جدید جن میں قصائد غزلیات، رباعیات اور متفرق نظمیں تھیں۔ لیکن یہ تصنیفات سرخوش کے فرزندوں کی بے احتیاطی کی وجہ سے تلف ہو چکی ہیں۔)

جملہ تصنیفات میں سے صرف تذکرۂ کلمات الشعرا ہے جو دستبرد زمانہ سے بچ کر آج ہمیں سرخوش سے روشناس کراتا ہے۔ باقی تصنیفات کے اتلاف کا باعث خواہ وہ ہو جو گل رعنا میں درج ہے یا کچھ اور یہ حقیقت ہے کہ ان کا وجود صفحۂ ہستی سے ناپید ہو چکا ہے۔ (دیوان کے متعلق سرو آزاد کے ایڈیٹر نے حاشیہ پر لکھا ہے کہ کلکتہ میں طبع ہوا۔ لیکن باوجود سعی بسیار اس بات کی تصدیق نہ ہو سکی[۱])

خصوصیات کلام

اب ہمارے پیش نظر سرخوش کے کلام کا صرف وہ حصہ رہ جاتا ہے جو مختلف تذکروں میں درج ہے (یہ صرف معدودے چند اشعار ہیں) یا خود کلمات الشعرا میں جو کچھ درج ہے۔ اس قلیل مواد پر سرخوش کے کلام پر قطعی رائے قائم کرنا دشوار بھی ہے اور نامناسب بھی۔

[۱] غالباً سرو آزاد کے ایڈیٹر نے مرزا یحییٰ خان سرخوش کا دیوان دیکھا ہے جو ۱۹۰۶ء میں حبل المتین پریس کلکتہ میں طبع ہوا تھا یہ سرخوش مظفرالدین شاہ قاچار کے عہد کا ایرانی شاعر ہے۔

تاہم معاصرین اور قریب الوقت تذکرہ نگاروں کے الفاظ کی روشنی میں سرخوش کے باقی ماندہ کلام سے جو کچھ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ سپردِ قلم کیا جاتا ہے۔

پختگی۔ برجستگی وجدت طرازی سرخوش کے کلام کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ قدما کی طرز سے رغبت نہ رکھتے تھے طبیعت کا میلان تلاش معانی کی طرف زیادہ تھا۔ میر معز اور میرزا محمد علی ماہر اکثر ان کی تلاش کی داد دیا کرتے تھے ان دونوں بزرگوں کے علاوہ میرزا بیدل اور ناصر علی سرہندی سے اکثر طرحی مشاعرات ہوتے رہتے تھے جن میں تمام معاصرین سرخوش کی غزلوں کو بہت سراہا کرتے تھے۔ ان کا کلام زیادہ تر عارفانہ ہوتا تھا۔ بدیہہ گوئی میں ان کو خاص مہارت حاصل تھی۔ خود سرخوش کو اس بات کا احساس تھا کہ معاصر شعرا میں ان کا کوئی عدیل نہیں۔ اس احساس کا اظہار خود کلمات الشعرا میں اس طرح کرتے ہیں۔

"شبی فقیر در خواب می بیند۔ کہ مردِ بزرگ عصا در دست گرفتہ ایستادہ است۔ مرزا خلیل مذکور (یہ سرخوش کے ہمعصر تھے۔ ان کا ذکر کلمات الشعرا میں درج ہے) فقیر را ملازمت ایشان میکناند و میگوید حضرت سلامت سرخوش است شاعر۔ من از میرزا میپرسم کہ این کدام بزرگی است۔ میگوید حضرت مرتضیٰ علی ولی انار کرم اللہ وجہہ۔ من دو بارہ سر در قدم مبارکش گذاشتم۔ دست بر پشت من زدہ مرا بر داشتہ فرمودند کہ سرخوش ہمچو تو شاعری در عہد تو کس نخواہد بود و فقیر مدتی در تردد بود کہ قول شاہ ولایت چنین است حال آنکہ ہمچو من در عصر من اکثر اعزہ ہستند۔ مرزا محمد کہکر کہ از اہل اللہ بود گفت کہ تو ہم شاعر و ہم عارف صاحب دو صفت کمالی بیت

قرنہا باید کہ تا یک کودکی از راہ عقل عارف کامل بود یا شاعر شیرین سخن

مرزا بیدل گفت شاعری عبارت از معنی تازہ یا بیست ہمچو تو صاحب تلاش در عہد تو نیست۔"

تاریخ گوئی

سرخوش کو تاریخ گوئی میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ راسخ۔ ملا مفید بلخی۔ صائب۔ ناصر علی سرہندی۔ محمد علی ماہر۔ میر معز وغیرہ بہت سے اعزہ کی تاریخ وفات نہایت لطیف پیرایہ میں بیان کی۔ یہ سب اور ان کے علاوہ بہت سی تاریخیں کلمات الشعرا میں درج ہیں۔

ہجو

ہجو گوئی کی ایک مثال اوپر درج ہو چکی ہے۔ یہاں ہجو کے متعلق سرخوش کا عقیدہ درج کیا جاتا ہے:
"اگرچہ ہجو گفتن شعار نیست و زبانرا بمذمت این ناکسان آلودن عار می داند و مقرر شعرا است که قابل مدح را قابل ہجو نیز میدانند۔ و دولتمندان این زمانہ نہ قابل مدح اند و نہ قابل ہجو امّا بہر حال ہجو شان لازم است ؎

جز ہجا کلک سزاوار نیست | مار کہ زہرش نبود مار نیست
گاو یست زمین گرفتہ بر شاخ | بر پوزش عقرب ی نمایان
ہیچد بسرش چو باد نخوت | نیشی زندش بامر یزدان
آن گاو بہ پیش اہل دانش | صاحب دولت بود بدوران
اینہم ز غرور حشمت و جاہ | برتابد چونکہ سر ز فرمان
بر پوزش ہست نیز لازم | نیش ہجوی ز نکتہ سنجان

خودستائی

اگرچہ نقاد نگاہوں کو سرخوش کی تحریر میں جابجا خودستائی کی جھلک نظر آئیگی۔ لیکن اس کے لئے سرخوش کو مطعون کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ تنقید کرتے وقت مبحث کے ماحول اور رواج زمانہ کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔ سرخوش بد قسمتی سے ایسے زمانہ میں ہوئے جب کہ ہندوستان میں شعر و شاعری ارباب دولت کی سرد مہری کا شکار ہو چکی تھی۔ بادشاہ کا زہد خشک شاعروں کی تر دامنی کا متحمل نہ تھا۔ اور بمصداق الناس علیٰ دین ملوکھم۔ امرائے عہد اپنے بادشاہ کی روش کی پیروی کرتے ہوئے شاعروں کی قدر افزائی تو درکنار ان کے پرسان حال بھی نہ ہوتے تھے۔ اندریں حالات اگر سرخوش کو اپنے مرتبۂ شاعری کا اظہار کرنے کے لئے دو چار کلمات کہنے پڑے تو اس کے لئے اُنہیں مطعون کرنیکے بجائے ہمیں ان کا ممنون ہونا چاہئے۔

کلمات الشعرا

سبب تالیف

کلمات الشعرا کا سبب تالیف خود سرخوش نے وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:-

"پوشیدہ نماند عزیزانی کہ بیشتر بتالیف و ترتیب تذکرۂ شعرا پرداختہ اند ابتدا از احوال واشعار حکیم رودکی کردہ تا بسخنوران عہد خویش رسانندہ اند۔ اکثر تواریخ و تذکرہ تا زمان عرش آشیان اکبر بادشاہ رقمی گشتہ در ہر تاریخ احوال ایشان مسطور است و در ہر تذکرہ ذکر ہمین ہا مرقوم۔ بخاطر فاتر گذشت کہ از روی نوشتہ یکدیگر سواد بر داشتن و نقل نویسی کردن لطفی ندارند؎

مکرر گرچہ سحر آمیز باشد
طبیعت را ملال انگیز باشد

مناسب چنان می نماید کہ چون درین ایام رواج سخنان رنگین خیالان و معنی تازہ یابان بسیار است و اشعار جواہر عیار ایشان بیاضی بر روی کار اگر بترتیب احوال و تدوین اقوال ایشان سعی نمودہ آید بر بجاست لہٰذا شمۂ از احوال و اقوال سخن سنجان عصر نورالدین جہانگیر بادشاہ تا نازک خیالان عہد عالمگیر شاہ کہ پایۂ معنی یابی را بمعراج کمال رسانندہ اند و فقیر سرخوش فیض صحبت اکثری دریافتہ و با بعضی نسبت ہمعصری داشتہ آنچہ بگوش خوردہ کم و بیش موافق ترتیب حروف تہجی بقید قلم و ضبط رقم درآوردہ بہ کلمات الشعرا موسوم گردانید و تاریخش نیز از نام برآوردہ۔"

سن تصنیف

مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ کلمات الشعرا تاریخی نام ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ تذکرہ ۱۰۹۳ھ میں لکھا گیا۔ لیکن اس میں بعض حالات ۱۱۱۵ھ تک کے

ملتے ہیں مثلاً اس میں ناصر علی کی وفات کا ذکر ہے جو ۱۱۰۸ھ میں واقع ہوئی نیز سرخوش اپنے ایک برادر زادہ جس کا نام اسد اللہ ہے کی تاریخ پیدائش "شیر خدا" لکھتے ہیں جو بحساب ابجد ۱۱۱۵ھ ہوتی ہے۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تذکرہ ۱۱۱۵ھ میں یا اس کے بعد دوبارہ مرتب کیا گیا۔ اس بات کی تصدیق مندرجہ ذیل الفاظ سے بھی ہوتی ہے جو نسخہ (ہ) کے خاتمہ پر تحریر ہیں[1]۔

"از وقتیکہ بہ تسوید این نسخہ غریبہ پرداختہ ام چہار پنج مسودہ بدستخط خود نگاشتہ مرتب ساختہ ام۔ ہر مسودہ را یاران از غایت شوق بی رفت و روب نظر ثانی دست بدست نقل گرفتہ بردند و جابجا شہرت دادہ۔ اگرچہ مقصود حاصل یکیست امّا در کثرت عبارات تغیّر و تبدیل واقع گشتہ و اشعار بعضی اعزّۂ دیگر داخل شدہ۔ قصہ کوتاہ کہ این نسخہ ناسخ جمیع مسودہ ہاست ہر کہ سابق دارد بشوید و این را بجان برابر دارد۔ از کاتب این نسخہ التماس آنکہ بنوعی کہ فقیر نظم را نظم و نثر را نثر نوشتہ ہمین قسم سطر موافق سطر بنگارد۔ والسّلام۔"

شہرت و اہمیّت

سرخوش کی زندگی میں ہی اس تذکرہ کی مقبولیّت کا یہ عالم تھا کہ لوگ ہاتھوں ہاتھ اس کی نقلیں اُتار کر لے جاتے اور دُور و نزدیک اس کی اشاعت کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سرخوش کی دیگر تصنیفات کا جو حشر ہوا یہ تذکرہ اُس سے بچ گیا۔ اور آج اس کے نُسخہ جات اس کثرت کے ساتھ پائے جاتے ہیں کہ کوئی مجموعہ مخطوطات فارسی ایسا نہیں جس میں اس کے نسخے موجود نہ ہوں نیز فارسی تذکروں میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس کے نسخے اس کثرت سے ملتے ہوں۔

اس کی اہمیّت کے متعلق صرف یہی کہنا کافی ہے کہ یہ اپنی قسم کا واحد تذکرہ ہے جو اُس زمانہ کے شعرا کے حالات سے ہمیں رُوشناس کراتا ہے جبکہ یہ طبقہ کس مپرسی کے

[1] افسوس ہے کہ کاتب نسخہ (ہ) نے مصنف کی التجا کو ملحوظ نہ رکھا۔ کیونکہ اس میں بھی وہی خامیاں پائی جاتی ہیں جنہوں نے سرخوش کو دوبارہ نظر ثانی پر مجبور کیا۔ مثلاً اس نسخہ میں بھی آمانی کے بیان میں نظیری نیشاپوری کے شعر درج ہیں۔

عالم میں تھا۔ اور امرائے عہد کی زہرہ گداز بے اعتنائی کے طفیل اپنی روشنی طبع کا ماتم کرتے ہوئے تقریباً ہر شاعر عزلت گزین ہو چکا تھا۔ کلمات الشعرا کی ورق گردانی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ عالمگیر کا زمانہ ہندوستان میں شعر وسخن کی کساد بازاری کا زمانہ ہے لیکن اس زمانہ میں اچھے شاعروں کی کمی نہ تھی۔ کمی تھی تو محض قدر دانوں کی۔

مآخذ

کلمات الشعرا میں جن شاعروں کا ذکر ہوا ہے اُن میں سے اکثر و بیشتر سرخوش کے ہمعصر تھے۔ بہت سے ایسے تھے جن سے سرخوش کو مُلاقات کا شرف حاصل تھا۔ اس لئے یہ تذکرہ زیادہ تر مصنف کے چشمدید حالات پر مبنی ہے۔ مزید برآں اس کو مرتب کرنے میں سرخوش نے میر معز موسوی خان کی بیاض موسوم بہ گلشن فطرت۔ بیاض محمد علی ماہر اور بیاض محمد زمان راسخ سے کافی مدد حاصل کی۔ اس میں جو اشعار درج ہیں وہ انہی تین اُستادان سُخن کے انتخاب کردہ ہیں۔

طرز تحریر

یہ تذکرہ بہت آسان و سادہ عبارت میں لکھا گیا ہے۔ سرخوش نے عام فہم لیکن صاف وشُستہ انداز میں اختصار کے ساتھ اپنا مطلب بیان کیا ہے۔ غیر ضروری عبارت آرائی اور لفاظی سے حتیّ الامکان پرہیز کیا گیا ہے۔

نسخہ جات

میرے تصرّف میں کلمات الشعرا کے پانچ نسخے تھے۔ چار نسخے پروفیسر شیرانی کے مجموعہ میں ہیں اور ایک پنجاب یونیورسٹی کے مجموعہ میں۔ یہاں پر ان نسخوں کے متعلق چند الفاظ تحریر کرنا غیر مناسب نہ ہوگا۔

نسخہ (ا) مجموعہ شیرانی ۱۴۹۲/۲ خوشخط نستعلیق کل ورق ۱۰۹۔ نقطے نادارد۔ جہاں دیئے بھی ہیں تو بے ترتیبی سے۔ کہیں کہیں املا کی غلطیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ کاتب کا نام اور نسخہ کی تاریخ درج نہیں۔ خاصا پُرانا معلوم ہوتا ہے۔ مکمّل ہے۔

نسخہ (ب) مجموعہ شیرانی ۱۴۹۳/۳ نہایت خوشخط نستعلیق۔ شعرا کے نام سُرخ سیاہی سے

لکھے ہیں۔ شروع میں کئی نام چھوٹے ہوئے ہیں۔ طرز تحریر نسخہ (ا) سے بالکل مختلف ہے۔ کہیں کہیں ترتیب میں بھی فرق ہے۔ حالات و واقعات میں بھی کمی بیشی پائی جاتی ہے۔ کاتب کا نام وسن تحریر درج نہیں۔ زیادہ پرانا معلوم نہیں ہوتا۔

نسخہ (ج) مجموعہ پنجاب یونیورسٹی۔ نسخہ دہم شہر رمضان ۱۲۶۱ھ۔ معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے اختصار سے کام لیتے ہوئے بہت سے حالات و واقعات کو نظر انداز کر دیا ہے۔

نسخہ (د) مجموعہ شیرانی ۱۹۹۹ء ناقص ہے۔ تاریخ درج نہیں۔ کافی پرانا معلوم ہوتا ہے۔ کچھ صفحات کم ہیں۔ ترتیب غلط ہے۔ اس پر ایک مہر ثبت ہے جس پر "غلام حسین ۱۲۴۱ھ" لکھا ہے۔

نسخہ (ہ) مجموعہ شیرانی ۱۴۹۴ء مکمّل ہے۔ نسخہ (ا) سے بہت ملتا جلتا ہے۔ دستخط کی عبارت یہ ہے:۔

"ہزاراں شکر و سپاس بجناب رب الناس کہ بہین توفیق رفیقش نسخہ کلمات الشعرا تصنیف محمد افضل تخلص سرخوش بعون اللہ تعالیٰ مالک الملک ذی الجلال و الکرام بیدک الخیر و ہو علیٰ کل شئ قدیر۔

بتاریخ پنجم ماہ رجب المرجب ۱۲۵۴ھ از دست خیریت خان صورت اتمام پذیرفت۔"

ان نسخوں کا آپس میں اس قدر اختلاف ہے کہ مجھے اس کے مرتب کرنے میں جو دقتیں پیش آئیں وہ میں ہی جانتا ہوں۔ اسی وجہ سے اس پر بہت سا وقت صرف ہو گیا۔ اس کے باوجود بہت سے مقامات ایسے رہ گئے جو صاف نہیں ہوتے۔ ایسے مقامات نقل کر کے اپنے دوست مولوی غلام احمد کلیمی کے پاس حیدر آباد میں بھیجے تاکہ وہ کتب خانہ آصفیہ کے نسخہ سے ان کا مقابلہ کر کے درست کریں۔ لیکن معلوم ہوا کہ کتب خانہ آصفیہ کا نسخہ نہایت بدخط شکستہ و ناقص ہے۔ جس کی عبارت پڑھی نہیں جاتی۔ تاہم اُنھوں نے کوشش کر کے ان عبارات کا مقابلہ کیا اور جو لفظ پڑھے نہ گئے اُن کی شکل اُتار کر بھیجی۔ افسوس ہے اس سے چنداں فائدہ نہ ہوا۔ بہرحال میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش تصحیح پر صرف کی۔ اس میں مجھے کہاں تک کامیابی ہوئی یہ آپ دیکھ سکتے ہیں۔

دلاوری

فہرست کتب

فہرست مجموعہ مخطوطات انڈیا آفس
فہرست مجموعہ مخطوطات عجائب خانہ لندن۔ ریو
فہرست مجموعہ مخطوطات بانکی پور
فہرست مجموعہ مخطوطات اودھ۔ سپرنگر
جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی جلد نہم
ماثر الکرام جلد دوم
نشتر عشق
مجمع النفائس
تذکرہ طاہر نصر آبادی
تذکرۂ حسینی
مرات الخیال
مخزن الغرائب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سخن جانست و دیگر گفتگو جانانِ[1] زمن بشنو   اگر ہر لحظہ جانِ تازہ[2] خواہی سخن بشنو

بعد حمد سخن آفرینی کہ حقیقت[3] انسانی را بشرافت امتیاز نطق اشرفِ مخلوقات ساختہ و نعت نبی اُمّی کہ نوک[4] قلم از عار شق نکردہ بشق القمر پرداختہ۔ فقیر حقیر سرخوش واضح می گرداند کہ سخن قدیم است ولایزال زیرا کہ کلام از جملہ صفات سنیۂ الٰہی است وچون ذات قدیم ولایزال است صفاتش نیز می باید کہ قدیم ولایزال باشد۔ غرض تا بہار نطق در جوش است ہر زبان بالفاظ رنگار رنگ گلفروش۔ در جمیع افواہ والسنہ رتبۂ کلام موزون از ناموزون و نظم از نثر زیادہ وافزون است بیت

آب بود معنی روشن غنی   خوب[5] اگر بستہ شود گوہر است

گواہ صادق این دعوٰی مصرعۂ برجستہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کہ دیباچہ طراز وعنوان آرای قرآن است وبیت برجستۂ بلند ابروان را جای بالای چشم ہای خوبرویان وخوش نگاہان۔ حکماء گویند کہ در بدن آدمی عجائب بسیار است۔ اما دو چیز بغایت غریب ونادر است کہ عقل وادراک آن عاجز وقاصر است۔ اوّل جستن نبض کہ بی نطق خبر از اعتدال واختلاف امزجہ میدہد واطبّاء از ان بسقم وصحت ابدان مطلع میگردند۔ دوّم شعر یعنی کلام موزون کہ گر ہی بر باد بیش نیست۔ بچہ فصاحت وبلاغت ولطافت ونزاکت ترکیب می یابد کہ موجب یادگار وباعث زندگی تمام در روزگار میگردد۔ سخن سنجان بہ نسبت آن از ہمہ گر ممتاز اند وتبلمیذ الرحمانی معزز وسرفراز۔ چنانچہ ملّا ظہوری فرماید۔

بیت   ز حیوان بنطق آدمی برتر است[6]   پس آدم تر آنکو سخن ور تر است

نسبت شعرای کرام با نبیا علیہم السّلام اقرب واقع است زیرا کہ رجوع ہر دو طائفۂ عالیہ ہمیشہ بمبدءِ فیاض وعالم غیب است چنانچہ مولوی نظامی در مخزن اسرار فرماید

پیش وپس قلب صف کبریا   پس شعرا آمد وپیش انبیا

---

[1] د: جانانِ من بشنو [2] د: تازہ میخواہی [3] ج: خلقت [4] د: کہ لذشق نوک قلم عار کردہ [5] ج: صاف [6] د: بہتر،

بیقین باید دانست که ذکر احوال و استماع اقوال این عالی فطرتان خالی از فائدۂ کلی و منفعت تام نخواهد بود۔ و پوشیده نماند که عزیزانی که پیشتر بتالیف و ترتیب تذکرۂ شعرا پرداخته اند ابتدا از احوال و اشعار حکیم رودکی کرده تا بسخنوران عهد خویش رسانده اند۔ اکثر تواریخ و تذکرہ تا زمان عرش آشیان اکبر پادشاه رقمی گشته۔ در هر تاریخ احوال ایشان مسطور است و در هر تذکره ذکر همین ها مرقوم خاطر عاطر گذشت که از روی نوشتهٔ یکدیگر سواد برداشتن و نقل نویسی کردن لطفی ندارد ؎

مکرر گرچه سحر آمیز باشد طبیعت را ملال انگیز باشد

مناسب چنان می نماید که چون درین ایام رواج سخنان رنگین خیالان و معنی تازه یابان بسیار است و اشعار جواهر عیار ایشان بیاضی بر روی کار۔ اگر بترتیب احوال و تدوین اقوال ایشان سعی نموده آید بر بجاست لهذا شمهٔ از احوال و اقوال سخن سنجان عصر نورالدین جهانگیر پادشاه تا نازک خیالان عهد عالمگیر شاه که پایهٔ معنی یابی را بمعراج کمال رسانده اند۔ و فقیر سرخوش فیض صحبت اکثری دریافته و با بعضی نسبت هم عصری داشته۔ آنچه بگوش خورده کم و بیش موافق ترتیب حروف تهجی بقید قلم و ضبط رقم در آورده "کلمات الشعرا" موسوم گردانید و تاریخش نیز از نام بر آورده۔ هر که از نعمت الوان این خوان احسان فائده بردارد امید که این ریزه چین زلهٔ کرم را بفاتحهٔ خیر یاد آرد ؎

داخل اهل سخن نیست به پیش دانا هر که نامش نبود در کلمات الشعرا

میر الهی

در عهد جهانگیر بادشاه از ولایت همدان بهندوستان آمده۔ شاعر نازک مزاج و خوش خیال بوده۔ دیوانی مشهور دارد۔ چون نام مبارک الهی تخلص کرده تعظیماً ابتدا از وی نموده شد۔ از وست ؎

روی درهم میکشد از روی ما آئینه هم — چین پیشانیست گویا آیه در شان ما

و هر انتقام آن کشاد اکنون نشمن که داشت — آسوده چند روز به پشت پدر هرا

نیم جو کام از فلک حاصل نشد کان تنگ چشم — خوشه سان در کیسه پنهان میکند هر دانه را

زبس طراوت رویش نمیتوان دانست — که شبنم است بگل یا گره به پیشانی

۱- ج: نماید ۲- ۸: بر جاست ۳- ۸: بعض ۴- ه: تحریر ۵- د: "داخل اهل سخن نیست بر اهل ذکا۔ آنکه فیضی نبرد از کلمات الشعرا"
۶- د: میکند ۷- ب: آیتی ۸- ب: ما

میرزا جلال اسیر

از نجبای ایران بود بهند نیامده - دیوانش مشهور است - اشعارش خالی از وقت آفرینی نیست -

از وست ؎

کدام روز که سرمشق انتظارم نیست — کدام شب که سر گریه در کنارم نیست
خاطرم زیر فلک از جوش دلتنگی گرفت — دامن این خیمهٔ کوتاه را بالا زنید
گشتم غبار و از سر کویت نمی روم — دیگر چه خاک بر سر طاقت کند کسی
شکستی کز دل افتادگان خیزد خطر دارد — مبادا شیشهٔ یارب ازین طاق بلند افتد

میان ناصر علی این دو بیتش را اکثر بر زبان داشت و محظوظ بود ؎

نکند فیض ادب رنج خموشی ضایع — هر سوالی که نکردیم جوابی دارد
شش جهت مشت غباری شد و پرواز گرفت — برق جولان که در خرمن خاک افتاد است

فقیر بجای مشت غبار مشت شرار مناسب تر میداند - گر قبول افتد -

میرزا ابراهیم ادهم

سید عالی نسب صفوی نژاد است - در زمان شاهجهان بادشاه بهند آمده - دیوانه مشربی پاک بود - جنون ساخته داشت - با همه بزرگان بشوخی پیش می آمد طبعش بطرز ایهام میلی تمام داشت و از تمامی مثنوی زلالی سه بیت انتخاب کرده - الحق آن هر سه بیت انتخابیست - یکی در تعریف باغ و بهار گفته ؎

نزاکت آنچنانش نخل[1] بستی — که بار رنگ شاخ گل شکستی

دویم در وصف اسپ باد رفتار گفته است ؎

ز جستن جستن او سایه در دشت — چو زاغ آشیان گم کرده میگشت

سوم در تاریکی شب دیجور میگوید ؎

کواکب می نمودی در زمانه — چو چشم گربه در تاریک خانه

گویند روزی در مجلسی وارد میشود - امرد پسری را در پهلوی عزیزی می بیند - رفته در طرف دوم آن عزیز

---

[1] ب: کوبش ۵۲ ۸: نقش،

می نشینند و اظهار گرمجوشی میکنند و آشنائی بهم میرسانند و آهسته در گوشش میگوید۔ که "چونست که این پسر را برای ما تنه[1] کنی" او گفت "صاحب چه می فرمایند این خود پسر منست"۔ می گفت "همچنین اپس غلط کردم بدیگری می باید گفت" یک بیت در تعریف فقر خوب گفته از وست ؎

ایکه آرام دل خود بجهان می خواهی | بعد درویشی اگر هیچ نباشی شاهی

من اشعاره ؎

جامهٔ گلگونی که از خونریزیم آزرده نیست | گر منش دامن بگیرم[2] خون من خفو مرده نیست

چمن جویای[3] وصل کیست کز جوه خیابانش | سراسر میرود چاک گریبان تا بدامانش

برائی نثار قتل زسر منده گیها | اگر جان نمید اشتم مرده بودم

ادهم صبح است وقت می نوشیدن | شوم است بمخمور سحر خوابیدن

آن نشه که در می صبوحی بینی | برخیز که در خواب نخواهی دیدن

امانی

خان زمان خلف مهابتخان خانخانان سپه سالار طبع رسا داشت دیوانی رنگین گذاشته[4] از وست ؎

گر نیم مائل رخسار تو حیرانی چیست | ور ندارم سر زلف تو پریشانی چیست

در رهٔ عشق صلاح از من رشوا[5] مطلب | کافر عشق چه داند که مسلمانی چیست

بیاد کعبه چه سر میزنی خدا اینجاست | بطوف مرده کجا میروی صفا اینجاست[6]

در باغ چسان توبه توان کرد امانی | هر شاخ[7] و گلی ساقی پیمانه بچنگ است

ظفرخان احسن

خلف رکن السلطنت خواجه ابوالحسن[8] صاحب طبع عالی بود دیوانی رنگین با مثنوی پر مضامین ترتیب داده اکثر بصاحب صوبگی کشمیر و کابل عشرت اندوزی داشت وقتیکه ناظم کابل بود میرزا محمد علی صائب

---

[1] ه: بهاکنی - ب: "تعینه" کنی - تنه شدن در اصطلاح بعضی بمعنی قبول کردن و راضی شدن است مانند تن در دادن (فرهنگ انندراج) [2] ج: بگیرم [3] ب: جویان [4] ب و ه: "در طبابت نیز وقوف را کار میفرمود" [5] د: شیدا [6] بعض نسخه ها مثل ب و ج: این دو بیت نیز دارد - ولے این هر دو بیت از ان نظیری نیشاپوری است - رجوع شود بدیوان نظیری ؎

زپای تا بسرش هر کجا که می نگرم | کرشمه دامن دل میکشد که جا اینجاست

بغیر دل همه نقش و نگار بیمعنی ست | همین ورق که سیه گشت مدعا اینجاست

[7] د: هر شاخ گلی [8] ج: ابوالحسن قزوینی - ه: ابوالحسن تربتی،

تبریزی بشوق دریافت صحبتش از ایران آمده مدّتها گذرانید۔ خان قدردان دراحوال پردازیش سعی موفوره بجا آورده بانواع مراحم والطاف پیش می آمدند۔ تذکرۂ اشعار شعرائی کامل که حاوی ربط آشنائی داشتند مثل صائب وکلیم وسلیم وقدسی وسالک یزدی وقزوینی ودانش ومیر صیدی وغیرہم که دران زمان کوس سخنوری مینواختند انتخاب هرکدام بخط او نویسانیده برپشت هر ورق صورت آن معنی سنج نیز ثبت کرده بود یک ورق که بروشبیه کلیم بوده فقیر دیده وصورتش رازیارت کرده ام۔ ازوست ؎

به تیغ بی نیازی ناتوانی قطع هستی[۱] کن — فلک تا افگند از پا ترا خود پیش دستی کن

وله — بهر کجا که رسم[۲] وصف دوستان گویم — برائی یار فروشی دکان نمی باید[۳]

وله — از سبزه تیغ بر کمر گل بهار بست — گر تو به خضر وقت شوی جان نمی برد

زبهر ستیم کی کار با جام شراب افتد — مرا از گفتگوی باده سرخوش می توان کردن

عنایت[۴] خان آشنا

خلف ظفرخان جوان دلچسپ بود دستی در انشاپردازی نیز واشت ـ احوال سی ساله پادشاهی شاهجهان بادشاه غازی را از ملا حمید وغیره فصیح[۵] تر نوشته ـ اما به اعتقاد فقیر از منطوقه "خیر الکلام ماقل ودل" این نیز بهره نداشت ـ ازوست ؎

درد و درمان را دهد گر عرض عشق او بما — زخم برداریم وبگذاریم مرهم را بجا

ناقصان هم بدرش چشم طمع دوخته اند — کور پیوسته نظر جانب بالا دارد

بنشین بگوشه اگر آزرده ز خلق — پای شکسته تو بجای نرفته است

در سبکساریست آسائش — سایه خوابیده قطع راه کند[۶]

نقل[۷]۔ گویند در امردی صاحب جمال بوده ۔ درایامی که خط سبزه بریزاد حسنش را در شیشه کرده۔ درویشی موزون طبع برائے دیدنش آمد ـ چون بار نیافت این بیت نوشته اندرون فرستاد ؎

ناز بیجا چه کنی چون بر خت ریش آمد — شرم کن شرم که روز سیه ات پیش آمد

۱ب: هستی ۲ب: رودم ۳ب: شاید ۴د: عنایت خان احمد ۵ب: واضح تر ۶ب: فقیر نیز ازین قبیل بیتی دارد۔ سرخوش ۔ بوصل دوست محالست گر رسیدن ما — نرفته است بجائی ز خویش رفتن ما" ۷ب: درنسخه "ب" این حکایت به آصف قمی منسوب است ،

آصف قمی

دیوانی مختصر دارد۔ در زمان شاہجہان بادشاہ بہندوستان آمد۔ ہیچ[1] جارشدی نیافت۔ غیر ازین مطلع ندارد ؎

شعلہ ایم اما ز دود دل سیہ پوشیم ما | چون چراغ لالہ می سوزیم خاموشیم ما

این بیت او ہم خالی از مزہ نیست ؎

یک طرف صبح وجود و یک طرف شام عدم | درمیان نور و ظلمت جوہر آئینہ[2] ام

بکمالات صوری و معنوی ممتاز مولوی محمد سعید اعجاز

مجموعۂ مکارم اخلاق و گل سرسبد النفس و آفاق است۔ بیشتر عمر شریف او در تحصیل علوم معقول و منقول و اکتساب فضائل میگذرد و بیشتر اوقات بشغل درس علم دینی و افادت و افاضت مصروف است۔ گاہ گاہ بحسب صفائی ذہن وجودت طبع بفکر شعر نیز می پردازد و داد خوشخیالی و نازک بندی میدہد۔ درین بیت ناصر علی تصرف بجا کردہ کہ ہمہ اعزہ پسندیدند ؎

خیال بیکسی من[3] وفا بیادش داد | بجای شمع دل آورد بر مزارم سوخت

دل آوردن و سوختن اندک ترددی داشت۔ مصرعہ۔ بجای شمع دل یار بر مزارم سوخت۔ گفتہ درست کرد۔ و در وقت رفتن بلاہور مطلع عارفانہ بکیفیت تمام گفتہ بود۔ بیت

کشیدہ ام ز جنون ساغری کہ ہوش نماند | دگر معاملہ با پیر می فروش نماند

فقیر در جوابش مطلعی بعرصۂ ظہور جلوہ دادہ ؎

سرخوش گداخت حیرت[4] حسن توام خروش نماند | چو برگ گل ز تبسم جز لب خموش نماند

من اشعارہ ؎

خمار آلودہ شوخی از چمن برچیدہ دامان شد | شکست رنگ گل مہتاب را چاک گریبان شد

تقاضای ستم گل میکند از انفعال او | نگاہی کز حیا[5] دزدید شوخی ہای مژگان شد

شب کہ بی روی تو گلشن غنچۂ دل تنگ بود | شعلۂ آواز بلبل آتشی در سنگ بود

برق جولانی کہ گرم صید ازین وادی گذشت | بر طپیدن ہای نبض جادۂ صحرا تنگ بود

---

[1] الف: ہیچ جارشدی نکرد [2] این شعر از نسخہ ب و ج افتادہ است [3] ب: ما [4] ج: حسرت [5] ب: اگر،

دل غمدیده را اسباب راحت[1] میشود کلفت — فتد از مرهم کافور گل در چشم داغ من

شکستم رنگ دل آئینه وار از بی نشان جستم — دربر روی خود وا کردم و محو تماشایم

ملا محمد سعید اشرف

از خوش خیالان زمان است در عهد مبارک عالمگیر شاهی از ولایت بهندوستان آمده. نواب زیب النسا بیگم خلف بزرگ بادشاه دین پناه از روی قدردانی دستگیری احوالش نموده در ملازمت خویش نگاهداشته. معنی یاب خوش خیال است. اکثر تلاش بطرز ایهام میکند. عجب صاحب قدرت است که در خانهٔ میر معز موسوی خان دیده ام که نشسته با هم حرف میزند و سخنهای هم دیگر می شنود و می خواند و قلم بر میدارد و مثنوی و غزل و رباعی تازه[2] بروی کاغذ می نگارد گاهی سر بگریبان تفکر فرو نبرده. مثنوی قضا و قدر قریب هفتصد بیت بهمین دستور بحضور یاران گفته و نوشته. در وی تلاشها کرده و معنی های تازه یافته. در ماتم سوداگرزاده که بدریا مرده گفته ؎

نبودی چون دران دریا میسر — کف خاکی که افشانند بر سر

بیاری از سر مرد یتیمی — فرستادی گهر گرد یتیمی

با میرزا صائب و میرزا طاهر وحید وغیرهم از سخنوران ثقهٔ ایران صحبتها داشته. درین مصرعهٔ میرزا صائب

ع

علیئی لعیب خود نرسیدن نمی رسد

روبروی[3] وی دخل بجا کرده گفت یک بای دیگر میخواهد یعنی علیئی بعیب خود نرسیدن نمی رسد. میرزا صائب و دیگران از حاضران بغور و فکر بسیار بکنه دقت این خطا واقف گشتند. من اشعاره ؎

از تغافلهای پی در پی مگر یارش کنم — پا زنم چندان به بخت خود که بیدارش کنم

خاکساری سرفرازی میشود در میکشی — شور مستی چتر می سازد دم طاوس را

چو آن آبی که شوید طفل در وی مشق خود را — هزاران حرف در هر قطرهٔ اشکی نهان دارم[4]

جلوهٔ نازت رسائی داد بیداد مرا — کوه تمکینت دو بالا کرد فریاد مرا

کی شود آزاد از زلف گره گیرش کسی — دانهٔ زنجیر در دام است صیاد مرا

---

[1] ب «الفت [2] ب و ج: تازه مضمون [3] در نسخهٔ «ب» این واقعه در ذکر میر معز موسوی خان مرقوم است - و در نسخه «د» در ذکر محمد سعید اعجاز نوشته شده است [4] این بیت از نسخه «ج» افتاده است،

گرد خط آخر برای چهره ات اکسیر شد | این غبار از بهر حسنت خاکِ دامنگیر شد
از پریشان حالی آخر کارِ من صورت گرفت | بسکه مو آمد بکلکم خامۂ تصویر شد
در نامۂ زمانہ بجز حرف جنگ نیست | گویا کہ از سیاہی لشکر نوشتہ اند[1]

محمد ابراہیم انصاف

جوان طالب علم بود طبع سخنوری نیز درست داشت بخدمت میر معز موسوی خان شعر میگذرانید معنی تازہ فکر میکرد در عین جوانی بقضای ربانی ودیعت زندگانی سپرد۔ من اشعارہ ؎

سوی پستی است در ہر پایہ رفعت نہان راہی | بود این کوہ را ہر تختہ سنگی بر سر چاہی
نسازد غم بہ بیتاب محبت شادمانی ہم | گران باشد برین بیمار ہر دون زندگانی ہم
حائل خورشید وحدت رنگ ہستیہای ماست | چون زمین از پیش بردارند روز و شب یکیست

اگرچہ این معنی از مولوی روم است کہ فرمودہ اند ؎

چون زمین برخیزد از جوّ فلک | نی شب و نی سایہ[2] باشد نی دلک

اما چون بیت خوب بستہ بود فقیر نیز این معنی را شوختر ازین بستہ درست کردہ ؎

سرخوش، حائل خورشید وحدت شد غبار ہستیم | چون بساط خاک برچینند روز و شب یکیست

محمد صادق القا

در فن مورخی کہ تعداد آن بالوف گذشتہ وقوف تمام دارد و ہوای خیالات بلند در سر۔ بیتی کہ قریب الفہم بود ایراد یافت ؎

زبسکہ حیرت دل شد نثار پردۂ چشم | نگہ چو صورت دیباست تارِ پردۂ چشم
بعد فکر یازدہ سال از خط پشتِ لبش | حسن مطلع کرد پیدا مطلع ابرو نویس

میر محمد احسن ایجاد

از نجبای سادات سامانہ است۔ در خوشخیالی و نازک بندی یگانۂ زمانہ صاحب فکرہای بلند است و از علوم متداولہ نیز بہرہ مند۔ غزلہای طرحی را بقدرت و سامان تمام میگوید و نثر را بطرز خاص خود

---

[1] حیات ۲۰ ج؛ روز ۱۳ ذکر این شاعر در بعض نسخہ ہا مرقوم نیست ۱۲ ج دہ؛ تاریخی ۵ ج؛ کشد ۶ ب؛ لیاز
[2] این بیت از اکثر نسخہ ہا افتادہ است ۵ ج؛ اتحاد

می نگارد۔[1] مردیست باخلاق حمیده متصف وظاهر و باطن آراسته۔ وصحبتهائی بزرگان دریافته وهمه جامقبول بوده واین چند بیت آئینه دار افکار اوست)

بسکه پرگردید گوشم از صدای عندلیب　　بوی گل گر بشنوم دانم نوای عندلیب
گر سراغی گیری از عاشق فغان آئینه است　　در غبار ناله باشد نقش پای عندلیب
شب ناله دوزخ شررم گرم اثر شد　　خاکستر دل بال و پر افشاند سحر شد
طومار رهوا یکقلم از شعلهٔ آهم　　چون کاغذ آتش زده افشان شرر شد
جلوهٔ معنی ندیدم در صفای قیل و قال　　سبز شد هر جا سخن آئینه در زنگ بود
شد غبار آلود کلفتها زلال زندگی　　مشت خاکی از بدن تا بر سر ما ریختند
حال سنگینی هجران تو انشا کردم[2]　　سطر در صفحه فرو رفت چو زنجیر در آب

ملا[3][4] علی تورانی

فقیر مشرب صاحب همین یکدوبیت[5] بود۔ ازوست

هر که شد خاکنشین برگ و بری پیدا کرد　　سبز شد دانه چو با خاک سری پیدا کرد

از انجا که مقرر سخنوران خوشخیال است

بیک بیت دعوی مسلّم بود　　اگر مصرعه اش مصرعهٔ هم بود

موافق این قول درین اوراق نام اکثری مرقوم گشت۔

میرزا عبد الرسول استغنا

شعر[5] بطرز قدیم بسیار گفته یکدوبیت ازو بخاطر است

بکین چون[6] منی آن دوستی دشمن چه می آید　　غریبم۔ خاکسارم۔ عاجزم از من چه می آید
میتوان آورد استغنا سفارش نامهٔ　　چرخ کجرو را اگر دانیم از یاران کیست[7]

---

[1] این عبارت فقط دریک نسخه است (نسخه ا) [2] ب: کردیم [3] ا: آملی تورانی - [4]: علی تورانی ایما [5] ج و ب: صاحب همین بیت بود وبس [5] نسخه ب: بخشی شکار شاهزاده محمد اکبر بود [6] ب: خون من بجای چون منی - نسخه (د) بجای هر دو بیت مذکوره بالا۔ فقط همین یک بیت دارد

جگر خون می کند رنج عزیزان راحت ما را　　فلک دولت بهر کس میدهد منت بما دارد

[7] در بعض نسخه ها مثل ب وه و ج: بعد ذکر این شاعر حالات شیخ بهاءالدین بهائی و باسط درج است۔ لاکن ذکر ایشان در نسخه (ا) مرقوم نیست۔ در نسخه (ه) بجائی باسط۔ باقر داماد نوشته است۔ ذکر هر دو سخنوران در نسخه (ب) این طور است۔ (بقیه حاشیه صفحه ۱۰ پر)

بینش کشمیری

تمام دیوانش را سراسر سیر کردم غیر ازین دو بیت تلاشی بنظر نیامده از وست ؎

ہر پارۂ دلم چمنی از نگارہ اوست — آئینہ چون شکستہ شد آئینہ خانہ ہست

در راه وصال نوز بس چشم براہم — چون جادہ بود خاک نشین مدّ نگاہم

باقر تبریزی[۱]

بسیار خوش فکر بود این دو بیت او از میر معز شنیدہ ام از وست ؎

بی تو شب ماہ تیرہ روزان — چون چشم سفید گشتہ تار است

ہمچو غنچہ تا بکی در بند خود باشد کسی — خیمہ زن چون لالہ بیرون از سواد خویشتن

ابوالحسن بیگانہ

بہند نیامدہ دیوانش پیش میر معز موسیخان بنظر افتادہ این چند بیت او از زبان میر معز شنیدہ ؎

احوال شب از شمع سحرگاہ چہ پرسی — از سوختگان قصۂ جانکاہ چہ پرسی

مہتاب ز ویرانۂ من گرد بر آورد — ای سیل بسر منزل من راہ چہ پرسی

آئینہ ز عکس تو در آغوش گداز است — آگہ نہ از حال دلم آہ چہ پرسی

بر شیشۂ دل خورد ز بس سنگ تو سنگی — ہر پارۂ این شیشہ صدا کرد بر نگی[۲]

رفیع خان باذل

برادر زادہ محمد طاہر وزیر خان عالمگیر شاہی صاحب طبع رسا ست و جوان قابل ـ کتاب معارج النبوت[۳] در زمین شاہنامۂ فردوسی بنظم در آوردہ در انجا تلاشہا کردہ حملۂ حیدری نام نہادہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹) شیخ بہاء الدین بہائی تخلص

از فحول علمای مذہب امامیہ است ـ تصانیف عالی دارد گاہی بفکر شعر نیز می پرداز داین قطعہ از وست ؎

مرا امروز بی تعصب متعلمی پرسید — پدر زردی چہ معنی نداشت روح اللہ

جواب دادم و گفتم کہ او مبشر بود — باحمد عربی جمع خلق راز اللہ

مبشران پی آن کو بشارت آرد زود — روا بود کہ دو منزل یکی کند در راہ

باسط

از مستعدان زمانہ است در ولایت ایران علم علم افراختہ ـ جامع علوم عربیہ بود بفکر شعر ہم توجہ داشت ؎

بہ بی ستون نظری کردم و یقین دیدم — کہ کار تیشۂ فرہاد نیست کار دلست

[۱] ج، باقر تبریزی [۲] این بیت از نسخہ د: افتادہ است [۳] ج: معراج النبوۃ

قریب به چهل هزار بیت رسیده - من اشعاره ؎

عشق را با هر دلی نسبت بقدر جوهر است — قطره بر گل شبنم و در قعر دریا گوهر است

عارض گلرنگش از می شمع ایمن می شود — از برای آتش گل[1] آب دامن می شود

بسکه شرح غم دل مضطرب احوال دهم — بکبوتر چو دهم نامه پر و بال دهم

هرگاه بر دو مستی چشم تو زهوشم — لبریز شود چون خم می سینه زجوشم[2]

چه نشاط باده بخشد بمن خراب بی تو — به دل گرفته باناز قدح شراب بی تو[3]

ملا جامی لاهوری نامدار خانی بیخود تخلص

شاعر غرا صاحب دیوان فخیم بود و قصاید و قطعه ها بسیار دلچسپ رسا داشت[4] - در تاریخ یابی کارهای دست بسته میکرد - چنانچه تاریخ تولد میرزا اسمٰعیل خلف ارشد نواب عمدة الملک[5] امیر الامرا اسدخان که الحال ذوالفقار خان بهادر نصرت جنگ[6] خطاب دارد از وست ع

"ز برج اسد رو نمود آفتاب"

تاریخ تولد شرف یارخان پسر کلان کامگار خان "شرف یار کامگار" یافته - وقتیکه در خانۀ نامدار خان پسر اول باسم حمزه مرزا تولد شد تا شش روز جشن ملوکانه کردند هر روز قطعه تاریخی گذرانیده داد تلاش داده - چند مصرعه در مادۀ تاریخ نگاشته می آید - از وست -

'نونهال نامدار جعفری آورد گل'

'زر کامل عیار جعفری زیب جهان آمد'

'آمد دُر نامدار و شهوار'

---

[1] ب: او [2] ج: میخانه [3] نسخه ب اشعار ذیل هم دارد :-

توچنان رمیدی از من که بخواب هم نیائی — بکدام امید داری بروم بخواب بی تو

دل داشتیم دادیم - جان بود عرض کردیم — چیزی که یار خواهد غیر است ما نداریم

از فدای خویش حظی کاملی برداشتم — کز میان جان و جانان حایلی برداشتم

صد جگر خون از کجا هر روز صرف غم کنم — منکه از ملک عدم باخود دلی برداشتم

تخم اشکی ریختم چیدم گلی رسوائی — دانۀ افشانده بودم حاصلی برداشتم

[4] ب: هم صحبتم بود [5] ب: عمدة الملک [6] ب: سپه سالار

'بگفت آن گوهر والا نجابت از دو سو وارد'

چنین تاریخ هرگز کس نگفته | کس از هند و عرب یکنغمه نشنفت
بمن گفتند تاریخی اداکن | که سازد سال هند و با عرب جفت
دم صبحی بفکر این معمّا | بمژگان دیده راه فیض میرفت
که این یک چشمه طفل توامان وار | ز بطن غیب در مهد دلم خفت
پی تاریخ هند و عرب دل | ز هجرت بکهزار و شصت و نه گفت

برای تولد پسر امیری تاریخی گذرانید - ترشحی از سحاب کرمش ندیده - برعکس گفته تتقریبی گذرانید که مادهٔ تاریخ این است ع

"......[1].."

قصهٔ حسن[2] و دل را نظم کرده و در وی داد سخن وری داده - که این دو بیت در تعریف ساقیان مجلس ازان مثنوی اوست ؎

یکی را ساده رخ آئینه آسا | یکی را جوهر از آئینه پیدا
گلستان یکی بی سنبلستان | یکی را بوستان گرد[3] گلستان

بنام نامدار خان گفته حسن نامدار خانی نام نهاده و تاریخ تصنیف آن هم ازین نام برآورده - از مشفقان فقیر بود - وقتیکه برای خود سرخوش تخلص پیدا کرد - اول پیش او رفته ظاهر ساخت او بسیار خوش کرده فاتحهٔ خیر خوانده مقرر ساخت - سجع خاتم او ع

"جامی از جام حمد بیخود شد"

بعد از وفات او فقیر ازهمین سجع تاریخی بی کم و کاست برآورده ؎

رفت جامی بیخود از عالم | در ریاض جنان مخلّد شد
هاتفم گفت مصرعهٔ[5] تاریخ | جامی از جام حمد بیخود شد

همین قسم فقیر تاریخ فوت[6] فضایل خان شیخ سلیمان از نام برآورده و یاد ای خوش در رباعی بسته

---

[1] مادهٔ تاریخ فحش بود لهذا حذف شد [2] ج: حسن ابدال را [3] ا و ہ: کرده [4] مجدّد [5] ب و ہ: سجع اولی رفوت شد تاریخ [6] ب: تاریخ قضائی شیخ سلیمان'

شد شیخ سلیمان بسوی دار بقا　　وارست ز قید هستی بی سر و پا
هم شیخ سلیمان شده تاریخ وفات　　پیمانهٔ عمر بود نامش گویا

گویند وقتیکه پیش نواب جعفر خان نوکر شده - پایه در مجلس نشستن نداشت. قطعهٔ بدین مضمون در مدح گذرانیده که دو[1] بیت ازان قطعه است ؎

بهمین طاعت حق نماز هست درو ی　　گهی بنده ایستد گه از پا نشیند

اجازت نشستن و مصاحبت حاصل کرد۔

روزی[2] در خانهٔ لهراسپ بیگ بخشی نامدار خان مهمان بود۔ دیگچه پر از شراب در پهلو داشت۔ هر لحظه جامی بدست خود پر کرده میخورد و همچو بلبلِ مست شعر خوانیها میکرد۔ چون یاران بنماز برخاستند[3] رفت و با جماعت نماز بگذارد گفتم اخوند صاحب این چه طور نماز است۔ گفت با با نماز بکیفیت[4] همین است۔ بعد ازان بمیرزا لهراسپ بیگ گفت شما شعرهای این جوان شنیده اید۔ گفت تا حال این جوان را موزون هم نمی دانستم بعد ازان بفقیر تکلیف کردند مطلعی تازه گفته بودم برخواندم ؎

کجاست دیده جویای ره کجاست ترا　　وگرنه هر مژه انگشت رهنماست ترا

اخوند لب به تحسین و آفرین کشود و گفت هزار غزل ما بیک بیت شما نمی رسد۔ روزی نامدار خان با بانی کلاونت که منظور نظر عاطفت ایشان بدرجه کمال بوده از حمام برآمده در جامه خانه برای رخت پوشیدن نشستند چون فارغ شدند گفتند لائق پنجهزاری منصب است۔ ملا هیچ حاضر بود بعرض رسانید که اگر نواب بادشاه باشند۔ از جملهٔ اشعار آبدار اخوند بالفعل دو رباعی بخاطر بود ایراد یافت۔ رباعی

هر کس که دل از مدار دنیا برداشت　　عبرت ز شمار کار دنیا برداشت
گویند زمین بر سر گاو است بلی　　گاو است کسی که بار دنیا برداشت

سگ سنی و خر شیعه اگر مشهور است　　ور خصمی شان بیکدگر مشهور است
دانا نکند[5] تعصب از هیچ طرف　　دندان سگ و گوشت خر مشهور است

---

[1] در نسخه (ا) همین یک بیت است که نوشته شد۔ در نسخه (د) بیت اول این قطعه هم درج است و آن اینست ۔

بود طاعتت فرض همچو نمازم　　بفرمایی گهی بنده از جا نشیند

[2] ازین جا تا آخر بیان این شاعر از بعض نسخه ها افتاده است [3] (ا) [4] کیف [5] د: نکشد،

بحرِ بی[51] ساحل میرزا عبد القادر بیدل

اُستاد فن است بسیار گو و خوب[52] گو است امروز در دار الخلافه کوس رستمی مینوازد و بداد معنی یابی و نازک بندی میرسد دیوانها و مثنویات متعدد دارد و نثرهای رنگین نیز می نگارد درین عهد شاعر غرا چون او نیست[53] وجود شریف او غنیمت است[54] بسیار خوش خلق و آرمیده ـ بیتی در تعریف کوه از وست ؎

مزن بر سنگ او زنهار دستی	که مینا در بغل خوابیده مستی

این چند شعر از زادهای طبع او است ـ از زبان میر محمد زمان شنیده ام ؎

بر روی ما چو صبح نه رنگی شکسته است	گردی ز دامن طپش دل نشسته است
ما لاف همت از مدد عجز میزنیم	پرواز ما چو رنگ به بال شکسته است
عرصهٔ آفاق جای جلوهٔ یک ناله نیست	نی گره از تنگی این بیشه پیدا می کند
بمحفلی که دل آئینه رضا[55] طلبی ست	نفس درازی اظهار پای بی ادبی ست
ذوق آغوش دوئی در وصل نتوان یافتن	بی خبر مجنون ما محمل[56] شد و لیلی نشد
شب که دل از یاس[57] مطلب باده در جام کرد	یک جهان حسرت بطوفان داد و آهش نام کرد
عشرت ما چون نگاه از بس تنک سرمایه است	سایهٔ مژگان توانا صبح ما را شام کرد[58]
حیرت آهنگم که می فهمد زبان راز من	گوش بر آئینه نه تا بشنوی آواز من

رُباعی

زاهد آنسوی فطرتت مردانند	در معبد شوق هستی فردانند
یکره خبر از کاغذ آتش زده گیر	تا سوختگان چه سبحه میگردانند

۵۱ ج: سرامد سخنوران کامل ۵۲ ب: خوش ۵۳ ب: در فقر و توکل بادشاه وقت خود است ـ هفت هزاری امرای نامدار در خانه‌اش می آیند و مثنویهای متعدد باسم محیط اعظم و طلسم حیرت و چار عنصر و طور معرفت وغیره دارد ـ در همه جا نکته سنجیها کرده ـ
۵۴ ج: تصنیفات شریفش یازده (ک: پانزده) آثار در آمده ـ فقیر شاهنامه فردوسی و مثنوی مولوی روم را سنجیده باوجودیکه بتقطیع کلان پر قلم بود ـ هفت و نیم آثار بوزن در آمد ـ پنج هزار بیت در دیوانش ردیف میم است ۵۵ ا: ضیا
۵۶ ا: لیلی شد و محمل نشد ۵۷ ه: یاس ۵۸ ب: بچشم بسته خیال حضور حق بستن
اشارتیست که این جایگاه بینا نیست

رباعی   هر تیره درونی که حسد شامل اوست   بر تهمت پاکان نظر باطل اوست
روزنه به سقف خانه آویزو به بین   دودی که ز شمع سر کشد مایل اوست[۵۱]

برین رباعی خود بسیار محظوظ اند۔

رباعی   هرچند طلب به صد فنونست اینجا   دریوزهٔ دیدار جنونست اینجا
از هیئت چشم و مژه غافل نشوی   دستی دگر از کاسه برون است اینجا

ایضاً   آهنگ جلالی که بمش زیر شود   چو وانگری جمال تاثیر شود
آن بادهٔ شعله گون که دارد خورشید   در ساغر ماه چون رسد شیر شود[۵۲]

فقیر سرخوش باشارهٔ میان ناصر علی چند بیت ایشان را از راه شوخیها پیش مصرع رسانیده مطلع ساخته اگرچه ایشان شنیده محظوظ نشدند از روی غیرتی که تلامذهٔ رحمانی را میباشد بدبردند۔ اما یاران منصف پسندیدند۔ چنانچه ایشان فرموده اند ؎

بیدل   به فرصت نگهی آخراست تحصیلم   برات رنگم و برگل نوشته اند مرا
سرخوش   ز بی ثباتی عشرت سرشته اند مرا   برات رنگم و برگل نوشته اند مرا
بیدل   عوارض[۵۳] کثرت هست از وحدت ما را   خلل در شخص یکتا نیست گر قامت دوتا گردد
سرخوش   دوئی کی ذات وحدت را بکثرت همنوا گردد   خلل در شخص یکتا نیست گر قامت دوتا گردد
بیدل   شخص پیری نفی هستی میکند هشیار باش   صورت قد دوتا آئینهٔ ترکیب لاست
سرخوش   جلوه گاه نقش پیری تختهٔ مشق[۵۴] فناست   صورت قد دوتا آئینهٔ ترکیب لاست

---

۵۱ ب: زندگی را از قد خم عبرت آگاه میکنم   وقف رعنائی بساطی داشتم ته میکنم
صورت پرستی از خلق برد امتیاز معنی   هر چند کعبه سنگ است تسکین برهمن کو
کم ظرفیم از همت خویش است دگرنه   دریاست می ریخته از جام جهانم

درزمین غزل حافظ شیراز که فرموده غزلی بتغیر قافیه کرده بود دران غزل بیتی بحسن ادا فرموده فقیر نیز بشوق آن مطلع گفته ؎

بیدل   درهای فردوس وا بود امروز   از بی دماغی گفتیم فردا
سرخوش   جام می عشق دادند ناگاه   از خویش رفتیم الله الله

۵۲   براهت مرده ام اما زیارت خانهٔ سنگم   تو می آئی بمن آسوده آتش در مزارمن

۵۳ ل: خواص   ۵۴ د: مشک،

بیدل	گل جام خود عبث بشکستن نمی دهد	صافِ طرب بشیشهٔ رنگِ پریده است
سرخوش	دستِ نشاط دامن از خود رمیده است	صافِ طرب بشیشهٔ رنگِ پریده است
بیدل	بی تکلف هر گ هم آسان نمی آید بکف	از تماشائی دو عالم چشم باید دوختن
سرخوش	نیست از شمع اجل آسان نگاه افروختن	از تماشائی دو عالم چشم باید دوختن

حکایتی در مثنوی محیط اعظم میرزا بیدل به یازده بیت تمام کرده بود۔ فقیر سرخوش در دو بیت رباعی بسته[۱]۔

رباعی سرخوش	واعظ گفتا که نیست مقبول دعا	زان دست که آلوده بجام صهبا
	رندی گفتا که تا بود جام بدست	دیگر بدعا کسی چه خواهد ز خدا

از زبان میرزا محمد علی ماهر شنیده ام که زلالی با صاحب سخنی دیگر این حکایت را می گفت۔ که شب زمستان بود و یاران در صحرا افروده آمده بودند ناگاه آتش سرد گشت۔ یکی از میان جمع برخاست که چوب پیدا سازد گذرش بجانب گورستان می افتد۔ تابوتی در آنجا می یابد بسر برداشته می آرد۔ یکی در راه پرسید که از عزیزان که مرده است میگوید آتش۔ بس این همه را زلالی در دو بیت بسته وهمیشه در میان سخنوران فخر میکرد که من چنین کارهای دست بسته میکرده ام[۲] و آن این است

شبی رندی در ایّام زمستان	بسر تابوت می برد ی شتابان
یکی پرسید از و کای یار دلکش	که مرده از عزیزان گفت آتش

[۱] ب: حکایت بیدل

نصیحت گری وعظ آماده داشت	نفس گرمِ حرمت باده داشت
که بر الفتِ می بیفشانده دست	خمارِ می فضل نتوان شکست
به بزم طرب دست ساغر کمین	ندارد دعائی اجابت قرین
نخستین کف از جام می ساده کن	دگر خویش را رحمت آماده کن
بجوشید رندی که اے بیخبر	ز حرفی که گفتی نبردی اثر
بمستان ز تمهید انکار می	عیان گشت تعظیم اسرار می
که تا جام می بر کف همت است	دلش هر چه خواهش کند خجلت است
دو عالم بچنگ و دعا خواستن	بساطی است در کوری آراستن
در فقر زن خواه شاهی طلب	زمینائی می آنچه خواهی طلب
دمی کار زو شد زمی کامیاب	دعای دگر گو مشو کامیاب
دلی جای رحم است اگر آگهی ست	بدستی که از جام و مینا تهی ست

[۲] ب: کسی هست در عالم که چنین طبع آزمائی کند یاران موزون طبع همه سر فرو انداختند،

فقیر تمام خلاصهٔ مطالب کتاب منطق الطیر شیخ فرید الدین عطار در رباعی بسته و سوای آن چندان مطالب صوفیهٔ عالیه و حکایات غریبه در رباعی ها بسته در رسالهٔ روائح که در تتبع لوائح مولوی جامی نوشته بتفصیل مرقوم است، در رباعی خود نیز بجهت استشهاد قول خود چون دو گواه صادق در اینجا می آرد.

رباعی
سی مرغ ز شوق بال و پر بکشودند — در جستن سیمرغ هوا پیمودند
کردند شمار خویش چون آخر کار[۱] — دیدند که سیمرغ هم[۲] ایشان بودند

〃
دزدی شب تار کو بکوی گردید — انیچ دری بمقصد دل نرسید
در خانهٔ خویش رفت و کالا دزدید — چون روز نظر کرد متاع خود دید

دیگر رباعی در منقبت گفته ام و این را باعث نجات خود میدانم۔ رباعی
در فضل و کمال مصطفی[۳] بی همتاست — اسلام قوی ز یاری شیر خداست
عین[۴] ایشان نتائج شانند — با جود و الف که یازده[۵] آن پیداست

رباعی بیدل
آن چار خلیفهٔ رسول معبود — کز ابجد و ضبع شان عشر شد موجود
بی نقطهٔ شک بذات یکتا بینی — چون جمع کنند یازده خواهد بود

فقیر رباعی دیگر بهمین مضمون و دو دیگر در منقبت چاریار با صفا فرستاد۔ رباعی
دهمی باشد بذات پاک احمد — تفریق دوازده امام امجد
کین جلوهٔ موجهای دریای صمد — چون سیزده هست آشکارا ز احد

رباعی
اصحاب کبار را کم از هم مشمار — یکلخت یکجان بدان تعصب بگذار
دل را در سر هوای هر چار بود — دال است سر دل و عیان قدر وی چار

---

[۱] د: ودر آخر کار [۲] ه: آنها [۳] ب: رباعیات سرخوش
شاهی پی یاد مرگ هر شام و سحر — میکرد در آگهی بتابوت نظر
چون موی سفید دید روزی در ریش — برداشت ز پیش چشم تابوت دگر
از شمع بسوخت بیگم عالیجاه — درخواست دعا بندهٔ از ملا شاه
گفتا چه گشاید از دعا فقیر ده من — زین حال طبیب را بکن زود آگاه
تیری برسید بر تن مرغ هوا — گفتا که شدت بسوی من راهنما
گفتا ز تو چیزیست بمن پیوسته — جنسی است که آن سوی تو شد بال کشا
[۴] ب: ذات احمد یکتاست [۵] عین انسان نتائج انسانند [۶] ه: سیزده [۷] از دی۔

رباعی

از چار خلیفۂ رسول مختار   قائم شدہ چار رکن دین ابرار
والی کہ بود آخر احمد وال است   بر اثبات خلافت این ہر چار[1]

چندر بھان برہمن[2]

طبعی درست داشت شعر بطور قدما شستہ و صاف میگفت و سلیقۂ انشاپردازی نیز داشت در ہندوان غنیمت بود[3]۔ روزی در پیشگاہ خلافت و جہانداری اورا حکم شعر خوانی شد این بیت تازہ گفتہ بود برخواند ؎

مرا دلیست بکفر آشنا کہ چندین بار   بکعبہ بردم و بازش برہمن آوردم

شاہجہان برآشفت فرمود کہ این بدبخت کافر مرتد است بایدش[4] کشت۔ افضل خان بعرض رسانید کہ این بیت سعدی مناسب حال اینست کہ فرمودہ ؎

خر عیسی اگر بمکہ رود   چون بیاید ہنوز خر باشد

بادشاہ تبسم کرد بطرف دیگر مشغول گشت۔ این را از دیوان خاص بدر کردند۔ این بیت بنام او مشہور است اما بتحقیق پیوستہ کہ از ہندوی دیگر است ؎

بہ بین کرامت بتخانۂ مرا ای شیخ   کہ چون خراب شود خانۂ خدا گردد

روزی مرزا محمد علی ماہر ازوی پرسید کہ این شعر از شماست گفت شاید کہ گفتہ باشم بخاطر نیست،

---

[1] ب: رباعی فقیر سرخوش کہ معنی آن تعلق بحکایتی دارد تا از ان خبر نشود ہیچ وجہ دخل نباشد۔ رباعی اینست

زفتند عزیزان ہمہ زین محفل غم   چون گل ندہم جام می از کف یکدم
خواہم کہ سبو سبو کشم بادۂ ناب   زان پیش کہ در سبو آیم من ہم

قصہ چنین است۔ گویند کہ بر دروازۂ شہر بقالی دکان داشت۔ بر جنازہ کہ از ان دروازہ گذشتی او یک سنگریزہ در سبوی انداختی تا بعد ماہی و یا سالی شمار کند و بداند کہ اینقدر مردہ ازین شہر درین مدت برآمدہ۔ قضارا بعد از چندگاہ او ہم درگذشت۔ شخصی آنجا رسیدہ پرسید کہ بقالی اینجا برای شمار مردہ سنگریزہ در سبوی انداخت چہ شد۔ عزیزی گفت او ہم در سبو آمدہ۔ و در رباعی دیگر عجب حالی بستہ ام و در توحید درست کردہ ام۔ رباعی

باشی بسر حساب گرای ہمدم   وحدت نخورد ز جوش کثرت برہم
در ہندسہ نہ را چون مضاعف سازی   ہر چند کہ بشمری نہ آید برقم

یعنی نہ و نہ ہژدہ میشود و ہژدہ در ہندسہ نیز نہ است۔ باینصورت کہ ہشت و یک نہ است۔ ہمین دستور ہر قدر کسی کہ بشمارد نہ صورت میگیرد۔ و دیگر رباعیات نادر و غریب ہر یک در محل خود قلمی خواہد شد [2] ذکر این شاعر از نسخہ ب افتادہ است [3] د: دیوانی ترتیب دادہ [4] د: جواب بایدش گشت،

انجا هم حریفی بکار برده - چون بیت برجسته از وی یاد نبود بهمین قدر ذکر او اکتفا نموده شد - اشعار راست براست نوشتن فقیر را خوش نمی آید[1]

بهونت رای[2] بیغم بیراگی

مردیست از علائق دنیوی برجسته و از قیدها[3] و منی و توی[4] رسته طبعکی دارد و پیش فقیر مشق سخن میکند و اصلاح میگیرد و کارش روز بروز در ترقیست این چند بیت از فکر اوست ؎

در فضای عشق جانان بو الهوس را کار نیست هر سری شایستهٔ سنگ و سزای دار نیست

دل چو شد بیکار دست از کار باید داشتن کار در بیکاری دل بود و دیگر کار نیست

همچو صبح از جیب دل خورشید می آید برون وه چه جام است این که جمشید می آید برون

مرا ابرو کمانی میکشد در بر و لی ترسم که این در بر کشیدنها چو ناوک در رم اندازد

مده از دست دامان یقین وصل ار میسر نیست که این دلاله هم در خوبی از معشوق کمتر نیست

قصهٔ از کتب هندی در زمین شاهنامه بنظم در آورده و مطالب تصوف را خوب توضیح نموده -

ملا علی رضا تجلی

در زمان سعادت عنوان شاهجهان از شیراز بهندوستان آمده شاعر خوش خیال بود در قصاید و غزلیات و مثنویها معنیهای تازه تلاش کرده و فکرهای بلند دارد و این اشعار از زادهای طبع اوست ؎

فغانم بیتو شبها دلخراشد[5] مرغ و ماهی را بچشم صبح چون داغیست کانداز دسیاهی را

هجر جانسوز چه یکروزه چه صد ساله یکیست نقطه و دائرهٔ شعلهٔ جواله یکیست

در قطره قطره خونم پیکان آبدار است چون استخوان که پنهان در دانهٔ انار است

بکوری بگذرد بمهر رویش عید نوروزم بود بی نور صبحم چون بیاض چشم قربانی

---

[1] فقیر بیتی در نعت و منقبت گفته و مشهور گشته ؎ محمد یکی با علی ولی است چو یک کس که نامش محمد علی است
میرزا بیدل گفت که این بیت بنام میر حشمتی شنیده ام گفتم حشمتی صاحب این تلاش را نیست - شاید توارد شده باشد من خود بگفتهٔ شما دست ازین برداشتم - هردو داخل ثواب شدیم - یک بیت برهمن اندک مزه داشت نگارش یافت ؎
چه اختلاط بارباب عقل شیدا را بطور خود بگذارید لحظهٔ ما را

[2] نامش بهونت رای فقط در نسخه (ا) نوشته است - در دیگر نسخه ها محض بیغم بیراگی مرقوم است - اما ذکرش از نسخه ب افتاده است

[3] د: ها ی [4] و توی د: [5] د: می خراشد د: یکساله -

بسکه دارد عضو عضوم بوی خواهش سوی دوست — پای خواب آلوده ام در خواب بیند کوی دوست

بیتو از چشم ترم شورش جیحون پیداست — چون رگ لعل مرا هر مژه در خون پیداست

بسکه در وحشت غبارم یاد رویش نقش بست — گرد تصویر او شد هر کجا گردم نشست

بیتو بر من ماهتاب امشب شب دیگر شده است — نور شمع چون طلائی گشته خاکستر شده است

محبت شمع فانوس است کی پوشیده می ماند — غم تو عاقبت در پرده رسوا میکند ما را

چکد بدامنم از دیده لخت دل با اشک — برنگ شعله که با روغن از چراغ چکد

مرا هم مشرب پیمانه دارد روز و شب دوران — بود گر سرنگون جامم همان لبریز خوناب است

محمد تقی

انانه گویانست اما بر حقیقت حالش کماهی اطلاعی نیست. یک بیت او از زبان میر معز یافته اینجا ایراد می یابد

مست نازی و سر خانه خرابی داری — از سر کوچهٔ ما میگذری خوش باشد

عبداللطیف خان تنها

دیوان صوبه پنجاب خواهرزاده میرزا جلال اسیر فکر شعر بلند و طبع انشا پردازی رسا داشت. این چهار بیت از زادهای طبع اوست

یارم بکنج غمکده تنها نشاند و رفت — گفتم که من غبار تو دامن فشاند و رفت

بی داغ عشق خون رود از چشم دل مرا — آید بگریه طفل چون خاموش شد چراغ

بلند از جور چشم او چو مژگان گشت فریادش[2] — ز خاموشی چو حال سرمه را آهسته پرسیدم

خشکی زاهد شود از گریه رسوا بیشتر — میشود از بارش دی جوش سرما بیشتر

بتی دارم که بر بالای همچو سرو گلفامش — قبا چسپان بود از بسکه شیرینست اندامش

بجز ساغر چو موج باده کی گردد زبان من — برنگ شیشه از می مغز دارد استخوان من[3]

---

[1] در نسخه ج: تخلص این شاعر تائب نوشته است [2] ا: چو؛ ج خ [3] این جا نسخه ب و ه: بیت ذیل نیز دارد.

جز بکشتن نشوند اهل جهان صاف بهم
صیقل آئینه گرد صف جنگ است اینجا

میر تشبیهی[۱]

همین یک بیت رسمی از و بگوش خورده[۲] ؎

مست آنچنان خوش است که گوید بروز حشر | من کیستم شما چه کسانید واین چه جاست

دو بیت فقیر نیز باد اگفته[۳] ؎

مست آنچنان خوش است که هنگام صبح حشر | چون سر کشد ز خاک بگوید پیاله کو

کسی به حشر ز اندوه پاک بر خیزد | که با پیاله چو نرگس ز خاک بر خیزد

حافظ محمد جمال تلاش[۴]

سرگرم کار است و فکرش خالی از تلاش نیست پیش فقیر عشق سخن میکند از وست ؎

بسکه در خون تحیّر غوطه زد اندیشه ام | چون رگ یاقوت خوابیده است پای ریشه ام

خانه زاد این وفا را ناله می باشد مدام | شیون ایجاد است چینی ماتم فغفور را

بروز عید هر شاه و گدا گم میکند خود را | تو رفتی بر سمند ناز و من از خویشتن رفتم

میر مفاخر حسین ثاقب[۵]

عموی میر محمد زمان راسخ از سادات نجیب است طبع معنی یاب و ذهن سلیم دارد و خوش فکر و صاحب تلاش است[۶]. در سرهند سکونت داشت و همانجا در گذشت از وست ؎

نیست پیدا سعی ما از عشق دامنگیر ما | گم بود آواز پا در شیون زنجیر ما

غبار پرده نه نشیند بسیما آفتابش را | که شوخیهای رنگ از رخ براندازد نقابش را

رهرو را رهنما افتادگیها می شود | هر کجا پای بلغزد جاده[۷] پیدا می شود

ز بسکه طاعت آلوده با گناه کنم | بسجده همچو نگین نامه را سیاه کنم

قطع امید دهد قوت بازوی طلب | بر پر ریخته پرواز توان کرد انجا

دستگیری غربت بهاست جلوهٔ من | چو موج ریگ روان گرد راه خویشتنم

---

۱ ج: ملک تجار ۲ ب: دیگر بر احوالش اطلاع نیافته ام ۳ این ابیات سرخوش فقط در نسخه ا است ۴ ه: حافظ محمد جلال تلاش ۵ ج: میر محمد مفاخر جام - د: میر مفاخر حسین ثاقب ۶ ب: فقیر را یکمرتبه باوی اتفاق افتاده - دیگر بر احوال او اطلاع ندارم که کجا رفته وچه شد ۷ ه: راه -

روزگار عمر ہمت کرد در چشم سیاہ — پر غبار از دامن افشاندہ شد کاشانہ ام
اشک چشم سرمہ آلودم درین سرگشتگی — شام غربت میبرم باخویش ہر جا میروم
بذوق نالۂ امروز میتوان جان داد — کہ عندلیب سرودی بیاد مستان داد
میبرد از دست امشب بادۂ لعلی مرا — آنکہ در دِتہ نشین خندۂ زیر لبست

جہانگیر بادشاہ

باوجود مستی و بی پروائی و شغل جہانبانی و فرمانروائی۔ گاہ گاہ بحسب اتفاق و تکلیف وقت زبان الہام بیان را بگفتن رباعی و بیتی و مصرعی گلفشان میکرد و طبع عالی دشوار پسند خوردہ گیر و دقت آفرین داشت گویند روزی شاعری قصیدہ در مدح این بادشاہ عالیجاہ گفتہ آورد و شروع در خواندن کرد ہمین کہ پیش مصرع مطلع برخواند ع

ای تاجِ دولت برسرت از ابتدا تا انتہا

فرمود کہ از عروض و وزن و تقطیع شعر خبرداری۔ گفت ندارم۔ بزبان مبارک راند اگر عروضی میبودی گردنت میزدم۔ شاعر[۲] متحیر درماند کہ آیا چہ خطا واقع شدہ۔ پیشتر[۳] خواند فرمود کہ این مصرع را وقتیکہ تقطیع کنند چنین بوزن در می آید۔

ای تاج دو مستفعلن۔ لت برسرت مستفعلن از ابتدا مستفعلن۔ تا انتہا مستفعلن

بدیہی است۔ شاعر را باید کہ از ہمہ قبائح شعر باخبر باشد۔ خانخانان غزل ملا جامی راطرح کردہ بود کہ این مصرع از انسیت ع

بہرِ یک گل منت صد خار می باید کشید۔

بندگان حضرت عالی در باغی نشستہ بودند ہوائی ابر و وقت بادہ نوشی بود بدیہہ این مطلع فرمودند

جام می را بر رخ گلزار می باید کشید — ابر بسیار است می بسیار می باید کشید

این دو رباعی از زادہائی طبع مبارک است۔

ای آنکہ غم زمانہ پاکت خوردہ — اندوہ دل وسوسہ ناکت خوردہ
مانندۂ قطرہائی باران بزمین — جا گرم نکردہ کہ خاکت خوردہ

---

[۱] این دو بیت در بعض نسخہ ہانیست ۷۵ ب: در گرداب حیرت افتاد ۳۵ ب: از ردی الطاف پیشتر طلبیدہ فرمودند ۷۵ الف: جام مل

هرکس بضمیر خود صفا خواهد داد　　آیینهٔ خویش را جلا خواهد داد

هر جا که شکستهٔ بود دستش گیر　　بشنو که همین کاسه صدا خواهد داد

وقتی ماه نو عید را دیده این مصرع بر زبان مبارک راند ع

هلال عید بدور افق[1] هویدا شد

مخدرهٔ معلی نور جهان بیگم که او نیز طبع موزون و فکرهای بلند و رسا داشت - بدیهه مصرع آخرش رساند ع

کلید میکده گم گشته بود پیدا شد

بادشاه تحسینها کرد الحق مصرع خوبی رساند - روزی بادشاه پیراهن با تکمه های لعل پوشیده بود بیگم این بیت برخواند ؎

ترا نه تکمه لعل است بر لباس حریر　　شده ست قطرهٔ خون منت گریبان گیر

مستحسن و پسندیده افتاد - غرض که عهد جهانگیری عجب عهدی بود - عیش و عشرت در عالم بدرجه کمال بود هر کسی خاطر جمع داشته و فراغ بالی طبع عالی بادشاه عالم پناه در همه اثر کرده - مرفه و آسوده حال بسر میبردند - روزی در شکارگاه آهوی بسیار سیر کرده - درین اثنا یوز[2] خاصه آهوی سیاه را افگند بر زبان مبارک رفت ع

چیتهٔ[3] بادشاه زد کاله

یعنی یوز بادشاه سیاه آهوی را افگنده - ابوطالب کلیم حاضر بود - مصرع دیگر بدیهه رساند ع

گشت صحرا ز خون[4] او لاله

پنج هزار روپیه از بهلهٔ[5] خاص همانجا انعام شد - سبحان الله چه همت و چه بخششها - حق تعالی ما را در زمانهٔ انداخته که هر چند زمین را با آسمان دوختم روی ولی یعنی توجهی هم از کسی ندیدم - تا به صله چه رسد ؎

بران گروه بباید گریست کز پس ما　　حکایت کرم روزگار ما گویند

یکی از صاحب همتان زمانهٔ[6] ما همت خان بود - فقیر مدتی خدمت او کرده - ساقی نامه و تعریف خمخانه در مدح او گفت - دران مثنویها داد معنی یابی داده تلاشها کرده - این دو بیت از خمخانه است ؎

---

[1] ه: بر اوج فلک [2] ب: پلنگ [3] ه زخون پر از لاله [4] بهله پوستی باشد که باندام پنجه پوست دوزند و میرشکاران بر دست کشند و باز و شاهین و چرغ را بدست گیرند (هفت قلزم) [5] ب: بخشی الممالک -

سر انگشتش بجود از یک اشارت دهد سرمایهٔ دریا بغارت

به دُردی همتش دستی رساند که آبی بسته را ناپاک داند

یکروز[۱] مهربان شده فرمود که چوبداری رفته خانهٔ میرزا اسمر خوش دیده بیاید. رو بمن کرده گفت یکدست خلعت و یک راس اسپ برائی شما علیحده کرده ام چون محقّر بیست بخانهٔ شما می فرستم. دیگر روز تغافل زد. چندروز فقیر از خانه بر نیاید که مبادا عطیهٔ ایشان بیارند و مرا در خانه نیابند. انتظارها کشید آخر معلوم شد که قول آن ترک بکار برند که شاعری در مدحش قصیده گفته آورده سر مجلس برخواند. ترک شنیده محظوظ شده گفت فردا بیا چند من غلّه[۲] بتو میدهم. شاعر خوشحال شده دم صبح باربردار و جوال و ریسمان بمدد خانه اش برد. ترک از خواب بیدار غ برخاسته بیرون آمد. شاعر گفت. بموجب فرمودهٔ (شما) باربردار وغیره لوازم برائی بردن غلّه آورده ام امیدوار عنایتم. گفت عجب مرد ابله بوده. تو دیروز حرفی گفتی مرا خوش آمد من نیز حرفی گفتم ترا خوش آمد. باربردار و جوال و ریسمان چه دخل دارد. فقیر نیز بیک رباعی رسوائی عالمش ساخت.

ای نیچه نوز دامن همت دور بر دولت بی فیض نما غنت مغرور

بی همتی و نام تو همت خانست برعکس نهند نام زنگی کافور

عاقل خان ناظم صوبه شاهجهان آباد بطالع ما از اسخیای روزگار بود. روزی که هزاری اضافه بی تلاش و تردّد برائی این آمد. قصیده برسم تهنیت و مبارکباد گذرانیدم مطالعه نموده نفس بر نیاورد گویا جان بحق تسلیم کرد. فقیر تاریخی گفت ؎

خان عاقل خطاب جاهل دل که چون اونیست غافل و نادان

بگذرانده قصیده در مدحش بستد و خواند چند بیت ازان

نقش دیوار شد بفکر صله ماند حیران چو صورت بیجان

شد یقینم که سر دگشت و بمرد ورنه میشد زبانش گرم بیان

سال تاریخ فوت او جستم گفت هاتف بمرد عاقل خان

تاریخی برائی اضافهٔ آن بی خیر و برکت نیز گفتم. قطعهٔ تاریخ

---

[۱] این عبارت تا آخر در بعض نسخه ها نیست [۲] ب: غلّه گندم بتو صله این میدهم۔

چون ہزاری اضافہ عاقل خان	یافت ناکردہ کوشش مطلق
دل بصد حیف گفت تاریخش	آہ آمد اضافۂ ناحق

دیگر از کریمان عصر ما۔ خواجہ بختاور خان بود۔ سرای نزدیک بہ دہلی[1] آباد کردہ۔ بختاور نگر نام نہادہ و جمیع شعرای پای تخت را تکلیف تاریخ آن نمودہ۔ تاریخ ہیچکدام پسند نیفتاد۔ فقیر خاطر خواہ تاریخی گفت۔ از بادشاہ تا عمرای عظام ہر کہ شنید خوش کرد و ہمان تاریخ بر کتابہ آن سرای کندیدند۔

در ہمایون عہد عالمگیر شاہ	زیب تاج و تخت و فخر دین و داد
بہر تعمیر سرائی دلکشا	خان بختاور کف ہمت کشاد
رو نقش از گلشن[2] مسجد فزود	آبروئی دیگر از تالاب داد
چون شد این معمورۂ دلکش بنا	عقل بختاور نگر نامش نہاد
خواست طبع سرخوش از جام سخن	سال اتمامش ز فیض بامداد
شاد و خورم رو بر آمد راہرو	گفت بختاور نگر آباد باد

روزی از راہ خوش طبعی گفتم کہ آنچہ برین سرای خرج شدہ ربع آنرا خود ہر آئینہ سزاوارم کہ بیبالم گفت البتہ مطلب از ساختن رباط و سرای نام است۔ کہ در عالم بماند۔ زر ما خرج کردیم و در و نام شما نیز شریک پس نصف زر از شما باید گرفت[3]۔ روزی رباعی باین صنعت و خوبی گذرانیدم گفت از اتفاقات است۔ رباعی

ای نام خوشت نقش ضمیر سرخوش	مدح تو ہمیشہ دلپذیر سرخوش
دست از حالش مدار گر[4] معد ہست	بختاور خان و دستگیر سرخوش

روزیکہ این رباعی گذرانیدم التفات ظاہری بسیار کرد۔

ای باطن تو ز راز شاہی آگاہ	بختاوری[5] از نام تو روشن چون ماہ
تو پیر و شاہ و شاہ بود پیر و حق	شاہ سایۂ کردگار و تو سایۂ شاہ[6]

باوجود این ہمہ بی فیضی ہا فقیر بعد فوت او تاریخی ہم گفت

---

[1] ب: بدہلی [2] ب: از گلشن و مسجد [3] ب: سر فرو افگندم و گفتم راست می فرمایند [4] ب: چون [5] ب: ماہ
[6] ب: فرمودند بیک واسطہ مارا ہم سایۂ خدا گفتہ۔

دریغ از جهان بخت ورخان گذشت | نماند آب ورگلستان سخن
خرد خواست تاریخ فوتش ز دل | بگفتا[۱] که کو قدر دان سخن

این قصه بآن می ماند که شاعری در مدح دولتمندی قصیده گفته گذرانید ترشحی از سحاب کرمش ندید بعد از چندین مثنوی بنام او گفته آورد هیچ التفات نکرد باز قطعه مشتمل بر عرض احوال خود آورد چیزی او را نه بخشید. باز آمده بر در خانه اش نشست - آن دولتمند دون همت دید. گفت عجب حریصی بوده قصیده گفتی چیزی ندادم. مثنوی گفتی - محروم برگشتی. قطعه آوردی هیچ نبردی. حالا بچه امید بر در خانه من نشسته. گفت نشسته ام که بمیری و مرثیه ات نیز بگویم -

درین دار الخلافه میر ابوعلی امجد خان بخشی واقعه نگار صوبه. صاحب احسان وفیض رسان است فقیر وقتیکه بوعلی بود قطعه گذرانید. قطعه

بوعلی آن سید عالی نسب | با لعلی هست ولی بن ولی
شیر بود بچه شیر ژیان | بوی علی یافتم از بوعلی

مهربانی[۲] زبانی بسیار فرموده - چون بخطاب پدر که امجد خانی سرفراز شد. روز محله[۳] خود این رباعی برسم تهنیت و مبارکباد گذرانیدم - رباعی

نازندم که شده اختر دولت تابان | صبح اقبال وجاه گشته خندان
چیزی که بجا شده همین شد بجهان | کامجد خان شد نتیجه امجد خان

بمطالعه در آورده خوش وقت شد. فقیر را نزدیک تر نشاند - از جمله سه اسپ فقیر یکی را برطرف[۴] نمودند هر چند الحاح کردم که دو ساله طلب در سرکار است. عوض این اسپ میسر نخواهد شد که این محله خود بحال باشد - اسپ دوم چاق وجوان است. ع

بدان را به نیکان به بخشد کریم

مفید نیفتاد - فقیر نیز یک رباعی هجو در کار دولت ایشان گفت - رباعی

امجد خانی که نیستش بخشش یاد | از دولت او کس نرسیده بمراد
گویند بمداح مار زر می بخشد | این بی همت مرا جز آزار نداد

---

۱ بگو قدر دان سخن ۲ این عبارت فقط در نسخه (ا) است ۳ و ۴ همچنین در همه نسخه ها -

یک امیر در عہد ما نواب بخشی الممالک روح اللہ خان مرحوم بود کہ ہجو کنندۂ خود را نہال کردہ۔ گویند عبداللہ بیگ نام منصبداری قطعہ در ہجوش از راہ واسوختگی نظر بر رتبہ و اعتبار سکندر خدمتگار انداختہ مشہور ساخت مصرع آخرش اینست[۱] ع

رفتہ رفتہ این قطعہ بہ نواب رسید مطالعہ نمودہ فرمود کہ او را حاضر سازند۔ چون بخدمت آمد آن قطعہ را بدستش داد و بگفت این شما فرمودہ دید۔ رنگش پرید عرض کرد کہ نواب سلامت این گہ را من خوردہ ام۔ تبسم کرد و گفت پریشان حال ہم بسیار خواہی بود۔ گفت نواب سلامت پریشانی و درماندگی من خانہ خراب را باین کم طالعی و بی سعادتی رہبر گشتہ۔ فرمود کہ مراتب او بر نگارند ہمراہ بردہ بنظر انور گذرانیدہ اضافۂ دو چند و خدمت واقعہ نگاری جای برایش گرفتہ و بخانہ آمدہ یک اسپ و خلعت خاصہ و ہزار روپیہ از طرف خود انعام دادہ رخصتش فرمود۔ دران ایام کہ خدمت خانسامانی سرکار عالم مدار داشت فقیر در مدحش قصیدۂ بزمین قصیدۂ شاہ طاہر دکنی ع

تنگ چشمان شگوفہ چون سپاہ ازبک

در اہل سخن آن قصیدہ مشہور است۔ گفت۔ یک بیت فقیر اینست ؎

ترک شوخی نکند زان سبب استاد ازل ہیچو اطفال کشیدہ است فلک را بفلک

معرفت میرزا کاظم منشی و میر غیاث الدین منصور فکرت فرستاد۔ این ہر دو بزرگ باحسن وجوہ گذرانیدند و نقلی نیز در میان آوردند کہ چون ملا وحشی جواب این قصیدہ را گفت فرزندان و مریدان ملا شاہ برآشفتند پیش یک صاحب سخن رفتہ شکوہ کردند کہ ببینید بی ادبی ملا وحشی را کہ قصیدۂ شاہ بابا را جواب گفتہ۔ آن عزیز گفت کہ بی ادبی دیگر آنکہ بہ از شاہ بابا گفتہ۔ نواب خوش وقت شد برای فقیر خدمتی کہ دلخواہ بود تجویز فرمود۔ حاکم معزول پیغام داد کہ اگر بحال شوم دو ہزار روپیہ نذر میگذرانم۔ فرمود کہ حالا بسر خوش دادم۔ بیست و ہفت سال است کہ بسبب آن خدمت در دار الخلافہ باسودگی تمام بسر بردہ ہزاران بہم رسانیدہ و خوردہ۔ خدا ایش غریق رحمت کناد۔

دیگر از زبدۂ امیران حافظ نور محمد میر سامان سرکار نواب گوہر آرائی بیگم۔ مرد جواد زمانہ ماست چون فیلی از حضور باو انعام شد فقیر این رباعی گذرانیدہ۔ رباعی

---

[۱] فحش است لہذا حذف شد۔

چون کرد شہنشاہ عنایت ز حضور — فیلی کہ از و چشم بد دوران دور
شد جلوہ نما انور محمد بر وی — چون نور تجلی خدا بر سر طور

خواند و بر سر گذاشت و برخاست فقیر سر فرد افگندہ برخاستم۔ چنانچہ کلانوتی بامید تمام پیش امیری رفت و سلامی کرد آن امیر نیز دست بر سر گذاشت۔ کلاونت برگشت و گفت برابر شدیم حالا چہ گویم و چہ توقع ماند؂

نی شمع بمحفلی نی گل در چمنی — بنگر بچہ روزگار افگندہ مرا
در تیرہ خاک ہند کریمی ندیدہ ایم — از طوطیان کریم کریمی شنیدہ ایم

دیگر از آشنای رازہای قدیم فقیر شیخ سعد اللہ نو مسلم کہ بہ پیش دستی دیوان خالصہ شریفہ سرافرازی دارد و پدر و عمش کہ خواجہ رام رای ہردمی تخلص ہمسایہ بودند با ہم دوستی داشتیم۔ چون این ناخلف بدولت رسید و برای بعضی خویشان و آشنایان خود خدمتہا فرستادہ۔ فقیر را نیز ہوس شد برای بعضی مطالب ضروری دو کلمہ بوی فرستادم۔ کتابت وا نکرد۔ تا بجواب چہ رسد۔ ہر چند گذرانندہ ابرام نمود۔ گفت فرصت ندارم فقیر نیز قطعہ و رباعی باین مضمون گفت۔ قطعہ

نحسی کہ روی[1] او نہ نماید خدا بکس — سعد اللہ است بر غلط امروز نام او
چون کور کش بدست فتد صیدی از قضا — ناگہ فتاد وحشی دولت بدام او
از سادگی نوشتمش احوال خویش را[2] — این بادہ راز سہو فگندم بجام او
دم بر نیاید[3] ش بجواب کتابتم — گویا کہ سرمہ ریخت سواد ش بکام او

رباعی

ای سعد اللہ بانحوست منسوب — حاصل نشد از تو ام جواب مکتوب
انشاء اللہ در ہمین نزدیکی — بینیم چون چنز بہ مرح ترا ہم مغضوب

اگرچہ ہجو گفتن شعار نیست و زبان را بمذمت این ناکسان آلودن عار میداند۔ و مقرر شعر است کہ قابل مدح را قابل ہجو نیز می دانند۔ و دولتمندان این زمانہ نہ قابل مدح اند و نہ قابل ہجو اما بہر حال ہجو شان لازم است؂

جز ہجا کلک سزاوار نیست — مار کہ زہر ش نبود مار نیست

---

[1] د: صورتش [2] د: خویشتن [3] د نیاید ش۔

ع

گاو یست زمین گرفته بر شاخ | بر پوزش[1] عقربی نمایان
پیچد بسرش چو باد نخوت | نیشی زندش بامر یزدان
آن گاو به پیش اهل دانش | صاحب دولت بود بدوران
این هم ز غرور حشمت وجاه | بر تابد چونکه سر ز فرمان
بر پوزش نیز هست لازم | نیش هجوی ز نکته سنجان

استغفر الله سخن در کجا بود و بکجا کشیده ام - باز بر سر مدعا -

آصف خان جیو[2]

از امرای[3] جهانگیر شاهی بود سلیقهٔ سخنوری نیز درست داشت - از مثنوی خسرو شیرین صاحب دیوان است - دو سه بیت از و بسیار مشهور است ع

ز شوقش[4] آنچه آنجا دید فرهاد | مرا اینجا قلم از دست افتاد

در استدعای فرهاد وقت جان کندنش گفت ع

بتو دارم سپهرا حاجت نو | که عمر جاودان بخشی به خسرو
کنون جز این غمم دامن نگیرد | که جز من در غم او کس نمیرد

از دیوانش نیز شعری شنیده شد ع

هر کس که شبی نشست با تو | بسیار بروز ما نشیند

مرزا عبد الرحیم جلیشی[5]

شاگرد ملا خیالی است - محمد علی ماهر و این هر دو پیش ملای مذکور مشق سخن میگذرانیدند از وست ع

کسی که دل تو زگیرد کجا نگهدارد | من و دل از تو گرفتن خدا نگهدارد

---

[1] پوز بمعنی بینی چهارپایان [2] تخلص این شاعر در بعض نسخه ها مختلف است - چنانچه در ج: جانی است و در ب و ه: جعفر - اما جعفر صحیح است - رجوع شود به مجمع النفائس - خان آرزو [3] ب: از امرای اکبر شاهی بود در اوائل عهد جهانگیر شاهی ودیعت حیات سپرد [4] ج: ز شوق آنچه آنجا دید فرهاد - همچنین در مجمع النفائس [5] تخلص این شاعر و هم تخلص استادش در همه نسخه ها مختلف است - چنانچه ج: جنت - ا: جشنی - ب: چشتی - اما جلیشی که از نسخه د: گرفته شد صحیح است - رجوع شد به مجمع النفائس - همچنین تخلص استادش در نسخه ب: حالی و در د: حیاتی در ج: جامی و در ه: جلالی است - فقط در نسخه ا: خیالی است و این صحیح است مطابق مجمع النفائس -

آقا نجف قلی[1] جرأت

طبع رسا داشت از وست ؎

انجم افروز شب از ناله جانکاه منست   آسمان[2] کاغذ آتش زده آه منست

میرزا محمد ایوب جودت

سرامد صاحب کمالان و سر حلقهٔ سخنوران است. مضامینش همه بلند و معنیهاش عالی. حافظه اش بمرتبه تمام و مدرکه اش بدرجه کمال. در قصاید و غزل و رباعی داد تلاش میدهد من اشعاره ؎

دلی دارم که دارد خار خار از یاد گیسویش   برنگ خار ماهی شانه میروید ز پهلویش

نه تنها زلف او دارد گره در خاطر عاشق   که برگردیده است از من چو مژگان هر سر مویش[3]

چه امکان دارد از لعل تمنا گرد مطلب ها   شرار آتش یاقوت باشد حرف آن لب ها

چه غم او دوست بر دناله دارد داغ هجرانم   چو طاوس آفت از صرصر نباشد در چراغانم

راز خلق افشانه سازد هر که ترسد از خدا   بند بند از هم جدا شد قرعهٔ رمّال را

ز رفعت بیشتر باشد صلابت خاکساران را[4]   ز بالا هر که می بیند سوی پستی هراس آید

کیست کز جادهٔ چاک جگر آگاه بود   ورنه تا دوست رسیدن چه قدر راه بود

هنر را آنقدر الفت بجسم ناتوانم شد   که جوهر دار چون دندان ماهی استخوانم شد

مردان ازین بیابان رفتند لنگ لنگان   بنگر که پای چوبین منصور از دار است

بزرگان را بود اسباب شهرت مایهٔ نقصان   بچشم ماه نو در شیشهٔ افلاک مو باشد

علاج سوز پنهانم ز افلاطون نمی آید   که هضمم از طپیدن ماند چون یاقوت تب دارم

دلی بی کینه دارم که جز الفت نمی داند   بود یکسورهٔ اخلاص قرآنی که من دارم

حکیم حاذق

از امرای معتبر بادشاهی بود و دیوانی ضخیم ترتیب داده اشعارش بطرز قدما راست براست است و این بیت او خالی از دردی نیست. و در سخنوران مشهور است ؎

دلم هیچ تسلی نمی شود حاذق   بهار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم

---

۱ ب ج: نجف علی جرأت ۲ ه: آسمان کاغذ آتش زده از آه منست ۳ ب: که برگردیده از من بحجه مژگان هر سر مویش ۴ ب: خاکساری را،

ودرین دو بیت نیز تلاشی کرده مشهور است واز لطافت خالی نه ؎

بلبل از گل بگذرد گر در چمن بیند مرا[۱] — بت پرستی کی کند گر برهمن بیند مرا

درسخن پنهان شدم مانند بو در برگ گل — میل دیدن هرکه دارد درسخن بیند مرا

وله — نمود فاش بد انسان که گوشهان شنید — سکوت من سخن نارسیده برلب را

حسین مشهدی

خوش فکر بود این دو بیت او از میر معز شنیده شد ؎

یاقوت با لب تو دم از رنگ میزند — این خون گرفته بین که چه بر سنگ میزند

از تو تا دوست یک نفس راه است — تو حجابی وحجر الله است

میر حشمتی[۲]

در اکبر آباد یکشب بادی اتفاق صحبت افتاده بود. با شیدا صحبت داشته دیوانی فخیم بطرز قدیم دارد ویک بیت او اندک مزه دارد ؎

موی سر کردم سفید وهیچ کارم سر نشد — دست و پای میزنم اکنون که آب از سر گذشت

روزی نقل کرد که شیدا تلاش بستن الفاظ غیر متعارف بسیار داشت روزی بمن گفت میر تو در شعر جای شکسته بند آورده. گفتم گردن شما بشکند شکسته بند بیارم[۳].

محمد بیگ حقیقی

در گجرات بسر میبرد طبعی درست داشت از وست ؎

در حقیقت دگری نیست خدائیم همه — لیک از گردش یک نقطه جدائیم همه

---

[۱] ج وه: روزی پیش ملا شیدا این مطلع خود را برخواند ؎ بلبل از گل بگذرد گر در چمن بیند مرا. بت پرستی کی کند گر برهمن بیند مرا شیدا گفت صاحب این شعر در امردی گفته باشند حکیم برآشفت واورا در حوض غوطه ها داد. بیت دومش نیز خالی از ادائی نیست ؎

درسخن پنهان شدم مانند بو در برگ گل — میل دیدن هرکه دارد درسخن بیند مرا

[۲] ب: این ۵۳ الف: میر حشمت. ب وه: میر حشمی[۴] در اوائل مشق بسن یازده سالگی مطلع گفته بودم ؎

بر چشم او خطی نه ز ابرو کشیده اند — مدی بود که بر سر آهو کشیده اند

بالای چشم ابروی مشکین آن غزال — مدی بود که بر سر آهو کشیده اند

یاران از دیوان فیضی مصراع آخر برآوردند وفقیر ازین بیت خاقانی بفکر این قسم معنی افتاده بود که گفته است ؎

استاده بفرق شه کامیاب — چو مدّ الف بر سر آفتاب

یاران در جواب این مطلع فکرها کردند۔ محمد فاروق باری مطلع رسانید ؎

قطره بگریست که از بحر جدائیم همه ... بحر بر قطره بخندید که مائیم همه

گویند روزی مست بخانهٔ آمد که در آنجا گذرپه‌یان بود۔ شیشهٔ سبز پر از شراب سرخ[۱] در دست داشت نظر بر آن کرده گفت ع

چه رنگ است این چه رنگ است این چه رنگ است

از گوشهٔ خانه که آنجا هیچکس نبود آواز بر آمد ع

بمینای زمرد گون می لعل

چنانچه همه حاضران مجلس بشنیدند۔

شیخ محمود[۲] حیران

می خواست که بتقلید ناصر علی راه رود۔ راه اصلی خود هم گم کرده۔ حیران است ؎

آهو شنیده ایم و ندیدیم جز رمی ... نقش جهان بگردش چشم که بسته اند

امشب[۳] که بزم بی رخ تو دل طپیده است ... نور چراغ گردهٔ رنگ پریده است

ره میبرد بگوش نگه چون صدای چاک ... چشم جهان ز شوق تو جیب[۴] دریده است

به نیرنگی دل صد داغ من گردیده پامالش ... که از قصد صد چمن طاوس نقش پا بد بنالش

بخلوتخانهٔ دل رفت و پیدا کرد عالم را ... درین آئینه خود بنشست و بیرون ماند تمثالش

محمد ابراهیم خلیل

محمد ابراهیم[۵] اصالت خان خلف سید مظفر وزیر اعظم والی حیدر آباد خلیل تخلص میکرد و طبعی درست داشت و با فقیر یار بود ؎

قطرهٔ خورشید را حکم چکیدن دهم ... تشنه لب عشق را ذوق چشیدن دهم

عشق بیش از تیغ تیزی کرده است ... بی قیامت رستخیزی کرده است

---

[۱] ب: ارغوانی [۲] ذکر این شاعر از نسخه ب: افتاده است۔ ولیکن این همه اشعار در ذکر محمد بیگ حقیقی مرقوم است [۳] ب: امشب که بزم بی تو رخ دل طپیده است [۴] ه: که [۵] در نسخه ب: ذکر این صاحب سخن بدین طور آمده است محمد ابراهیم خلیل تخلص که اصالت خان خطاب داشت و الحال نجیب خان شده است خلف سید مظفر وزیر اعظم والی حیدر آباد است۔ خان مهربانِ قابل۔ دوست صاحب همت۔ عالی نسب و عیاش طبع و خوش صحبت و خوش خلق و خوش رو است و خوش ذهن۔ با فقیر مولف ستی همسایه و هم صحبت بود۔ گاه گاه فکر شعر هم میکرد

روزی نجابت خان برادر کلانش با ایشان این بیت در خط نوشت

دو نعمت است که بالاترین نعمتهاست | شراب خوردن و در پای یار غلطیدن

فقیر را طلبید رفتم - دیدم که مست شراب است و بر روی سبزه ترمی غلطید مرا دیده گفت که جواب این بیت زود باید گفت که به برادر عزیز نگارم - فقیر بدیهه نظر بحالش کرده گفت

خوش است جام می ناب با تو نوشیدن | چو گل شگفتن و بر روی سبزه غلطیدن

بغافلان طرب برق چشمکی زد و گفت | برون نرفته[۱] ز خود نا خوش است خندیدن

یک از فواید عزلت[۲] خود این بس است | که پا شکسته نیارد[۳] پیاده گردیدن[۴]

میرزا خلیل

جوان قابل و خوش خلق و منشی بطبیعت رسا بود - چندی در ملازمت نواب قدسی القاب زیب النسا بیگم خلف[۵] شاه عالمگیر شرف اندوزی داشت - زیب المنشآت را که تالیف آن بیگم والا صفات است ترتیب میداد[۶] - منه

حاجت بگفتگوی ندارد بیان ما | سوزد چو شمع بر سر حرفی زبان ما

سامان نوبهار بدین تازگی کجاست | رنگ شکسته ریخته وار خزان ما

برای خاطر مجنون بهشت زندان است | هوا یکیست اگر خانه گر بیابان است

غم وطن نبود در دل مسافر عشق | بچشم او چو رسد سرمه صفاهان است

پیرانه سر مخور می گفتیم دگر تو دانی | در ماهتاب منشین با خرقه[۷] کتانی

شبی فقیر در خواب می بیند که مردی بزرگ عصا در دست گرفته استاده است میرزا خلیل مذکور فقیر را ملازمت ایشان میکناند و میگوید که حضرت سلامت سرخوش است شاعر - من از میرزا پرسیدم که این کدام بزرگی است - میگوید که حضرت مرتضی علی ولی الله کرم الله وجهه - من دویده سر در قدم مبارکش میگذارم و دست بر پشت من زده سرم را بر داشته فرمودند که سرخوش همچو تو شاعر در عهد تو کسی

---

۱ د : برون نجسته ز خود ۲ ب : غفلت ۳ ه : بباید ۴ ب : بسیار محظوظ شده هر سه بیت میرزا در جواب نوشت و در صحبت او بسیار عیش ها کردم - خدا سلامت دارد ۵ ب : جبیه کلان ۶ ب : بعد از آن منصب از بادشاهی شد و پیشدست میر بخشی شده چندی خدمت واقع نگاری جائی داشت - حالا ودیعت حیات سپرده - با فقیر بسیار گرمجوشی ها میکرد ۷ ب : در

نخواهد بود۔[۵۱]

محمد حسین خالص

در عهد عالمگیر شاه از ولایت بهند آمده بطرف دکن اکثر گذرانیده۔ قصاید و مثنوی و دیوانی مختصر دارد۔ اشعارش پخته است اما بطرز قدیم۔ این بیت را قوالان در ترانها بسته اند و میخوانند۔ اما میدانستم که از شعرای قدیم است در دیوانش بر آمده ؎

غبار راه گشتم سرمه گشتم توتیا گشتم ـ بچندین رنگ گشتم تا بچشمش آشنا گشتم

بهر صورت که گردیدم نبردم راه در کویش ـ نوای بلبل و بوی گل و باد صبا گشتم

رقیبا من نمی گویم گل و باغ و بهار از من ـ بهار از تو گل از تو هر دو عالم از تو یار از من

مرا ای باغبان از داغ دل برگ و نوا باشد ـ چمن از تو گل از تو بلبل از تو لاله زار از من[۵۲]

نواب عبدالرحیم خانخانان

خلف بیرم خان از امرای عمده و خوانین عظام اکبر شاهی و جهانگیر شاهی بوده در شجاعت و ملک گیری یگانه و در سخاوت و بخشش حاتم زمانه۔ در فهم و فراست ضرب المثل و در دقیقه یابی و ادا فهمی بی بادل و در داد سخن دادن اداها نموده که چشم کسی ندیده و در جود و کرم کارها دست بسته کرده که گوش احادی نشنیده۔ چنانچه تفصیل مداحان و بخشش آنجناب در کتاب "مآثر رحیمی" که میر عبدالباقی تالیف نموده مشروحاً ایراد یافته شیخ فیضی بخشی الممالک اکبر بادشاه در مدحش چنین درفشانی کرده ؎

خانخانان عهد که انعامش ـ طبع را رخصت شگفتن داد

داشت چون اعتماد بر شعرا ـ صله پیش از مدیح گفتن داد

ملا تقی الدین شوستری غیوری تخلص این رباعی در مدحش گفته۔

غیوری ـ خانخانان سر ملائک را تاج ـ آوازه اش از نسیم و گل گیر دباج

---

[۵۱] ب و ه: و فقیر مدتی در تردد بود که قول شاه ولایت چنین است حال آنکه همچو من در عصر من اکثر اعزه هستند۔ میرزا محمد بیگ گکهر که از اهل الله بود۔ گفت که تو هم شاعری و هم عارف صاحب دو صفت کمالی ؎

قرنها باید که تا یک کودکی از راه عقل ـ عارف کامل بود یا شاعر شیرین سخن

میرزا بیدل گفت شاعری عبارت از معنی تازه یا بیست همچو تو صاحب تلاش در عهد تو نیست۔

[۵۲] ج: قطرهٔ ابر چو خالص بزمین آمد گفت ـ خاک بر فرق کسی کز وطن آید بیرون

هر گہ کہ بتخت معدلت بنشیند　　موسیٰ است بطور مصطفیٰ در معراج

صاحب سخنانی کہ دران عصر بودند ہمہ بمدح و ثنای آن سپہ سالار بخت جوان رطب اللسان بودند۔ باد فروشان در اشعار بزبان ہندی مبالغہ ہا از حد گذرانیدہ بصلات و انعامات لائقہ مفتخر و مباہی گشتہ اند۔ خود نیز گاہ گاہ طبع آزمائی میکرد و برباعی و بیتی وو بہرہ زبان را گل افشان می نمود معنیٔ کلام الملوک ملوک الکلام" از عبارا تش واضح و لائح است۔ یک رباعی و یک بیت ایشان بالفعل بخاطر بود قلمی گردید۔

رباعی　　در قصۂ عشق مرد نا گویا بہ　　اندیشۂ عشق و خونِ دل یکجا بہ

تا قدر وصالِ دوست ظاہر گردد　　ہمچو شبِ قدر وصل ناپیدا بہ

ولہ　　نیم فضول کہ جویم وصال ہمچو توئی　　بس است ہمچو منی را خیال ہمچو توئی

فقیر سرخوش در جواب این بیت گفتہ ؎

کجاست درک حقیقت مجال ہمچو توئی　　بود ز خویش گذشتن کمال ہمچو توئی

چون ذکر احوال کریمان محرک سلسلۂ شوق جود و عطاست۔ و باعث سرنگونی مسکان حیلہ گر بی حیا نقلی چند از سخاوت و احسان آن کان کرم بقید رقم در می آید۔

نقل۔ برہمنی بی برگ و نوا بدست یکی از مقربان معروضداشت کہ من و تو ہمزلفیم از حال من اینقدر غافل چرائی۔ نواب سپہ سالار شنیدہ او را طلبیدہ بر پہلوئی خود نشانیدہ و تفقد احوالش نمود وقت رخصت نقد و جنس آنقدر بخشید کہ از ورطۂ افلاس بر آمد۔ مقربان التماس نمودند کہ این ہندو چگونہ نسبت ہمزلفی بنواب دارد۔ فرمود کہ سمپد[۱] و بپتا ہر دو خواہرانند۔ سمپدا کہ عبارت از تونگری باشد در عقد من است و بپتا کہ معنیش مفلسی باشد در حبالۂ اوست۔

نقل۔ گویند ملا نوعی کہ یکی از مداحان این خدیو کشور کشا بود۔ قصاید و ساقی نامہ در مدح آن سپہ سالار گفتہ۔ مکرر صلات و انعام لائقہ یافتہ۔ یکدفعہ بجائزۂ دہ ہزار روپیہ نقد و خلعت خاصہ و یک زنجیر فیل و اسپ عراقی سربلند گشتہ۔ چنانچہ ملا رستمی گوید ؎

ز نعمت تو بنوعی رسید آن مایہ　　کہ یافت میر معزی ز دولت سنجر

---

[۱] سمپد او بپتا ہر دو الفاظ زبان ہندی است۔

زگلبن املش صاچمن گل امید   شگفت تا که بمدح تو خندزبان آور

عرفی ونظیری وغیرہما ہر کہ مدحت این ستودہ زمانہ گفتہ صلہ وجائزہ بکام آرزو یافتہ۔

نقل۔ گویند جہانگیر بادشاہ باد فروشی را بسبب تقصیری فرمود کہ زیر پائی فیل اندازند۔ باد فروش فریاد برآورد کہ بادشاہ سلامت من باد فروشم ضعیف وحقیر چہ لائق پائی فیلم مرا در پای بلبلی وکنجشکی وصعوہ باید انداخت۔ زیر پائی فیل خانخانان را باید انداخت۔ بادشاہ تبسم نمودہ از سر قتلش درگذشت۔ نواب سپہ سالار شنیدہ چند ہزار روپیہ انعام بآن باد فروش فرستاد۔

نقل دیگر گویند باد فروشی شعری بزبان ہندی گفتہ آورد مضمونش آنکہ جفت سرخاب کہ روز واصل وشب ازہم جدا می باشند نر با مادہ میگوید کہ وقت آن رسید کہ شب کہ در میان من وتو پردۂ مفارقت می اندازد وازعالم برطرف شود ما را وصال دائمی میسر آید۔ مادہ گفت چگونہ گفت نواب خانخانان جواد دست بہ بخشش وبذل کشادہ خزائن تمام عالم را بخشیدہ دست بکوہ سمیر می اندازد وزرش را نیز بغارت میدہد۔ شب کہ آفتاب در پس آن پنہان میشود نمی تواند شد در عالم ہمیشہ روز خواہد بود وما باہم یکجا خواہیم بود۔ مقرر اہل ہند است کہ سمیر کوہی است از طلا ومحیط است بکرۂ زمین وبحساب آنہا ہر روز آفتاب در پس آن غروب می شود وہم از افق آن سر بر می زند۔ نواب گنج بخش فرمود کہ چند سالہ عرض کرد سی وپنج سالہ ام۔ فرمود عمر آدمی چند است گفت نہایت صد سال۔ فرمود کہ سی وپنج سال وضع کردہ شصت وپنجسالہ طلب این بحساب پنج روپیہ یومیہ شمار کردہ بدہند کہ تا باقی عمر محتاج کس نماند۔

نقل۔ گویند طعام می خورد وخدمتگاری کہ برسرش ایستادہ مگس رانی می کرد بگریہ در آمد۔ پرسید چرا گریہ میکنی عرض کرد کہ از انقلاب زمانہ۔ فرمود کہ تو چہ کسی وپسر کیستی۔ گفت فلان بن فلان خان۔ نواب بر سبیل امتحان پرسید کہ اگر دولتمند زادہ بگو کہ در مرغ کدام چیز لذیذتر است گفت پوست مرغ۔ نواب رحیم دل فرمود کہ دستہایش بشویند برابر خود بسفرہ نشاندہ ودر صدد احوال پردازیش شد۔ در اندک فرصت بپایۂ دولت رسانند۔ بعد از چندگاہ خدمتگاری دیگر از راہ تقلید بگریست۔ نواب قدردان استفسار احوالش نمودہ۔ ہمان طرز تقریر نمود۔ فرمود اگر صادقی بگو کہ در گاو کدام چیز لذیذتر است۔ مقلد احمق گفت پوست گاو نواب خندہ کرد۔ واو را نیز از

فضل وکرم محروم نگذاشت۔

نقل۔ روزی کہ بحکم جہانگیر شاہ مہابت خان تتقریبی نواب را در قید داشت۔ سر ہائی دو پسر رشید ایشان را بریدہ در خوانی گذاشتہ و خوان پوش انداختہ پیش نواب فرستاد۔ نواب بتلاوت قرآن مجید مشغول بود۔ خوان آوردہ پیش نظرش گذاشتند پرسید کہ چہ چیز است آرندہ عرض کرد کہ نواب مہابت خان خربزہا برای شما فرستادہ چون سر خوانہا وا کردند سر ہائی پسران خود را دید۔ تبسم کرد و گفت مہابت خان برای ما خربزہای شہیدی فرستادہ۔

نقل۔ گویند روزی با راجہ مان سنگھ نرد بازی میکرد و باہم شرط بستند ہر کہ بازی ہبازد یکبار آواز گربہ کند۔ قضارا نواب بازی باخت از جا برخاست و عزم رفتن محل کرد۔ راجہ دامن گرفت کہ شرط ما بجا آرید۔ گفت می آیم۔ درین لفظ ادائی آواز گربہ کرد۔

نقل۔ گویند مصوری شبیہ زنی غسل کردہ نشستہ و کنیزی بر کف پائی او سنگ پا میزند کشیدہ در سر سواری گذرانید۔ یکنظر دیدہ بر بالش پالکی گذاشتہ برای مجرای بادشاہ رفت۔ وقت برگشتن مصور خود را نمودار ساخت۔ فرمود کہ پنجہزار روپیہ بدہند۔ صورت گر عرض کرد کہ تصویر من پنجہزار روپیہ زیادہ نمی ارزد۔ اما صنعتی کہ درین کردہ ام اگر نواب واقف شدہ داد من میدہند میگیرم۔ فرمود صنعت کار تو ہمین است کہ در وقت سنگپا زدن خارشی در کف پای می شود اثر بشاشت ازان در رنگ رخسار ہای این تصویر نمایان کردہ۔ مصور گرد پالکی آن وقیقہ یاب گردید۔

حکایت۔ درویشی ملکی صفات در پرگنہ از جاگیر نواب مدد معاش داشت۔ عامل آنجا سند مجدد ازو درخواست نمود۔ درویش بخدمت نواب آمدہ عرض حال کرد۔ بمنشی امر شد کہ پروانہ در باب معافی محصول این درویش بر نگارد۔ مجلس سرود گرم بود۔ درویش را وجد و حال دست داد برقص آمد و بفرحت تمام چرخہا میزد۔ ہر گاہ از پیش نواب میگذشت۔ در عین حال میگفت کہ پروانہ نوشتند۔ نواب میفرمود می نگارند۔ باز چرخہا میزد و ہر گاہ پیش نواب گذشت در عین حال میگفت پروانہ نگاشتند۔ مہر کردند۔ نواب بتاکید تمام نویسانیدہ و مہر نمودہ بدستش داد۔ بر سر گذاشتہ رقص ہا کرد۔ چون مجلس تمام شد درویش مرخص گشت۔ مصاحبان بخندہ در آمدند کہ عجب صوفی طاماتی بود۔ صوفی در وقت حال باید کہ بی خبر و مدہوش بود۔ نواب گفت

کامل الحال بود چون خطرهٔ پروانه دران وقت در خاطرش بند میشد برای رفع آن میگفت که زود پروانه حاصل شود که وجد بفراغ دل بکنم۔

مرزا خلقی[1]

خوش سخن بود همین بیت ازو بدست افتاد ؎

رسید بر سر بالین بوقت نزع یار — چراغ زندگیم شام مرگ روشن شد

قاسم خان خازن[2]

یک[3] بیت نیز ازو بگوش خورده خالی از ادائی نیست ؎

نگاهم را بدام افتاد عکس شعله پردازی — خمش ای هم نفس یکدم که در صید پریزادم

میرزا رضی دانش

در عهد شاهجهان بادشاه بهند آمده گوی بلاغت از اقران ربوده۔ بسیار خوش اندیشه وصاحب تلاش ومعنی یاب بوده۔ شاهزادهٔ[4] بلند اقبال ولی عهد بادشاه عالم پناه این بیتش راخوش کرده طرح نمود ؎

تاک را سیراب کن ای ابر نیسان در بهار — قطرهٔ[5] تامی تواند شد چرا گوهر شود

هر کس موافق طبع خود درجواب آن تلاش کرده۔ شاهزاده نیز بیتی رساند ؎

سلطنت سهل است خود را آشنائی فقر کن — قطره تادریا تواند شد چرا گوهر شود

من اشعار دانش ؎

رفتی واز اشک بلبل بر چمن طوفان گذشت — روز بر گل چون چراغان شب باران گذشت

خدا از دست دشمن کار محتاجان برون آرد — خم می محتسب بشکست عید باده خواران شد

شکست شیشه ومی ریخته است دلتنگم — بحال برگ خزان دیده می پرد رنگم

دران وادی که من میگردم آبادی نمی باشد — سیاهی میکند از دور گاهی چشم آهوئی

---

[1] ج: میرداعی [2] ج: قاسم خان دیوان [3] نسخه ب: در ذکر این شاعر عبارت ذیل نیز دارد:- "یک دومرتبه اورا درخانه دیدم بسیار برخود مغرور بود۔ ابتذال شعر هر کس برمی آرد۔ کمالش این بود که معنی نابستهٔ نماند۔ فقیر چند شعر خود برخواند۔ گفتم ابتذال برآر۔ درماند تحسینها کرد۔ شاعر پخته بود"
[4] ج: داراشکوه [5] د: قطره تامی میتواند شد چرا گوهر شود۔

همچو دزدی که بباغ از گذر آب رود ___ از رگ تاک بمیخانه رهی پیدا کن

باغ را از رخنهٔ دیوار می بینم مباد ___ باغبان تا در کشاید موسم گل بگذرد

بر سرم آمد ولی بسیار زود از من گذشت ___ دولتِ تیزی که می گویند شمشیر تو بود

تو چون سیل از برِ مستان گذشتی ___ چو صحرا سینهٔ چاکی بما ماند

نشان آب حیاتم چه می دهی ای خضر ___ کجاست سرمهٔ از دیده ها نهان گشتن

فرصتی خواهم که یکشب با تو بزم آرا شوم ___ میکنم تا شمع روشن صبح روشن می شود

کسی در عاشقی هم پیشه را چون من نمی خواهد ___ خورم گر آب شیرینی بیادم کوهکن آید

چون سر زلفش بدستم افتد از خود می روم ___ همچو طفلان اول شب خواب میگیرد مرا

روز وصل تو گم کنم خود را ___ نو بدولت رسیده را مانم[۱]

میرزا رفیع دستور

در اول عهد جهانگیری در گذشته در سخنوری و نکته سنجی دستور العمل بوده - دو رباعی از و بخاطر هست

ای درد تو ام قرین قرین را چه کنم ___ دین پردهٔ روی تست دین را چه کنم

ز اندیشهٔ غیر تو تهی سازم دل ___ فکر تو حجاب تست این را چه کنم

از بهر شهود عکس آن بدر منیر ___ کز وی شده نور دلبری عالمگیر

عالم همه آینه و انسان در وی ___ جامی است ز آئینه که شد عکس پذیر

ملا دانا

بعنوان نشیگری در سرکار[۲] امرای عظام بسر میبرد - صاحب تلاش و معنی یاب بوده - این چند بیت از زادهای طبع اوست

در عشق اهلبیت بتقلید گفتگو ___ این راه را چو سایه بپای کسان مپو

بر بند سنگ بر شکم از فاقه چون گهر ___ بفروش خویش را نگهدار آبرو

اضطراب اندر سخن عیب است دانا چون هلال ___ مصرعهٔ برجسته باید گو پس از ماهی رسد

---

۱ ب: لب تشنه تیغیم بگو قاتلِ ما را ___ کو آب که شیرینی جان زد دل ما را

۲ ب: در سرکار امیر خاں نسلک بود -

محمد امین ذوقی[1]

صاحب مذاقِ چاشنیِ سخن بوده - یک بیت ازو بیاد است ؎

گناہم راعذابی بایدازدوزخ فزون ترسم — کہ سوزاندم بداغ ہجر فردای قیامت ہم

عاقل خان رازی[2]

در[3] عنفوان جوانی مشق شعر کرده کتاب مرقع درزمین مثنوی مولوی بتقلید عارفان گفتہ بیشتر مطالب نسخۂ امواج خوبی بنظم آورده - چند تصنیف بی مزه دیگر ہم دارد این دو بیت ازوست ؎

عشق کہ آسان نمود آه چہ دشوار بود — ہجر کہ دشوار بود یار چہ آسان گرفت

تنہا نشستہ ایم و طلبگار چون خودیم — مکتوب اشتیاق بعنقا نوشتہ ایم

میرزا احسن بیگ رفیع

پیش نذر محمد خان والی توران بخدمت منشی گری علاقہ داشت - چون بہند آمد بادشاه قدردان شاہجہان اورا بمنصب پانصدی سرفراز ساخت و در عہد عالمگیر شاه بخدمت دیوان بیوتات کشمیر شرف اندوز گردید آخر در دار الخلافہ باجل طبعی درگذشت[4] - چون بادشاه اورا خدمت جائی میفرمود - بزودی تغیر نموده بحضور می طلبید این بیت گفتہ گذرانید ؎

یک زمان فاصلۂ نیست سفرہای مرا — رفتن و آمدن من بہ نفس می ماند

برین بیت خود اکثر فخر میکرد - شہرت تمام دارد ؎

عمر گر خوش گذرد زندگی خضر کم است — ور بناخوش گذرد نیم نفس بسیار است

میر معز موسویخان دخل کرد کہ بناخوش درست نیست یا ناخوش می باید گفت یا بناخوشی - مرزا شنیده "بتلخی گذرد" درست کرده - اما شعر از مزه افتاد - دیگر اشعار تلاشی بسیار دارد مثنوی در تعریف شاہجہان آباد گفتہ چنانچہ در تعریف تخت مرصع کار گوید ؎

---

[1] ج: دریا [2] د: رادی ج: رجا [3] نسخہ ب: اینجا عبارت ذیل دارد: —
"نواب عاقل خان رازی صاحب صوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد - امیر با تدبیر - عادل - انصاف گستر - رعیت پرور نیک نیت حق شناس صوفی مشرب است - خلق خدا در سایہ احسان و الطاف او آسوده و مرفہ الحال در عالم جوانی مشق شعر بسیار کرده - کتاب مرقع در زمین مثنوی مولوی روم عارفانہ فرموده - گل و بلبل - شمع و پروانہ - قصۂ پدماوت و دیگر ہمالت را بنظم آورده نام نہاده - در آنجا داد سخنوری داده خداش دیرگاه داراد"
[4] ب: یکچند با فقیر ہیچو کی بود شبہا باہم صحبت میداشتیم - در جالاکی طبع فقیر حیران است - مرد بی بدل بود خداش بیامرزد -

اگر پاسبانش شود مست خواب	بر ویش فشاند ز یاقوت آب

درصفت عمارات عالی بنیاد بادشاهی خوب گفته

خدا از فتنش را بجائی رساند[1]	که آتش ز همراهی سنگ ماند

درتعریف انار باغ حیات بخش گفته

انار دلکش آن تازه بستان	بود بی دانه همچو نار پستان

نواب علیہ العالیہ[2] بیگم صاحب این بیت را بسیار خوش کرده پانصد روپیه صله دادند۔ این رباعی درتنزل احوال خود گفته بعرض عالمگیر شاه رساند که بیت آخرش این است

گفتم[3] قامی پیش روم پس رفتم	در بخت نظیر پاهای معکوسم من

این چند شعر از زادهای طبع اوست

چو رشته از گهرم گر لباس پوشانی	برآورم سر خود را همان به عریانی
چو غنچه سکه بود درمیان خرمن گل	نشسته ام بدل جمع در پریشانی
خوشم که غیر نه گنجد میانهٔ من و تو	چو خاتم و نگین هست خانهٔ من و تو
از وطن یاری نیامد با من شهرابرون	آمدم مانند دست از آستین تنها برون
خویش را آشنائی حرف مکن	نقطهٔ امتحان کاتب باش
ای جرس این همه فریاد ز دل تنگی چیست	شکرها کن که دلت جائی طپیدن دارد
چها کنم[4] دل او گر شود بفرمانم	جنون بسر زده را دسترس بسنگ مباد
بی لب لعل تو می خوردیم دل راز و شراب	محتسب بنشین که مارا باده خودکرد[5] احتساب

سید پاک گوہر میر محمد علی رائج

از سادات سیالکوت مردیست قلندر وضع۔ آزاد مشرب۔ مشق سخن را پخته کرده۔ صاحب فکر و معنی بلند است از وست

جز هوائی نبود این همه ما و من ما	خالی از تن چو حباب آمده پیراهن ما

[1] د: نفشا [2] ل: علیۃ العالیہ [3] ب: خواهم [4] د: چها کنم که دل او شود بفرمانم [5] ب: باده خودگیرد حساب۔

هر کرا[۱] دنیا و دین هردو به مطلب باشد — در نظر جلوهٔ قرآن مذهب باشد

ای حریفان را براهت رفته از سر هوش ها — ز انتظارت دیدهٔ قربانیان آغوشها

ز چین ابروی او جوهر شمشیر میریزد — ز نوک مژگان چو بر هم یک نیستان نیز میریزد

که جز بر صفحهٔ وحدت تواند بست نقش او — ز رنگ خود مصور رنگ این تصویر میریزد

رهت ز سعی وصل یار ورنه مطلب آسان بود — نمی شد گر برون از آستین دست تو دامان بود

بجنگ ما و من روزیکه از وحدت کمر بستم — ز خود بیرون شد نهاد کفم شمشیر عریان بود

سید فیاض الانسب محمد زمان راسخ

از خوش خیالان زمان و بلند فطرتان جهانست طبعی عالی و فکر رسا دارد ـ و در نازک بندی و معنی یابی داد سخنوری میدهد ـ صفائی ذهن و حدت طبع او بمرتبهٔ کمال است ـ فقیر سرخوش مطلعی گفته بود ـ میر معز وغیره صاحب سخنان همه خوش کرده و پسندیده بودند ـ هیچکس جائی انگشت نداشت ؎

سرخوش — باندک تلخی اندوه عشرتها نمی ارزد — بتشویش خلال این نعمت دنیا نمی ارزد

میر شنیده گفت لفظ تلخی بیجاست ـ همان ساعت فکر کرده لفظ کاوش بجای آن رسانیده[۱] فقیر این قدر اصلاح او را استاد خود میدانم[۲] ـ و در شهر سرهند ودیعت حیات سپرد تاریخ رحلت آن عزیز الوجود فقیر چنین یافته ؎

محمد زمان راسخ خوش خیال — در یغا بجان آفرین جان سپرد

چو تاریخ فوتش دل از عقل خواست — خرد گفت با دل که راسخ بمرد

دیگر مادهٔ تاریخ این مصرعه است ؏

راسخ دم بود محمد زمان

این شعرها از زادهای طبع اوست ـ ادائی دارد ؎

بادی از شام غم ناله خموشان کردیم — منتی از سرمه گرفتیم و پریشان کردیم

جامهٔ صبر به بالائی جنون تنگ آمد — هرچه از دست بر آمد بگریبان کردیم

---

[۱] این بیت در بعضی نسخه ها نیست ۲ ه ۵ : الحق جانی ازین لفظ در قالب شعر دمید ۳ ب ۵ : ور اکبر آباد مدتی باهم صحبت داشته ایم ۴ مشق ها کرده ایم ـ

ز گلگشتِ چمن بیرون چو آن سرو خرامان شد — کشاد و بالِ قمری باغ را چاک گریبان شد
خرابی های عاشق بر فروزد رنگ [1] رخسارش — پر یدنهای رنگم آتشش را باد دامان شد

از ظهور عشق عالم یک تجلی بیش نیست — ریخت رنگی در پریدن طرح این کاشانه بست

بود از درد وحشت نشئه در خون طپیدنها — شود دامن تو پا صید را گرد رمیدنها
جهان دیگرم پرواز را باید کزین عالم — چو چشم خفته بگذشتم ببال آرمیدنها

اثر بنالهٔ عاشق ز اضطراب خود است — چو برق جوهر تیغم ز پیچ و تاب خود است
سرم خوش است ز جام شراب تشنه لبی — جبین بادیه را صندل از سراب خود است

یاد چشم سرمه آلودش ز خویشم می برد — میکند گرد رم آهو ز خود پنهان مرا

جلوه گاهِ آه گرمم گر شود میخانها — خشک گردد می چو خونِ نافه در پیمانها
خرمنم در انتظار برق هستی سوز اوست — میپرد همچون شرر از شوق چشم دانها

گشت خون از درد عشق آخر دل غم پیشه ام — از می خویش است چون یاقوت رنگین شیشه ام
هر [2] قدم در بی ستون خون دل گم کرده ام — با شکست شیشه می جوشد صدای تیشه ام

میر روحی

بر حقیقت او کماهی آگاهی نیست یک شعر او بمن رسیده و خوش آمده ؎

بکیش سخت دلان هم فسردگی ننگ است — گواه این سخن است آتشی که در سنگ است

آقا رضوی [3]

یکتا بیت او از بیاض شاه ماهر انتخاب شده است ؎

برندارد عشق هرگز دست از دامان حسن — گر بسوزی سرو را قمری سمندر می شود

محمد [4] رضی [5] کشمیری

یک بیت او نیز خوش گاه اہل سخن گشته - خوش اندیشه بوده است ؎

محبت را پس از قطع محبت لذتی باشد — که شاخ نخل پیوندی به از اول ثمر گیرد

---

[1] ب: حسن رخسارش [2] ج: هر قدم در بی ستون غمِ دل گم کرده ام [3] ب: رضی [4] ب: محمد حبیب ضیا کشمیری - [5] ج: محمد رضا کشمیری-

ملا رضوان

از ولایت آمده در لاهور توطن گرفته بود[1]۔ صاحب دو بیت بیش نبود۔ دران دو بیت نیز ابتذال برآورده بیچاره را بیمانه ساختند ؎

مگر ساقی کمر در خدمت میخانه می بندد ۔۔۔ که چون نرگس بهر انگشت خود پیمانه می بندد[2]

معنی این رباعی را تازه یافته بود یاران پسند نمودند مطلع بخاطر نیست ؎

چون پیر شدی مشو ز مردن غافل ۔۔۔ صبح شب مهتاب نهان می باشد[3]

حاجی محمد جان قدسی یک بیت در جواب بیت اولش رسانده ؎

یکجام خمارم نبرد کاش چو نرگس ۔۔۔ بودی بهر انگشت مرا ساغر دیگر

زکی همدانی

از احوال او کماهی اطلاع نه۔ این سه بیت از وست ؎

نه نکهتی ز گلی نی پیامی از خاری ۔۔۔ درین چمن بچه دل خوش کند گرفتاری

غرض الم بود از زخم ورنه فرقی نیست ۔۔۔ میان چاک دلی و شگاف دیواری

اگر حریف بلای هلاک خویش نخواه ۔۔۔ چرا که آرزوی مرگ عافیت طلبی ست

زمانا[4]

در معنی یابی یگانهٔ زمانه بود۔ این چند بیت اوست ؎

درد سر کیفیت پیمانهٔ فرزانگی ست ۔۔۔ نشئهٔ آسودگی در بادهٔ دیوانگی ست

نی تغافل از تو می بینم نه روی دل ز جور ۔۔۔ گر چنین است آشنائی صرفه در بیگانگی ست

قوت بال طلب نارسست کوتاهی مکن ۔۔۔ از حرم تا دیر یک پرواز مرغ خانگی ست

آنچه بی روی تو منظور نظر داشته ایم ۔۔۔ آستین است که بر دیده تر داشته ایم

اشک در راه طلب تخت روان است مرا ۔۔۔ زحمت کام ازین بادیه بر داشته ایم

---

[1] ب: هرگاه به شاهجهان آباد می آمد با ما گرمجوشیها میکرد [2] ب: این بیت که در سخنوری فخر میکرد از دیوان محمد جان قدسی ابتذال آن دیده شد [3] ب: فقیر این معنی را چنین درست کرد۔ سه خویش ؎

فتد یاقوت ز آتش رنگ پیش لعل می نوشش ۔۔۔ بود صبح شب مهتاب گوهر در بنا گوشش

[4] ذکر این شاعر در نسخه ب نیست۔ ه: زمان [5] ج: داشته ام۔

محمد قلی سلیم

در زمان شاهجهان پادشاه از ولایت بهند آمده داد خوش خیالی و معنی یابی داده- در ملازمت نواب اسلام خان وزیر اعظم میگذرانید[1]- و شعرهای برجسته دارد- از وست

چشم تو ز بیماری خود بر سر ناز است — مژگان تو همچون شب بیمار دراز است

گدای کوی خراباتم و غمم این است — که باده آتش سوزان و کاسه چوبین است

دل چو شد گرم ز می جلوه معشوق کند — ماهی موم بآتش چو رسد آب شود

در تلاش سوختن چو کاغذ آتش زده — داغهای سینه ام باهم بجنگ افتاده است

توان از دانهای سبحه دانست — که دلها را بدلها هست راهی

نو بهار است و چمن در پی سامان گل است — ابر بر روی هوا و چراغان[2] گل است

بسته کمر کنیم از قبضه کمان او — در کشتن من تیغش افتاده بیک پهلو

بیماری چشمش را تعویذ چو بنویسند — از پرده چشم آرند خوبان ورق آهو

بعیش آباد هندوستان غم پیری نمی باشد — که مو نتواند از شرم کمرها شد سفید اینجا

کمتر نیم از قیصر و فغفور که من هم — در هند سیه بختی خود شاه سلیم

سالک یزدی[3] و سالک قزوینی

هر دو معاصر بودند- در عهد شاهجهان پادشاه در هندوستان آمده کوس سخنوری نواختند[4]- در تلاش سخن و کوشش معنی یابی هر دو کامل و استاد فن- اما غیرت آنقدر نداشتند که یک تخلص را دو کس چرا اختیار کرده اند- این چند بیت از سالک یزدی[5] است

شکست شیشه خاطر ز ساغرم پیداست — چو لاله داغ دل از کاسه سرم پیداست

جواب نامه من غیر ناامیدی نیست — ز دست سودن بال کبوترم پیداست

از بس بدشت کرده ام آشفته نالها — چون زلف دلبران شده شاخ غزالها

---

[1] نواب هرگاه ذوق شعرخوانی پیدا می کرد میفرمود که دیوان سلیم که مضامین هر شعر در دوست بیارید- یعنی بحر مواج بود- معنی از هر کسی یافت می بست- سوای این از خود هم شعرهای برجسته دارد [2] ب: حریفان [3] ب: هردی [4] ب: در اواخر عهد شاهجهان ودیعت حیات سپردند [5] ب: هروی-

دردورِ رُخت[1] زلف بصد قیمت جانست — دیوانه ز بس پر شده زنجیر گرانست

عجب مدار که طوطی شود شریک هما — شکر ز درد تو در شیر استخوان دارم

ز دست یکسر ناخن مدد نمیخواهم — برنگ غنچه بدل شوق جامه در دارم

از ما به اسیرانِ قفس باد بشارت — کز بیضه بیک منزلِ[2] دام رسیدیم

صحبت ما عاقبت با دوست در خواهد گرفت — ما سراپا خار خشکیم او سراپا آتش است

من اشعار بلاغت شعار سالک قزوینی

کبک از حیرتِ رفتار قیامت زایش — بسکه ایستاده[3] بره ریخته خون در پایش

بیرون نرود مرد ز قید هنر خویش — طاوس اسیر است به گلدام پر خویش

چین بر جبین ز جنبش هر خس نمی زنند — دریادلان چو آب گهر آرمیده اند

سائر[4] مشهدی

شاعر خوش خیال بوده در هند نیامده. این چند بیت او از بیاض میر معز موسوی برداشته شد[5]

پرتو عمر چراغیست که در بزم وجود — به نسیم مژه برهم زدنی خاموشست

میخانها ز گردش چشمی خراب شد — خم گرد باد بادیهٔ اضطراب شد

چون گرفتاری من دید محبت فرمود — که دگر دام نسازند قفس نفروشند

قافلان بیگ سپاهی

خوش فکر بوده و همراه ایلچی هند بایران رفته با صائب وغیره شعرای آنجا صحبت داشته یک بیتِ صائب را بالمشافه تحسین کرده بهند آورده پیش محمد علی ماهر نقل کرد و ایشان پیش فقیر —

صائب: مجنون برگ بادیه غمهای دل شمرد — یا در زمانه که غم دل حساب داشت

---

[1] ب: خطت [2] ب: به یک منزل در دام رسیدیم [3] ب: افتاده [4] ب: "سایر مشهدی و قافلان بیگ سپاهی" نیز همعصران یکدگر بودند. فقیر بر حقیقت ایشان نیز مطلع نیست. اما اینقدر پیداست که هردو خوش فکر و تازه خیال اند. سایر در هندوستان نیامده و قافلان بیگ سپاهی همراه ایلچی هندوستان بایران رفته با شعرای آنجا صحبت داشته خصوص با صائب مکرر هم صحبت بود یک بیت صائب بالمشافه تعریف بسیار کرده بهند آورده پیش محمد علی ماهر نقل کرد مشار الیه پیش فقیر نقل کرد. آن بیت اینست ؎ مجنون برگ بادیه غمهای دل شمرد — نادر زمانه که غم دل حساب داشت — صائب بازین هم ادا دارد اما او را همین خوش آمد [5] د: چیست.

اشعار میرزا صائب ازین هم بلند تر است مگر آن عزیز را همین خوش آمده - منه

رسید یار من از گر در راه میخواهم — کمر کشاید و خنجر بمن حواله کند

شد سفید از گریه چشم بسته شد راه نظر — رشته کی از پنبهٔ نمناک می آید برون

ازان میان که تو داری گذشتن آسان نیست — ز دجله گر گذری آب تا کمر باشد

حکیم سیدا[1]

صاحب این شعر است خوش فکر معلوم میشود ؎

در انتظارت ای ثمر دل شگوفه وار — چشمم سفید گشت و تو در دیده بودهٔ

حاجی محمد اسلم[2] سالم

از نوکران عمدهٔ اعظم شاه عالیجاه است - بسیار خوش فکر و معنی یاب است - این بیت او آئینهٔ خیال بلند اوست ؎

نه بند دبر[3] قفا او بار دست جور ظالم را — همان پیش است پیکان از هوا چون تیر برگردد

فقیر سرخوش نیز بشوق این معنی قصا کرده - بلکه تیری بر تیرش زده ؎

با بزرگان بی ادب تیری مزن سوی فلک — وقت برگشتن بود پیکانش آخر سوی تو

محمد[4] صالح ستّار

بطرف بنگاله بوده - بسیار خوش ادا است - ازوست ؎

کباب میکند ومی پرستی همت مینا — که گر یک ساغرش کمتر دهی زنار می بندد

میرزا[5] سنجر

در زمان شاهجهان سر امد سخنوران بود - این چند بیت ازوست صاحب تلاش بود ؎

چشم بر راه هند میخواران که کی باران شود — ابر میخواهند مستان خانه گو ویران شود

از آب زر بخنجر شیرویه نقش بود — کین را نسب به تیشهٔ فرهاد میرسد[6]

داغم به نمک خشک شد و زخم بالماس — آگه کن ازین تجربه مرهم طلبان را

---

[1] ج: حکیم سید - د: سعید - ب: سعیدا [2] ج: حاجی محمد اسلم سلیم [3] ب: در قفا [4] ب: محمد ستار [5] سامان [6] در نسخه ب همین یک بیت نوشته است - دیگر هر سه شعر در ذکر ستّار درج کرده است -

تیره بنشینی گرت خالیست از روغن چراغ　　کلبهٔ فقر و قناعت را بود روزن چراغ

سیّاح

صاحب همین بیت است دیگر از وی شعر خوب بگوش نخورده ؎

دلی با[۵۱] عقده در جمعیت سامان نمی باشد　　صدف را تا بود گوهر لب خندان نمی باشد

میر سید علی سید

سید[۵۲] تخلص داشت در ولایت با میر معز هم طرح بوده مشق او را نیز کم از مشق میر نتوان گفت[۵۳] این چند بیت از زاده های طبع اوست ؎

از باده بر فروخته حسن فرنگ را　　خطش بشیشه کرده پریزاد رنگ را

در بحر وجودش دو جهان نقش بر آبست　　با هستی او هستی ما موج سرابست

معماری اقلیم دل ما نتوان کرد　　چندان که در و دیده کند کار خرابست

نموده می شفقی چهرهٔ فرنگ ترا　　بنازم[۵۴] بالش گل تکیه داد رنگ ترا

فتد گر جانب بستان[۵۵] گذر آن شوخ سرکش را　　کند گلگون بپا بوسش حنای رنگ لاله ابرش را

بقدر خویش در هر نشه هر کس عالمی دارد　　سپهری چون حباب می نباشد رند بیکش را

خوش آن ساعت که بینم در کنار خویش جایش را　　چو گل وا کرده باشم غنچه بند قبا یش را

نیم غافل کند گر جلوه بر خاکم پس از مردن　　جواب از دل طپیدن می دهم آواز پایش را

فرنگی زادهٔ در اصفهان دل برده از دستم　　که هند از تیره بختی های من باشد خیالش را

چنانم دیده لبریز از خیال آن بدن باشد　　که هر مو بر تن سیمین او مژگان من باشد

زبس لها روند از خود ز شوق گفتگوی او　　صدای پا بگوش آید چو جانان در سخن باشد

نگارین کی شود تیسد کف دریا دلان هرگز　　حنای پنجهٔ مرجان ز خون خویشتن باشد

بصحرای که ناز[۵۶] از جلوه گرداند عنانش را　　جواهر سرمه سازند آهوان ریگ روانش را

مرا افگند وحشتهای عشق او بصحرای　　که از مژگان شیران[۵۷] سبزه باشد آهوانش را

---

۵۱ ج: بی عقده ۵۲ ب: خلف میر رضی بیوتات کشمیر برادر خورد میر احمد خان داماد شاهنواز خان سید تخلص میکرد - بهند نیامده ۵۳ ب: خط هم بطرز ولایت بسیار شیرین می نویسد - اشعار او را امیر معز بهند آورده ۵۴ ب: بتار ۵۵ ب: صحرا ۵۶ د: یار ۵۷ ج: شیرین -

چسان آرم در آغوش آن بت گیسو مسلسل را — که نتواند بخود همخوابه دیدا ز ناز مخمل را

حسن را فتراک گیرای بدست اندازاوست — شوخ چشمان را رگ گردن کمند ناز اوست

هر کجا گرود شکار افگن قیامت میشود — شور محشر گوش بر آواز طبل باز[1] اوست

این چه رنگست که از عکس گل رخسارت[2] — جوهر آئینه ابر شفق آلود شود

سید[3] علی خان

خوش نویس جواهر رقم خان خطاب داشت[4] گاهی فکر سخن میکرد چون تخلص نداشت نلبش را بجای تخلص اعتبار نموده شد - از وست

نفسم سوخته فریاد خموشی دارم — ناله مور گرد سرمه فروشی دارم

بیا بلبل باهنگی که میدانی بکش هوی — که از خود رفتنی در پیش دارم تا سر کوی

من آن مرغم که آهنگ نوی[5] در هر قفس دارم — صفیری میکشم تا نعره داری از قفس دارم

میر جلال الدین سیادت[6]

در لاهور توطن داشته صاحب فکر معانی و تلاش بلند بود اما چون من طالع شهرت و قبولیت نداشت[7] ؎

مجو رفعت اگر چون مور میخواهی سر خود را — بکن مقراض عمر خویشتن بال و پر خود را

تماشای جهان اهل عدم را در نظر باشد — توان از خانه تاریک دیدن حال بیرون را

ما لذت حیات ز غفلت نیافتیم — چون نشه شراب که در خواب بگذرد

نمی خواهم که دنیا را نظر بر حال من افتد — که چون طاوس از زینت گره بر بال من افتد

خبر ز زنده دلی نیست اهل مدرسه را — که ول بسان مگس در کتاب می میرد

چو آفتاب لب بام آخر وصل است — رسید بر سر ناخن حنای عشرت ما

مگر ستاره بختم شرار کاغذ بود — که تا نسوخت مرا از سرم نکرد گذر

---

[1] ب : ناز [2] ب : رخسارش [3] وا سید عنایت خان [4] ب : خدمت داروغگی کتابخانه سرکار والا داشت [5] ا: نوی [6] ه : جمال الدین سیادت - ب : سعادت خلف میر جمال الدین محدث بوده [7] ب : وقتیکه برای مطلع شاهجهان آباد آمده بود - یک دو صحبت فقیر را باوی اتفاق ملاقات افتاده - مرد عزیزی بوده - قریب یکدو جزو در بیاض من اشعار بخط خود نوشته - در معنی های تازه یافتن و خوب بستن کوتاهی نکرده -

جدا از قید آرامی ندارد جان محزونم ۞ بچشم حلقهٔ زنجیر باشد خواب مجنونم[۱]

ملا سیرابی[۲]

در عهد جهانگیر شاه بهند آمد مرد خوش طبع و خوش فکر بود. گویند روزی در مجلس نواب قلیج خان حاضر شد. نواب فرمود که ملا سیرابی ما هم فکر میکنیم شعرهای ما را شنیده. عرض کرد نشنیده ام عنایت فرمایند مستفید خواهم شد. فرمود که سفینهٔ من بیارید. بیاض آوردند. بدست گرفته چند غزل بی سر و پا و چند بیت بی معنی و نامربوط برخواند. سیرابی چند جا دخل کرده اظهار اُستادیِ خود نمود. نواب برآشفت و زبان بفحش و دشنام کشود. شاعر سر فرو کرده می شنید بعد از آن برخاست و عرض کرد که نواب سلامت. این نثر نواب به از نظم نواب است. از اشعار او بالفعل دو شعر بنظر درآمده. از وست

درچشم[۳] ترم رنگ جهان برق و سراب است ۞ تا دیده بهم بر زنم این خانه خراب است

مژگان من از گریهٔ بسیار فرو ریخت ۞ آخر فتد آن نخل که نزدیک با آب است

حکیم سرمد

مجذوب وضع سر و پا برهنه بود. بمذاق تصوف آشنائی تمام داشت و گاه گاه فکر رباعی[۴] میکرد دارا شکوه خلف[۵] بادشاه از راه موحدی او را دوست میداشت. پیش بادشاه تعریف او کرد[۶] خلیفهٔ الهی عنایت خان آشنا را برائی تفتیش و تحقیق کشف و کرامات او فرستاد. خان معزالیه آمده او را دید و باز بخدمت شاه رفت و اظهار احوال او به این بیت نمود

برسر مد برهنه کرامات تهمت است ۞ کشفی که ظاهر است[۷] ازو کشف عورت است

در اوائل جلوس عالمگیر شاه بسبب الحاد و عریانی بفتوای علمای زمان بقتل رسید. از سرمد است.

رباعی

سرمد چه طلسم را که در وا کردم ۞ در شام دریچهٔ سحر وا کردم

هر چند که خواب را ز سر وا کردم ۞ دیدم همه خواب تا نظر وا کردم

---

۱ نسخه ب این بیت نیز دارد. مست ساغر بکف انجمن تصویرم ۞ که ز خود بیشتر از باده کشیدن رفتم ۲ ب: سرابی ۳ ه: درچشم جهان ریگ جهان برق سرابست ۴ ه: فکر شعر میکرد. رباعیات او مشهور است بیشتر رباعی میگفت ۵ ب: پسر کلان شاهجهان ۶ ب: پیش بادشاه تعریف کرده طلب حضور نمود. روزی که داخل اردوی معلی شد. حضرت خلیفهٔ الهی عنایت خان آشنا را برای تفتیش .... ۷ ب: درو ه: برو.

سرمد که ز جام عشق مستش کردند — بالا بردند و باز پستش کردند
میخواست خداپرستی و هشیاری — مستش کردند و بت پرستش کردند

هرکس که سرّ حقیقتش باور شد — او پهن تر از سپهر پهناور شد
ملا گوید که بر فلک شد احمد — سرمد گوید که فلک باحمد در شد

سرخوش

خادم درویشان بلکه خاکپای ایشان محمد افضل سرخوش از خانه زادان شاه عالمگیر است یکچند در عالم جوانی در پی دولتِ دنیا و تلاش منصب و جاه سرگردانی بسیار کشید آخر[۱] بتوفیق الله در شاهجهان آباد گوشهٔ عزلت اختیار نموده خدمت درویشان را سرمایهٔ سعادت دانست ؎

نیست در عالم بهشتی خوشتر از خلوت مرا — دوزخی نبود بتر از گرمی صحبت مرا
دولت بیدار عرفان داد حق نعم البدل — کرد گر گردون دون محروم از دولت مرا

بکرم الٰہی اکثر عزیزان کامل را که درین عصر بودند دریافت و با جمیع خوش خیالان که درین زمان کوس سخنوری مینواختند صحبتها داشت و استفادها نمود امّا اعتماد هیچ کمالی بر خود ندارد ـ مگر گاهی بخاطر میگذرد که با صاحب کمالان آمیزش داشته ام هر آئینه بی نصیب نخواهم بود ـ جمال همنشینان اثری کرده باشد ـ چنانچه مرزا صائب فرماید ؎

اگرچه نیک نیم خاکپائی نیکانم — عجب که تشنه بمانم سفال ریحانم

گفته اند که شناخت عارف و شاعر و خوانندهٔ اصول موسیقی با خبر و غیر هم بسیار دشوار هست مگر تحقیق شود که با کدام کامل صحبت داشته و با کدام هنرور اختلاط ورزیده ـ قیاس حال او ازان عزیز کنند چنانچه مولوی معنوی فرماید ؎

گر تو نشناسی کسی را از ظلام — بنگر او را کوست سازیده[۲] امام

چند شعر از زادهای طبع ناقص خود می نگارد که باری باین وسیله در شمار عزیزان و قطار بندگان ایشان در آید ـ این چند بیت خوش کرده عزیزان صاحب کمال است ؎

---

[۱] ب: آخر چون دید که سعی بجای نرسید بوسیله خدمتی بعلوفهٔ قلیل قناعت نموده در شاهجهان آباد پای در دامن عزلت کشید ـ خدمت درویشانرا سرمایهٔ سعادت دانسته از فیض صحبت ایشان بهرهٔ تمام حاصل کرد [۲] ک: سازنده ـ

سرخوش

هوشیاری را حجاب یاد میدانیم ما — بیخودی را بزم بی اغیار میدانیم ما

تیز می سازد بقتل عاشقان شمشیر را — این قدر هم رحم از و بسیار میدانیم ما

چنین گر میگداز د ضعف جسم ناتوانم را — حبابی میتواند آسمان گشتن جهانم را

تبخاله نیست در شب هجران زتب مرا — کز فرقت تو خیمه زده جان بلب مرا

کجا فقیر بدل جا دهد تونگر را — زمین فرو نبرد همچو قطره گوهر را

بیهوده ایم بسکه ره گلعذار ها — از فرق ما چو شانه گذشتست خار ها

مبند دل بزر و مال در جهان سرخوش — بهر دو دست صدف سان مچسپ گوهر را

آئینه دار حسن بود ذره ذره ام — گشتم سپند آتش خود چون شرار ها

کنم ز باده گوارا بدل غم او را — توان بآب فرو برد تلخ دارو را

چه گفتگوی که چشمش نمی کند با من — از و بپرس که داند زبان آهو را

نفس را غالب چو بینی از لباس تن بر آ — راهزن چون تیغ بردارد ز پیراهن بر آ

نظری برگل شبنم زده افتاد مرا — آمد از زخم نمک سود جگر یاد مرا

ز چشم شوخ کردی تیره روز لاله و گل را — بخاک سرمه کشتی شعلهٔ آواز بلبل را

نیست ذوق گفتگو طبع مآل اندیش را — میکنم چون خامه خود پامال حرف خویش را

نیستم آزاد از قید خطش هر جا روم — چون قلم پایم ز خود پیدا کند زنجیر ها

عمر چون تصویر صرف رازپوشی شد مرا — هر دو لب چسپیدهٔ مشق خموشی شد مرا

شکوه پادشهانست کشتگان ترا — جنازه تخت روان است کشتگان ترا

کوزهٔ دولاب شد هر دانه اش — بسکه گرید سبحه بر تقوی ما

منعمان را حرص زر باقیست تا روز حساب — تشنه آخر تشنه خیزد گر کشد دریا بخواب

رشته داری از تعلق ساز نقص عزلت است — نغمهٔ تار رگ گوهر شکست قیمت است

برق جولانی کجی پروا ازین وادی گذشت — چشم آهو همچو ابر تیره از باران پر است

رام گشته وحشی مطلب بنا کامی مرا — بخت من چون چشم آهو در سیاهی روشنست

نیست شاهی جدا ز فقر که طبل — گویم از پوست کنده کشکول است

تا مرا یکپای ثابت در طریق یار گشت
پای دیگر گرد آن از شوق چون پرکار گشت

بیهوده دل زہد[۱۵] کشان وسوسه ناک است
از یک قدح بادہ حساب ہمه پاک است

از خوشه انگور عیان شد که درین باغ
شیرازۂ جمعیت دلہا رگ تاک است

شریک صاف دلان اند خامشان در رنج
شکست آئینه زخمی بروی تمثال است

غنچه ترسم براه نازنینم بشکند
برگ گل در زیر پایش کم ز لخت شیشه نیست

بود واعظ ز علم باطن اعمیٰ
که چشمانش چو عینک در کتاب است

ای حشو خاک من بیتاب چه شور است
برداشت ہمین لحظه مرا خواب چه شور است

از ورق گردانی دوران کسی وارسته نیست
در ہمه دیوان او یک مصرع برجسته نیست

از دامن وصال جدا نیست دست عشق
پای چراغ حسن تو بخت سیاه ماست

شیرینی سخن به رعایت مقام است
کی حق این نبات ز حق نمک کم است

ز احسان به بند رخنه دیوار دشمنی
زخمی دہان پر گله را لقمه مرہم است

بر اوج جاه غرور دلی رسا گردد
به پشت بام دو بالا صدای پا گردد

کفر و دین متفق بوحدت اوست
سخن ہر دو لب یکی باشد

ساز بزم عشرت یا لی رخت از کار ماند
نغمه از بس نارسائی چون گره در تار ماند

تا نظر بر حسن صیاد م فتاد از زیر دام[۱۶]
دانه از حیرت چو مغز پسته در منقار ماند

ساز ہم در جنگ بر دل ساز جنگی میشود
نی چو گیرد وصل با پیکان خدنگی میشود

ناگہان گیر است کین دست از جان شسته
دل چو پیر از داغ حرمان شد پلنگی میشود

رونق بیداد او از اضطراب ما بود
جوہر شمشیر نازش پیچ و تاب ما بود

برق پیش وحشت ما پای خواب آلوده است
عرصه کونین یک گام از شتاب ما بود

تنزل پیشه کی از تیره روزیہا حزین باشد
که بالا شام اگر شد صبح در زیر زمین باشد

زمین و آسمان در میکشی فرمانبرت گردد
سرت چو گرد داز مستی جہان گرد سرت گردد

محالست این که بعد از مرگ ہم دست از تو بردارم
که گر من خاک گردم گرد دامان تو خواہم شد

---

۱۵ ب: بادہ کشان ۱۶ ب: بام-

تن مده[۱] اختلاط چسپان را — جامهٔ تنگ زود چاک شود

چنان بی روی او آمادهٔ شیون بود گلشن — که گر ناخن زنی بر ساغر گل در صدا آید

رزق را روزی رسان مقدار هر پیمانه داد — خوشه را چندین شکم داد و به هر یک دانه داد

از زر و مال جهان عریان تنان وارسته اند — غنچه سان اندر گره خود را چو گوهر بسته اند

نالهٔ ما صورتی بگرفت بلبل ساختند — لخت های دل بیک جا جمع شد گل ساختند

خط او شد سبزی کز بخت ما بر داشتند — دود دل آمد بروی کار کاکل ساختند

آنچه کم از طاقت ما شد به تمکینش فزود — صبر ما بردند در چشمش تغافل ساختند

مردم واز جستجوی او نیاسایم هنوز — میدود چون ریشه زیر خاک اعضایم هنوز

بسکه از نامحرمان پوشیده دارم راز خویش — همچو خط سر تا بپایم سرمهٔ آواز خویش

نه بندد در دلم صورت تمنای خط و خالش — ز شوخی نقش بر آبست در آئینه تمثالش

چسان بر خواند آن مه نامهٔ مشتاق دیدارش — که خط را همچو ظلمت محو سازد نور رخسارش

بر دهن دست گذارد ز ادب گل بچمن — که بگوشش تو کند عرض پریشانی خویش

رنگ صد بسمل طپیدن ریختی در جان برق — در گرفت از شعلهٔ شمع رخت دامان برق

سینه سوزان محبت را بچشم کم مبین — هر شراری دارد اینجا در بغل سامان برق

ظلمت زدائی هستی من شد ضیای دل — گشتم نهان برنگ گهر در صفای دل

بسکه بگدازد ز شرم حسن آن رخسار گل — عطر ماند بر کفش چیند چو در گلزار گل

زیب خوبان دگر از زیور و لعل و در است — برلبت بس رنگ پان و گوشهٔ دستار گل

کی شود از ناز با ما خاکساران چار چشم — آنکه می پوشد ز گرد سبزه در گلزار چشم

دین و دنیا خورد در هم تا که ما پیدا شدیم — از میان این دو کف همچو صدا پیدا شدیم

افغان من خبر دهد از حال خسته ام — بر تیر آه نامهٔ اعمال بسته ام

عشوه هر دم چشمکی میزد ز شوخی سوی من — من هم از پرواز رنگ خود اشارت داشتم

---

[۱] در بهار عجم این شعر چنین آمده است۔

تن مده اختلاط چسپان را — جامهٔ تنگ زود پاره شود

جنبش لب در حدیث عشق بی لطف بود — از طلبها نهای دل با او حکایت داشتم

راحتی کز نشئه سرخوش بعزلت یافتم — داشتم تصدیع گر با خضر صحبت داشتم

تا ز حرف جستجویش دم زدم — چون دو لب کونین را بهم زدم

سکوت داد نشاط دگر درین چمنم — سخن بخنده بدل شد چو غنچه در دهنم

زبس سعی دگر هر گام در راه فنا دارم — چو برق از گرمی رفتار آتش زیر پا دارم

زبس شرم تو ریزد رنگ خاموشی بکام من — چو شمع گر زبان جنبد عرق گردد کلام من

ز آبادی فزاید شور سودا در دماغ من — سواد شهر مشک سوده افشاند بداغ من

چه پروا عاشق وارسته را از آفت دوران — که باشد آستین چون غنچه دامن بر چراغ من

فزاید کاوش غم حسن شور انگیز سودا را — که ناخن جلوهٔ ابرو کند بر چشم داغ من

هموار ز کس نه بیند آزار — نتوان کف دست را گزیدن

مروم از حسرت ز بیغامی دلم را شاد کن — ای که میگفتی فراموشت نسازم یاد کن

سرمهٔ چشمت گلوی عاشقان از ناله بست — هر قدر میخواهی اکنون جور کن بیداد کن

هرزه نالیهای بست ای دل سخت دردسر فزود — دور شو بی صبر از پهلوی ما فریاد کن

بصحرای مرا افگند حسن بی نشان او — که از خود رفتن مجنون بود ریگ روان او

گرانست از نزاکت نشه می بر دماغ او — ز بار رنگ صهبا بشکند چون گل ایاغ او

مزاجش تاب شور نعرهٔ مستان کجا دارد — که برهم می شود از قلقل مینا دماغ او

چه پرسی ظالم از حال بخون آغشته تیغت — که بر روی نمک خوابیده همچون لاله داغ او

شد آب بسکه پیش رخت از حیا نگاه — ریزد برنگ اشک ز مژگان ما نگاه

لبریز ناله گشت زبس پای تا سرم — چون نی بود بدیدهٔ زارم صدا نگاه

شکار افگن درین صحرا گذر تا کرد گلروی — چو داغ لاله در خون خفته هر سو چشم آهوی

ز گرداب گهر بنو درهای اهل دنیا را — بسا کشتی درین یک قطرهٔ آبست دریائی

کشیدم در چمن آه از غم آن گل بافسوسی — درون بیضه بلبل سوخت چون شمعی بفانوسی

شراب از شرم لعلش بسکه هر دم رنگ گرداند — ندانم شیشهٔ صهباست یا در جلوه طاوسی

رباعی

خواهی که قدم براه حق بگذاری	باید که بکف دامن پیری آری
بی آئینه پنبه در نگیرد هرگز	یک عمر اگر در آفتابش داری
از باده مرا فزون شود عقل و شعور	ساغر خضر رهِ نشاط است و سرور
می روشنی طبع بود سرخوش را	روغن همه در چراغ گردد نور
در اهل جهان بود قناعت کمتر	مادرزاد است حرص در طبع بشر
بنگر که خورد طفل ز یک پستان شیر	در دست بگیرد سر پستان دگر
هر کس که بود ز سیم و زر زیب و فرش	باشد پس مرگ ناگزیر از سقرش
بنگر که چو شود جامه زرباف کهن	سوزند در آتش از پی سیم و زرش

شانی تکلو

صاحب سخن و اُستاد فن بود شعرهائی برجسته دارد و مثنوی در مدح شاه عباس فرمانروای ایران بسیار بتلاش گفته. شاه بیت او پسندیده او را بزر کشید ؎

اگر دشمن کشد ساغر و گر دوست	بطاق ابروی مستانهٔ اوست
صد دور بهر ساعت در شهر تو می گردم	من گرد سر شهری از بهر تو میگردم
عشقم چنان گداخت که موران تربتم	عضوی نیافتند که ناخن فرو کنند
دیروز توبه کردم و امشب به پائی خم	آن طاقتم نماند که می در سبو کنند

مُلّا شیدا

در اواخر عهد جهانگیری و اوائل جلوس شاهجهان بعرصهٔ هند آمده هنگامهٔ سخنوری را گرم داشته شاعر غرا پُرگو قافیه پیماست[۱]. در عهد خود یگانهٔ زمانه بود. روزی در مجلس سخنوران ذکر این

---

[۱] ی: باعتقاد خود معنی های تازه می یافت امایاران ابتذال از هر یک شعر او برمی آوردند چنانچه شیخ فیروز سعد الله خانی رابادی در دار الخیر اجمیر اتفاق صحبت افتاد. هر بیت که او میخواند ابتذال آن می خواندند. عاجز شد و گفت آخر هم من چیزی دارم شیخ گفت ظاهر از شما باشد.

شیدا

ای بروی تو کرد آئینه را چشم نیاز	شانه را دست دعا در شام زلف تو دراز

این بیت هم عرف زدنی بیش نیست. رساله درین ماده ترتیب داده هرچه شیدا خوانده مع ابتذالش در آنجا نوشته. میر معز موسوی یک مطلع اش را روزی بسیار تحسین میکرد. فقیر گفت مطلع خوب است لیکن پیش مصرع خوب نرسیده. آخر بدیهه فقیر آنجا بهمان معنی را مطلع دیگر ساخت و هر دو مصرع خوب رساند.

مطلع او درمیان آمده - همه خوش کردند ؎

بسکه انباشته اشکم برخ کاهی از خون　　مژه ام بسته بهم چون پر ماهی از خون

فقیر گفت پیش مصرعه خوب نرسیده است - بدیهه مطلعی ساختم ؎

بسکه میریزد سرشک از دیدهٔ گریان ما　　بسته از خون چو پر ماهی بهم مژگان ما

وقتیکه این مطلع قصیده را گفت و درمیان آورد ؎

شیدا　چیست دانی بادهٔ گلگون مصفا جوهری　　حسن را پروردگاری عشق را پیغمبری

یاران خوش کردند و در ترانها بستند - چون بسمع مبارک[1] بادشاه دین پناه رسید - بیدماغ شده زبان بتکفیر او کشود که تعریف این امّ الخبائث که حرمت آن به نصّ قرآن ثابت است چنین گفته - باید که از ملک ما بدر آید - چون حکم باخراج او صادر شد - بوسیلهٔ یکی از مقربان این قطعه گذرانید و پادشاه رحیم دل را برحال خود مهربان ساخت ؎

شیدا　جهان پناها شاها بقدر جاه و جلال　　نیافرید خدا چون ترا عدیل و نظیر

بوصف می زده سر از من این دو مصرع خوش　　که گشته ورد زبانِ همه صغیر و کبیر

اگرچه لفظش عام است معنیش خاص است　　بخاص و عام بود شهره اینچو بدر منیر

چنین که میکش اسرار مولوی جامی　　که هست گفتهٔ او دور از در تقصیر

بوصف می ز صراحی دو باره قلقل می　　به از چهار قلش گفت و فارغ از تکفیر

مرا به کفر چه نسبت بود که به زمنی　　سخن چنین کند و هیچ نایابش بضمیر

مرا چو شاه براند کجا توانم رفت　　بگاه راندن از کف کجا رود شمشیر

این بیت ملّا جامی برای استشهاد ملّا این جا نوشته شد ؎

از صراحی دو باره قلقل می　　نزد جامی به از چهار قل است

بر قصیدهٔ خان زمان محمد جان قدسی ملک الشعرا که گفته ؎

عالم از نالهٔ من بی تو چنان تنگ فضاست　　که سپند از سر آتش نتواند برخاست

مناظره کرده که همه صاحب سخنان پسندیدند -

---

[1] ب: شاهجهان -

مشهور است که شاعر ظریف طبع بی باک شوخ دهن هجوگو حاضر جواب بوده هجو اُستاد زمان طالب آملی که از امرای پادشاهی بوده چنین گفته ؎

شب و روز مخدوم ما طالبا ۔۔۔ پی جیفهٔ دنیوی در تگ است
مگر قول پیغمبر آمد بجای ۔۔۔ که دنیاست مردار و طالب سگ است

بیت دیگر در هجو جناب ممسکی و بخیلی حکیم حاذق چنین گفته ؎

بیت[2]

....

هجو میرزا امرالله پسر خانخانان که او را معظمی میگفتند بسیار بلطافت گفته ؎

بیت[3]

....

[4]

گویند وقتیکه رایات عالیات بسیر کشمیر تشریف برد ـ در آنجا شالی کهنهٔ چندساله ذخیره در سرکار جمع شده بود حکم شد[5] که چهارم حصه شاگرد پیشه تنخواه نمایند ـ برات شیدا نیز بند شد ـ پیش اسلامخان دیوان اعلیٰ رفته اظهار ابرام نمود ـ یساولان بی حرمتش کرده از پیش نظر راندند ـ چنانچه دستارش از سر افتاد ـ بانگ برداشت که نواب سلامت عرضی دارم برائی خدا بشنو ـ چون قدرے نزدیک بردند گفت ـ عرّتی که من در دیوان شما یافته ام شما نیز بدیوان من خواهید یافت ـ نواب متبسم شده

---

[1] ب: چه تصرفات و گفتگوها و مناظرها نکرده [2] فحش است لهذا حذف شد [3] این هم فحش است [4] ج: روزی در مجمع شعرا نشسته بود ـ اظهری شاعر نابینا در آنجا حاضر گشت یک بیت تازه گفته بود در مجلس بی محابا برخواند ؎

خواه با اظهری و خواه بیگانه نشین ۔۔۔ من ازین شرم تما برتو نگهبان کردم

ملا شیدا گفت مثل هندی مشهور است که زن نابینا را خدا نگهبان است [5] ب: حکم شد که چهارم حصه طلب نقدی شاگرد پیشه وضع نموده شالی ذخیره تنخواه نمایند ـ دران ایام شیدا پنج روپیه یومیه داشت برات این هم بند شد ـ پیش نواب اسلام خان که وزیر اعظم بود عرض کرد که من شاعرم و پادشاه این قلیل وجه بصیغهٔ تصدق فرق مبارک بمن میدهند شالی گرفتن بمن چه مناسبت دارد ـ نواب فرمود حکم عام است که بشاگرد پیشه چهارم حصهٔ شالی تنخواه نمایند ـ برای تو من ضابطه دیگر نتوانم کرد ـ اگر میخواهی بگیر و الّا فلا ـ شیدا اسماجت و ابرام زیاده از حد نمود ـ نواب فرمود که دور کنید بمجرد حکم یساولان و میر توزکان خفتش کردند ـ چنانچه دستارش از گردنش بر زمین افتاد ـ گرفته بیرون کتهره انگندند ـ شیدا بانگ برداشت نواب سلامت عرضی دارم برائی خدا بشنو ـ نواب فرمود که بیارید ـ نزدیک آمده گفت نواب سلامت عزتی که من در دیوان شما یافته ام ـ شما هم در دیوان من خواهید یافت ـ نواب بخندید ـ برات او دستخط معافی کردند ـ

برآتش در دست گرفته و دستخط معافی نوشت۔ اگرچه اشعارش مشهور است این چند بیت خوشگاه میر معز قلمی گردد۔

مرا نیاز ترا ناز هر دو می زیبد — چنانکه زیر و بم ساز هر دو می زیبد

چون غنچه دل ز دوست جدا شد گره مرا — مژگان بهم چو بند قبا شد گره مرا

پنجهٔ اهل سخا در جانب دست گدا — وقت رفتن غنچه وهنگام برگشتن گل است

مرد غم را ز طرب تازه دماغی نبود — خانهٔ آتش زده محتاج چراغی نبود

ساده لوحی که بیک غمزه دلم شیدا کرد — آنقدر مشق ستم کرد که خط پیدا کرد

تو از تمکین من از حیرت نه ایمای نه تقریری — بدان ماند که هم بزم است تصویری به تصویری

اگر گیسو بر افشانی هوا در مشک تر پیچی — دگر رخساره بنمای شب ما در سحر پیچی

فسون گرداند آن خاکی که از وی بوی مار[۱] آید — شناسم بوی زلفت را اگر در مشک تر پیچی

خورم ز دست غمت[۲] خون ناب را تنها — چنانکه میکش مفلس شراب را تنها

گهی بروی تو و گه بسوی گل نگرم — کند مقابله کس چون کتاب را تنها

چو عندلیب بخواند کتاب خندهٔ گل — تبسم تو بود انتخاب خندهٔ گل

جفا نگر که بدیوان عشق می طلبند — ز آب دیدهٔ بلبل حساب خندهٔ گل

حریر شعله بما را در آب می بافند — کتان ما بشب ماهتاب می بافند

بعشق خواب طلب میکنی برو غافل — بکار خانهٔ مخمل که خواب می بافند

یک ابر بر نیامده با چشم تر که ما — یک لاله سر نکرده بداغ جگر که ما

گل خنده این قدر نکند روز و شب که تو — بلبل ننالد این همه شام و سحر که ما

عشق با حسن است در هر جا بهر صورت که هست — حلقه گردد طوق قمری گر شود در چوب سرد

شهید[۳] حسرت آغوشت ای نازک بدن گشتم — بجای موی سر در ماتمم بند قبا بکشا

شادمان

از سلاطین زادهای قوم گکهر است۔ ملک ایشان مابین پنجاب و حسن ابدال واقع است۔

۱؎ ب: یار ۲؎ ب: غمش ۳؎ ب: شهید حیرت عشق توای نازک بدن گشتم۔

منصب ترک نموده در وطن گوشه انزوا اختیار کرده طبعی درست داشت - دیوانی بطرز قدما ترتیب داده - اما آنچه در صاحب سخنان ازوی شهرتی دارد این بیت است ؎

شاخ شکسته گل ندهد لیک لطف یار　　هر جا شکست خورد گل آفتاب داد

روزی شیخ عبدالعزیز داروغه عرض مکرر که عزت تخلص داشت پیش فقیر نقل کرد پادشاه عالمگیر امروز از من پرسید که شادمان سوای این بیت شعر دیگر هم خوب دارد - بنده عرض کرد یک بیت دیگر او نیز هم برجسته و هم تلاشی است - از وست ؎

جز من کسی دگر ز سلاطین روزگار　　ره سدی بروی بحر ز گوهر نه بسته است

فقیر گفت پادشاه عالمگیر شعر فهم نیست بطالع شما جهانگیر شاه نبود و الا میدید که کار بکجا میکشید در حضور پادشاه این چه طور شعر بود که خواندند بیت فخریه اوست - از شعور شما بعید است - تامل کرد و گفت - فلانی راست میگوی خطای عظیم بود - حق تعالی بخیر عفو کرد -

شوقی

از وی این بیت شوق افزا است - غیر ازین بگوش نخورده ؎

اسیر[۱] عشق و گرفتار قید تقدیرم　　چو شیر از دو طرف میکشد زنجیرم

میر[۲] هادی شرر

درین عصر در ایران هنگامه سخنوری را گرم دارد - شعر عارفانه میگوید ؎

بیاد تو گلی چو غنچه شب دلتنگ بنشستم　　سحر چو جیب صبرم چاک شد در اهمان دیدم

فقیر سرخوش نیز ازین قبیل بیتی رسانده ؎

دست در دامن معشوق زدم دوش بخواب　　دامن خود بکفم بود چو بیدار شدم

شرف[۳] الدین حسین

ازین عزیز نیز یک بیت از زبان میان ناصر علی شنیده شد ؎

حسرت نظر نکرده چشم سیاه کیست　　شور جنون صدای شکست کلاه کیست

۱؎ در نسخه ج این شعر در ذکر شادمان نوشته است ۲؎ ب: میر محمد هادی شرر تخلص در ولایت هنگامه سخنوری را گرم دارد ۳؎ ج: محمد شرف الدین -

شریف تبریزی

یک رباعی او از سفینهٔ محمد علی ماهر نوشته شد۔ رباعی

پوشیدن چشم من بدیهلن ماند　　بر پای نشستنم برفتن ماند
پابند بهیچ مانده ام بر سر راه　　چون حرف که بر زبان الکن ماند

شعیب

از دو[1] بیت بنظر در آمده۔ خوش فکر و صاحب خیال و تلاش است[2]

لبت ز خنده نمک بر جراحت جان ریخت　　نمک ز تنگی جا از لب نمکدان ریخت
زمانه دفتر اوصاف حسن یوسف را　　ز شرم حسن تو برده بچاه کنعان ریخت

شوکت بخاری

بسیار[3] نازک خیال و صاحب تلاش و معنی یاب بوده است۔ گویند از خاک توران مثل او بر نخاسته اشعارش در ایران و سخنوران شهرت تمام دارد

همچو گندم[4] به عدم زاد سفر می بندم　　نان ته کردهٔ خود را بکمر می بندم
از بهر قطع کردن نخل حیات تو　　چون ارّه دو سر نفس اندر کشاکش است
خطی که بیاقوت تو نظاره پسند است　　گردیست که از آمدن خنده بلند است
شهادت نامهٔ ما قاصد دیگر نمی خواهد　　بر و مکتوب ما را چون دم تیغ تو برگردد
خانهٔ ما کم از فنا کده نیست　　چشم عنقا چراغ خلوت ماست
دور از چشم تو نگشاید دل از بستان مرا　　می نماید ترکش پر تیر نرگس دان مرا

---

[1] ب: نمیدانم که کجاست و کیست [2] ب: از تازه گویان می نماید [3] ب: صاحب تلاش بوده در درست گفتن عاجز چنانکه ازین دو بیت معلوم خواهد شد

شوکت: خطی که بیاقوت تو نظاره پسند است　　گردیست که از آمدن خنده بلند است
سرخوش: غبار خط که عیان از لب نگار شده　　که گرد آمدن خنده آشکار شده
شوکت: در شهر فنا با خاک یکسان بود از پستی　　پی داخل شدن چون شمع در دیدم سر خود را
سرخوش: پست تر باشد در ملک فنا از خاک هم　　تا نمذدی سر برنگ شمع آنجا راه نیست

[4] ا: ز عدم۔

از غبارم گردباد سرمه خیزد بعد مرگ — بسکه دارد گردش چشم تو سرگردان مرا

عیار رنگ عاشق گرد و از بخت سیاه کامل — طلائی زعفران را جبهٔ هندو محک باشد

در شهر فنا با خاک یکسان بود از پستی — پی داخل شدن چون شمع وز دیدم قد خود را

سواد هند را میخانهٔ اندیشه میدانم — حنای پای سبز اثر امی ته شیشه میدانم

در از بیگانگی شوخی بروی آشنا بندد — که از وحشت بشام دیدهٔ آهو حنا بندد

نیست از حسرت دیدار تو چشم خالی — نم اشکم چو هوا گشت نگه میگردد

آمادهٔ فنا نکند زندگی قبول — دست رو بهت رعشهٔ پیری حیات کا

فزون شد از سواد خط فروغ حسن جانان را — صفا این مور میل سرمه شد چشم سلیمان را

غریق بحر وحدت جلوهٔ کثرت نمی بیند — بزیر آب نتوان دید موج روی دریا را

قامت خم باشد انگشت اشارت سوی خاک — خویش را پیران نشان از منزل خود میدهند

می نماید گردش گردون ضعیفان را قوی — مور مار حلقه میگردد بروی آسیا

یک داغ می نماید از دل هزار داغ — آئینه خانه است چراغان بیک چراغ

رشتهٔ نظارهٔ خود بین کم از زنار نیست — چشم پوشیدن زخود خود را مسلمان ساختن

زینهار از جادهٔ افتادگی بیرون مرو — کین رهِ خوابیده دارد سر بزانوی بهشت

نمک از خنده دارد پستهٔ لعل سخن گویش — ز شیرینی بود حلوای سوهان چین ابرویش

دیوانه کرد بسکه هوایت بهار را — باشد کف از شگوفه بلب شاخسار را

مبادا دل زبیم شام هجرانش غمین باشد — بروز وصل میخواهم که عالم بیزمین باشد

چون دو ناخن هر دو عالم را بهم آورده اند — عاشقان از پای خود تا خار را بیرون کنند

بود موج تبسم جنبش گهوارهٔ نازش — خبر از گریه ام آن طفل بی پروا کجا دارد

نمانده است نشانی بغیر نام ز من — مرا کسی که به بزم تو برد نامم برد

مرزا محمد علی صائب تبریزی

(در ملک اصفهان کوس رستمی می نواخت - در تمام عالم آوازهٔ اشعار جواهر عیار خویش انداخته

ل ب : سر خود را -

از زمانی که زبان سخن آشنا شده چنین معنی یابِ خوش خیال بلند فکر بر روی عرصه نیامده۔ در حین حیات دیوانش مشهور و اشعارش عالمگیر بود۔ خنکار روم وغیره بادشاهان در نامه های خود از والی ایران درخواست دیوان او میکردند۔ شاه برسم تحفگی و هدایا میفرستاد۔ و در عهد صاحب قران ثانی شاهجهان بادشاه بهند آمده۔ چندی با ظفرخان در کابل بوده همراه او تا دکن سیر کرده باز باصفهان رفت۔ با نواب جعفرخان نیز دوستی داشت۔ از ولایت این بیت بنواب نوشت ؎

دور دستانرا باحسان یاد کردن همت است　　ورنه هر نخلی بپای خود ثمر می افگند

نواب پنجهزار روپیه صله این بیت بوی فرستاد۔ و قدرت سخن آفرینی و جدت طبع بحدی داشت که روزی راقم که یکی از شاگردان او بود۔ مصرعی مهمل طرز[۱] گفته آورد ع

از شیشهٔ بی می مِی بی شیشه طلب کن

صائب بدیهه پیش مصرع رسانده ؎

حق را ز دلِ خالی ز اندیشه طلب کن)

وقتی با یاران در راهی میگذشت سگی نشسته دید۔ حالت سگ اینست که در وقت ایستادن سرنگون و هنگام نشستن سربلند می باشد۔ مصرع برزبان آورد ع

سگِ نشسته ز ایستاده سرفرازتر است

بعد از آن بی تامل پیش مصرع رساند ع

شود ز گوشه نشینی فزون رعونت نفس

و پیش مصرع مطلع بابا فغانی تصرفی کرده که مستحسن جمیع سخن سنجان گردید ؎

فغانی　بوقت صبحدم نالان بگلگشت چمن رفتم　　نهادم روی بر روی گل و از خویشتن رفتم

صائب　بوقت صبحدم گریان چو شبنم در چمن رفتم　　نهادم روی بر روی گل و از خویشتن رفتم

همچنین کارستانها در سخن بسیار کرده استاد استادان است۔ منه

---

[۱] ب: بر سبیل امتحان گفته گمانش این که پیش مصرعهٔ این رسیدن از جملهٔ محالات است۔ الحق غیر از طبع صائب کرا مجال که چنین پیش مصرع رساند و این را بیت معنی دار کند۔

نماند ناله دلِ درد پیشهٔ مارا — بسنگ سرمه شکستند شیشهٔ مارا

× ورق گرداند پرواز نشاط از دفتر عالم — بچشم انتظار افتاد دوران پرید نها

بر روی غافلان جهان خمارهٔ سپهر — از رود نیل کوچه بفرعون دادن است

× داغ فرزندی کند فرزند دیگر را عزیز — تنگ تر گیرد ز مجنون در بغل صحرا مرا

چون قلم شد تنگ بر من از سیه روزی جهان — نیست جز یک پشت ناخن دستگاه خنده ام

روی گردان نشود صافدل از دشمن خویش — آخر آئینه به بالین نفس می آید (؟)

× بحر رحمت را تصور کرده بودم بیکنار — از غبار خط هر در عارضت حیران شدم

طاعت کند سرشک ندامت گناه را — بارش سفید میکند ابر سیاه را

زینت خود ساخت دولت هر چه آرد گرد فقر — مشعل شاه از کهن دلق گدایان روشن است

زمین کان نمک گردیده است از شور سودایم — بجای گرد مجنون خیزد از دامان صحرایم

بآئین تمام از خم شراب صاف می آید — عجب خیل پریزادی ز کوه قاف می آید

نیست هر آئینه را تاب رخ گل رنگ او — هم مگر آئینه سازند از دل چو سنگ او

تو و دلجوئی عاشق زهی اندیشهٔ باطل — غبار خط مگر آرد بیادت خاکساران را

پیشانی عفو ترا پر چین نسازد جرم ما — آئینه کی بر هم خورد از زشتی تمثالها

بچشم کم منگر جسم خاکساران را — که این غبار بدامان یار نزدیکست

نه خط است این نمایان گشته از طرف بناگوشش — که شد گردیتیمی سایه افگن از در گوشش

تماشای جمال خود چنان برداشت از هوشش — که بیرون آورند از خانهٔ آئینه بر دوشش

ز شست صاف از دل بگذرد گرم آنچنان تیرش — که از بوی کباب افتد بفکر زخم نخچیرش

هر که را دیدم سری دارد بپای یار خویش — از برای تیر آه من کمانی میشود

طلبگار خدا را منزل از راه دور تر باشد — بدریا چون رسد سیلاب آغاز سفر باشد

بیک کرشمه که در کار آسمان کردی — هنوز می پرد از شوق چشم کوکبها

بر کف دست اگر موی برون می آید — میرسد دست بموی کمر یار مرا

× پاک طینت را کمالی نیست دانشور شدن — هیچ حاجت نیست خاک کربلا را زر شدن

این دو بیت بنام مرزا صائب شنیده بودم۔ حال معلوم شد که از دیگر یست ؎

داغ فرزندی کند فرزند دیگر را عزیز۔ الخ

دوم این بیت که ؎

زینت خود ساخت دولت هر چه را از دکر د فقر۔ الخ

مرزا صائب اشعار دلپسند عالمگیر بسیار دارد تا کجا نوشته آید۔ روزی در مجلس میر معز موسوی‌خان نشسته بودم۔ سوداگری از ولایت آمده ظاهر ساخت که مرزا صائب وفات یافت میر و دیگر اعزّه که در آنجا حاضر بودند افسوس ها خوردند۔ فقیر گفت "صائب وفات یافت" تاریخ رحلتش بی کم و کاست می شود۔ میر حساب کرد درست بر آمد فرمود که مگر پیشتر فکر کرده بودی۔ گفتم دو سال پیش ازین تاریخ حکیم صاحب را "صاحب وفات یافت" یافته بودم در "یا" و "حا" تفاوت دو سال دیده فی الفور گفتم۔ بهر دو تاریخ تحسینها کردند۔ گویند هر قدش در باغچه پر از ریاحین بر کنار رود واقعه است۔ صاحب سخنی در آنجا رسیده۔ این بیت نوشت ؎

(ای صبا آهسته پا بر برگهای غنچه نه[1] پاسبانان نزد گلها صائبا خوابیده است)

میر صیدی[2]

نازک خیال و بلند فکر بوده۔ در زمان شاهجهان بادشاه بهند آمده غلغله این مطلع در مجمع سخنوران پایهٔ تخت انداخت[3] ؎

برقع برخ افگنده برد ناز بباغش تا نکهت گل بیخته آید بدماغش

دیوان رنگین و اشعار پر مضامین دارد۔ استاد فن و کامل سخن بود۔ گویند روزی برلب جوی طرح ضیافت انداخته با یاران صاحب سخن نشسته تماشای ماهیان میکرد۔ این مطلع برجسته از طبع رسایش سر بر زد ؎

---

[1] ب: گل بنه [2] د: میر صلائی [3] ب: از هر طرف تحسینها شنیده بر سر دروازه جا گرفت۔ روزی بیگم بر عماری فیل سوار شده برای سیر باغ صاحب آباد میگذشت۔ از بالای بام به بانگ بلند برخواند۔ مطلع

برقع برخ افگنده برد ناز به باغش تا نکهت گل بیخته آید به دماغش

بیگم شنیده خوش شد۔ پانصد روپیه صله عنایت فرمود۔

ازین خود کام یاران تنگ الفت می پرد مارا | که بهر صید ماهی خشک می خواهند دریا را

قضارا ماهی از آب برجست و در دامن او افتاد۔ آن را صلۂ این شعر من جانب الله انگاشت، بشگون نیک برداشت و روز دیگر ضیافت این عطیۂ عظمیٰ ترتیب داد۔ فقیر نیز مطلعی و حسن مطلعی در جوابش رسانده ؎

سرخوش

ازین بی رحم صیادان رہائی کی شود مارا | که آتش می زنند از بهر یک نخچیر صحرا را

بگلزاری که بینند ناز عرض لشکر حسنش | تماشا کن شکست فوج فوج رنگ گلها را

این نیز مقبول سخنوران گردید۔ خان والاشان مکرم خان خلف نواب شیخ میر سپه سالار شاه عالمگیر بیک دست خلعت این منتظر فضل الٰہی را نیز سرفراز نمود حسن مطلعش را نیز جواب گفتم ؎

صیدی

براه انتظارش گر گداز تن چه خواهد شد | ز اعضا چشمی و پای چو نرگس بس بود مارا

سرخوش

زاسباب طرب چیزی دگر میکش نمی خواهد | همین دستی و جام می چو نرگس بس بود مارا

من اشعار میر صیدی ؎

از باغ رفتی و دل بلبل بناله ریخت | گل را شراب رنگ تمام از پیاله ریخت

بی تو بلبل میکشد بناله آهنگ مرا | بوی گل تعلیم تمکین میدهد رنگ مرا

در غبار دل هوسهارا نهان کردیم پاک | در حیات خویش بردیم آرزوها را بخاک

سرگشتگی بطالع من باب کرده اند | یک می بساغر من وگرداب کرده اند

عجب دارم از طالع ساغر خود | که در ساختن نیز گردیده باشد

سوخت رشک شعلۂ شمعم که در راه طلب | از نظرها کرده پنهان جادۂ بیهوده را

کم طالعی نگر که من و یار چون دو چشم | همسایه ایم و خانۂ هم را ندیده ایم

کشتۂ ناز تو آرام نمیداند چیست | گر بخاکش کنی آسودگی از خاک دهد

زبسکه حسن تو هر ذره را برنگی سوخت | توان شناختن از هم غبار سوختگان

در جهان بود ازین پیش نشاطی و کنون | ما مکافات کش عشرت آن یارانیم

ندیدم جز قفس جای دگر تا دیده ام خود را | همین در ریختن ها گر دهد پروازی پر و بالم

له ب: دیار ٢ه ب: بی طالعی -

در بزم او مجال نشستن نیافتیم — چون نرگس ایستاده کشیدیم جام را
غباری دارد از خط ماه رخسارش که گر یکجا — مصوّر جمع سازد صورت خالی میگردد
مرا شرم محبت بسکه دور از بزم او دارد — سخن گر رو برو گوید بمن پیغام میگردد
بعد مرگ افتان و خیزان در هوای کوی او — استخوانم چون پر افتاده آید سوی او

حکیم محمد کاظم صاحب

خود را[۵۱] مسیح البیان میگرفت۔ صاحب تخلص داشت۔ اکثر شعر بطرز مولوی روم میگفت دیوانی ضخیم پر از رطب و یابس ترتیب داده۔ بر پشت سر ورق هر دیوان تصویر خود منقش کنانیده۔ صورت و معنی خویش را در عالم جلوه میداد و مثنویها متعدد دارد و هر یکی را نام خوشی نهاده یعنی آئینه خانه و پری خانه و ملاحت احمدی و صباحت یوسفی و کمال محمدی۔ و مجموع کلیات را به "انفاس مسیحی" موسوم ساخته۔ بر طبع و اُستادی خود مغرور بود۔ از غایت برخود غلطی اکثر شعر پوچ و بی معنی میگفت و از مردم چشم تحسین میداشت۔ گویند روزی میر صیدی بار بدیدنش آمد او در خانه بکاری مشغول بود۔ میر ساعتی بنشست۔ دیوانش بر رحل مثل مصحف بتعظیم تمام نهاده بود نار بکشود۔ نگاهی کرد و برخاست و رفت۔ حکیم چون برآمد و شنید که میر صیدی آمده بود۔ بمیر سامان خود گفت که چرا نگفتی که تا برآمدن من بمطالعه دیوان محظوظ می شد[۵۲]۔ باین تقصیر چند گره بآن بیچاره زد۔ این ماجرا بمیر صیدی رسید۔ روزی در دربار باهم دوچار شدند۔ حکیم عذر خواهی کرد که چرا انتظار من نکشیدند۔ زود برخاستند۔ باری دیوان من آنجا بود بنظر گذشته باشد۔ حفظ کرده باشید۔ میر گفت یکدو صفحه خواندم امّا عجب انصاف است که شعر شما گویند و صله میر سامان بیاید[۵۳]۔ این چند بیت از وست ؎

قدح کج کرده اشکی زان بت پیمان شکن دارم — گل ابری بمژگان یادگاری زانجمن دارم
دلی دنبال چشم او روان از خویشتن دارم — پی آهو چون آهو میدود این دل که من دارم

---

۵۱ د: مسیح البیان خطاب داشت۔ و پانصدی منصب از قدیم الخدمتان عالمگیر بادشاه بود و صاحب تخلص میکرد ۵۲ ج: باشند
۵۳ ب: بحضور بعض عزیزان گاهی فقیر میگفت که این چه طور شعر است که حکیم بر آن می نازد و از یاران تحسینها میخواهد۔ این را شنیده از فقیر آزرده شده گله ها میکرد۔

غافل آمد در بزم آن شوخ بی پروا نشست — می طپد در سینه دل ترسم خبردارش کند
در گلستان بار ها بر چشم تر مالیده ام — برگ گل نبود شناسم گوشهٔ دامان کیست
ما بخود دوست ندیدیم کسی را هرگز — که دعا کرد و بدام تو گرفتار شدیم

رباعی

بر لاله خط کشید کان سنبل موست — گل را بگلاب شست کین صفحه روست
عالم همه اوست لیک نتوان گفتن — شه را بسر انگشت نمودن نکوست
ما را بخدای خویشتن راهی هست — در ظلمت تن نور شهنشاهی هست
چشمک زدن ستاره بی چیزی نیست — در پردهٔ عنبرین شب ماهی هست
پوشی تو اگر اطلس اگر باشی عور — کو آنکه ز نزدیک به بیند یا دور
شرم از که کنی درین حصار نیلی — در خانهٔ تاریک چه بینا و چه کور
خط سبز آفت جان بود نمیدانستم — دام در سبزه نهان بود نمیدانستم

آقا محمد صادق

دانشمند خانی فاضل کامل بوده گاه گاهی فکر سخن نیز میکرد ساقی نامه بحسن ادا گفته[۱] - این بیت
از وست ؎

رحم می آید مرا بر بلبل آن بوستان — کز نزاکتهای گل فریاد نتوانست کرد

صبوحی[۲]

خوش فکر بوده یک بیت ازو بگوش خورده اینست ؎

غم افزون شود چون دیگران گریند بر حالم — بلی دریا فزون میگردد از باران ساحلها

صامت

سوداگر در زمان شاه عالمگیر بهند آمده دیوانی مختصر موافق فکر خود دارد این دو بیت
از وست ؎

شگفتن غنچه بی رنگ و بو را میکند رسوا — همان بهتر که دست بی کرم در آستین باشد
ما را نگه چشم تو از چشم تو خوشتر — با دام صفای گل بادام ندارد

---

[۱] ب: مرزا محمد علی ماهر اشعار خود پیش او میگذرانند - یک بیت او بخاطر است [۲] ۵۲ ب: صوفی -

میر[1] ضیاء الدین دہلوی

خوش[2] اندیشہ[3] بود یکدو صحبت در اوائل جلوس عالمگیر او را دیدہ ایم۔ از وست ؎

نشستہ در طلبِ دلربای خویشتنم — چو چشم می پرم اما بجای خویشتنم

جادہ ہمراہی من تا بلبِ دریا کرد — عاقبت ہمرہِ کوتہ قدمم تنہا کرد

ہر کہ با جانان نشد سرگرم بآرام نیست — خالی از آسیب نبود بادہ تا در جام نیست

گہ دہان یار می بوسم زمستی گاہ چشم — پیش مستان ہیچ فرق از پستہ تا بادام نیست[4]

طالب آملی

صاحب[5] طبع وذو کمال و خوش فکر و خوش خیال بودہ و اشعار عالمگیر دارد۔ مرزا صائب وغیرہ سخنوران او را باستادی قبول دارند۔ این مطلع او در خاص و عام تمام شہرت دارد[5] ؎

بتن بو یا کند گلہای تصویر نہالی را — بیا بیدار سازد خفتگان نقش قالی را

گویند برای این مصرع شش ماہ فکر کردہ پیش مصرع رساندہ ؎

زغارت چمنت بر بہار منتہاست — کہ گل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند

منہ

جسمم[6] از غمِ فربہم نزار است — یک برگ گلم دو جامہ وار است

آبم بکن ای شرم بہ نزدیکی آن کو — شاید بغلط یار زمن دست بشوید

شد ز نظارگیان خانہ ہمسایہ خراب — مو من با تو کہ فرمود کہ بہ بام برآ

خانہ تست دل و دیدہ ز باران سرشک — گر چکد آب دران خانہ درین خانہ بیا

ہر سنگ کہ بر سینہ زدم نقش تو بگرفت — آن ہم صنمی بہر پرستیدن من شد

گرمی عجب ز خوئیتو نبود کہ در جہان — ہر آتشی کہ مرد بخوی تو جان سپرد

خواستم تا سینہ بخراشم بناخن جسم زار — درمیان پنجہ ام مانند مو در شانہ ماند

لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی — دہان بر چہرہ زخمی بود بہ شد[7]

---

[1] ج: میر محمد ضیاء دہلوی [2] ب: در مدرسہ چوک لعل دروانہ نشست گاہ داشت۔ مرد غریب و خوش فکر بودہ [3] نسخہ ب: این شعر نیز دارد ؎ خالی ز رہبر است جہان ورنہ چون عصا — یک گام ہر کہ پیش نہد ہادی من است

[4] ب: داماد شیخ حاتم از امرایان جہانگیری مرد صاحب کمال و صاحب طبع [5] ب: ہیچکس جواب آن نتوانست گفت

[6] ب: چشم [7] ب: تاریخ وفاتش "حشرش بعلی ابن ابی طالب باد" یافتہ اند۔

حاجی طیّب[1]

صوفی مشرب بوده۔ بیشتر رباعی فکر کرده از وست۔

رباعی

ای دل سفری ازین جهان دون کن | از بهر گریز رخنه در گردون کن
در خانهٔ تاریک ازین بیش مخواب | بنگر که چه وقتست سری بیرون کن

در خواب گہِ جهان من شیدائی | چشمی بگشادم از سر بینائی
دیدم که درو نبود بیدار کسی | من نیز بخواب رفتم از تنهائی

میر محمد طاهر حسینی[2]

از مردم طالقان۔ در اواخر سلطنت جهانگیر بادشاه بهند آمده بود۔ پیشه تجارت داشت واز تاجران عمده و دولتمند بود وبحلیهٔ تقوی آراسته بود۔ در زمان شاهجهان با ظفرخان اورا خلطه ومحبّت عظیم بود خان قدردان از راه آشنائی ذکر کمالاتش را در حضور بادشاه نمود۔ بر زبان مبارک گذشت که اگر نوکری اختیار کند به پانصدی منصب سربلند می سازیم۔ خان معزالیه آمد و گفت اگر قبول این معنی نکنی از تو میرنجم۔ میر این غزل درجواب انشاد کرد غزل

دیوانه ایم بر ما باشد لباس رندان | زنجیر گردن ماست زنجیرهٔ گریبان
بر ما هیچ بسیار خواهیم بر جنون زد | یک نعره وار راه است از شهر تا بیابان
زافتادگان نیاید استادگی بخدمت | چون نقش پا بردنم بر دن ز راه نتوان
چون تار سبحه نتوان از هر دری درون شد | صد در نمیتوان گشت از بهر یک لب نان
طرز غزل سرای ختم است بر تو طاهر | معنی زتست امروز چون همت از ظفرخان

نسخه دوران ز نفع انتخاب افتاده است | آنچه من میخواهم اکثر زین کتاب افتاده است
هم این دستگیری منعمان از عین نادانی است | بدان ماند که دست کور را کور دگر گیرد

ملا طغرا

شاعر خوش فکر و معنی یاب و منشی طبیعت بود۔ بیشتر در انشا پردازی اوقات بسر میبرد۔ در تعریف کشمیر وراه آن رساله‌ها نوشته۔ در آنجا داد سخنوری داده۔ اشعارش نیز خالی از[3]

---

[1] ب: طیبی سح: حاجی محمد طیّب۔ د: طینتی [2] در نسخه ب این شاعر مذکور نیست [3] ج: خالی از چاشنی معانی نیست۔

مضامین نیست ؎

خوش آنساعت که بزم آرا نشینی بر لب جوی ——— خط پشت لبت چشم قدح را گرد ابروی

آبرو میرود از دست بآمد شد غیر ——— چون حباب از همه جانب ته کاشانه به بند

میر[۱] نظام الدین احمد طالع

از مستعدان زمانه است - و در جمیع علوم و فنون یگانه - از بس در تحقیق و تصوف دعوی همه دانی دارد و همتش تنها الفن شاعری سر فرو نمی آرد - از دیگر علوم تصوف و تحقیق نیز چاشنی دارد فقیر را در خدمت او اتحاد و اخلاص تمام است - و دو رباعی فقیر دو گواه این مدعاست -

سرخوش

توصوفی صاف صاحب تمکینی ——— تو هادی کامل و حق آئینی

من مخلص تو بجان و تو مشفق من ——— من بنده چو خسرو و تو نظام الدینی

دل بهر کمالات پریشان چکنم ——— کافیست مرا نشه عرفان چکنم

مرزای نظام دین محمد همه دان ——— من سرخوش بیچاره یکی دان چکنم[۲]

در موسم خربزه سرده های شیرین فرستاد این رباعی نوشتم -

رباعی

از خربزه های بخشش مرزایم ——— چون جان شیرین شده است سراپایم

در شکرش خواستم زبان بکشایم ——— چسپید ز شیرینی آن لب هایم

مرزای حلاوت سنج معنی این رباعی در جواب نوشت -

رباعی

ای در دل اهل ذوق و وجدان جایت ——— عبد اخلاص خالصت هر جایت

از بسکه بقلب خویشتن داری دوست ——— چون اهل زمانه وا نشد لب هایت

---

[۱] در نسخه (ب) این شاعر در باب نون مذکور است - و آنجا تخلصش مائل رقم نموده است - اما در نسخه (ج) نوشته است که مائل تخلص برادر کلانش میر قطب الدین بود [۲] ج: میرزا قطب الدین مائل برادر کلانش شبی از راه استهزا گفت - ایشان خود لیاقت سلطان نظام الدین شدن دارند - پر ظاهر است شما درجه کمال خسرو دارید - گفتم وقتیکه ایشان نظام الدین اولیا خواهند بود - مرا خسرو شدن چه قدر بعید است - قصیده در نعت گفته بود چون باین بیت رسید ؎

فخر دارم بر جنید و شبلی و بر بایزید

از جنابت تا مرا گشته نظام الدین خطاب

محمد اخلاص واثق (ل: وامق) تخلص حاضر بود - گفت اول از جنابت برآئید - بعد از آن فخر بر پاکان کنید -

روزی این بیت حافظ شیراز در نغمه میخواندند خوش آمد باہم طرح کردہ ایم۔ حافظ راست ؎

مزرع سبز فلک دیدم و داس مہ نو | یادم از کشتہ خویش آمد و ہنگام درو

عزیزی دیگر راست ؎

تخم دیگر بکف آریم و بکاریم ز نو | کانچہ کشتیم ز خجلت نتوان کرد درو

سرخوش
ہر کس انبار کند خرمنی از گندم و جو | من ناکاشتہ تخمی خجلم وقت درو

طالع
باشدت رنج دوئی حاصل این گندم و جو | آنچہ ناکاشتہ حیف تو ہنگام درو

ولہ
جدا از ہستی خود شو کہ ہمرنگ صفا گردی | اگر قالب تہی از خود کنی ماہ سما گردی

قناعت عالمی دارد خدا را پا بدامن کش | ز طفلی رسم نمودی پی گشتی تا کجا گردی

بخیر اندیشی عالم برآور نام چون طالع | دلی را گر بدست آری بجانت دلربا گردی

بر سر شورش میاور خاطر پر شور را | نیست آسان دست کردن خانہ زنبور را

وقت پیری بی مذاق تلخ نتوان زیستن | کی تواند داشت بی فلفل کسی کافور را

از غلط اندازی دوران مشو ایمن کہ شخص | بیشمار و اختر تابان چراغ دور را

ہیچ دل از تیغ او بی ریش نیست | آب در جریان بضبط خویش نیست

کثرت تکرار کلفت میدہد | عشرت دنیا نگاہی بیش نیست

محمد طاہر

معلوم نیست کہ ہمان محمد طاہر است کہ بالا مذکور شد یا دیگر است ؎

لطف دشنام تو تسکین دل مدہوش است | آتش از آب چہ گرم و چہ خنک خاموش است

ملا ظہوری تبریزی[۱]

در بیجاپور دکن علم خوشخیالی افراختہ۔ در نظم و نثر ید بیضا داشت۔ در نثر رسالہ نورس و خوان خلیل و گلزار ابراہیم بنام ابراہیم عادل شاہ بسیار خوب نوشتہ[۲] و در ساقی نامہ کہ بنام برہان الملک گفتہ داد سخنوری دادہ۔ گویند وقتیکہ پیش نظام شاہ در احمد نگر فرستاد نظام شاہ باوجود ناآشنائی

[۱] ب: رنگ ۲ ب: ترشیزی ۳ ب: گفتہ ہر فقرہ او سجع و معنی تازہ دارد گویا نظم رنگین است کہ او را نثر کردہ میخوانند۔

[۲] ب: بسیار مربوط و پختہ و استادانہ گفتہ و تلاشہا کردہ و در شعرا مقرر است کہ چنین ساقی نامہ کسی نگفتہ و نتواند گفت۔

سخن چند[1] زنجیر فیل پر از نقد و نقائس و جنس صله آن فرستاد ظهوری در قهوه خانه نشسته بود تنباکو میکشید - فرستاده ها قبض الوصول خواستند - قلم برداشت بر پارهٔ کاغذی بر نگاشته ع

کن[2] تسلیم کردند تسلیم کردم

یک چند از وجه کتابت قوت بهم میرسانید - کتاب روضة الصفا را صد کرت نوشت و فروخت

از وست ؎

چشم را پردهٔ خود کرده بدیدن رفتم　　پنبه در گوش نهادم به شنیدن رفتم

سجدهٔ دائمی بود تمنائی جبین　　گرد پیری مدد اینک بخمیدن رفتم

از دم تیغ نگه دم به طپیدن[3] دهیم　　سرمهٔ حیرت کشیم دیده بدیدن دهیم

بند نقابی کشیم تیغ و ترنج آوریم　　یوسف[4] و یعقوب را کف به بریدن دهیم

چراغ عاریتی تیرگی زیاده کند　　بروشنائی شبهای تار سوگند ست

ذوق جنبش بر تماشائی گل رخسار داشت　　گر نمی بر عذر زد و آئینه با خود کار داشت

دل پر از سوز محبت داغدار افتاده ام　　لاله زار از دیگران در شعله زار افتاده ام

سر بلندی می کنم دعوی گواه افتادگی ست　　از عزیزانم دلیلم این که خوار افتاده ام

بجگر تشنگی خضر جگر میسوزد　　که ز سرچشمهٔ تیغی دم آبی نکشید

بحذر میگذر از خاک جگر سوختگان　　دست بیرون نکشد شعلهٔ دامن گیری

عرفی شیرازی

از مستعدان زمانه بود در قصیده گوئی و غزل پردازی یگانه - اشعارش بسبب اشتهار ابراو نیافت - بهمین بیت که خوشگاه میان ناصر علی بود اکتفا نموده شمهٔ از حالش رقمی گشت - از وست ؎

من ازین درد گرانمایه چه لذت یابم　　که باندازهٔ آن صبر و ثباتم دادند

در مداحی میر ابوالفتح گیلانی و نواب خانخانان سپه سالار چها که نیافت - در سی و شش سالگی در سنه تسع و تسعین و تسعمایه در لاهور در گذشت سو همانجا مدفون کردند - استاد البشر

---

۱ ب: هفت　۲ ک: که تسلیم کردند تسلیم کردم　۳ ب: تن به طپیدن دهیم　۴ ی: یوسف یعقوب را.

وهادی کلام عرفی شیرازی - تاریخش یافتند - از غایت اعتقاد که بجناب مفترض الطاعته علی المرتضی داشت دلشوق دریافت خاک مرقد آن سرور این بیت بصد اشتیاق گفته بود - بیت قصیده ؎

بکاوش مژه از گور تا نجف بروم　　اگر بهند[1] بهلاکم کنی وگر بتتار

آخر میر صابر اصفهانی نعش او را بعد از سی سال به نجف اشرف رسانید - ملا رونقی همدانی تاریخ یافت ؎

یگانه گوهر دریای معرفت عرفی　　که آسمان پی پروردنش صدف آمد
چو عمر او بسر آمد ز گردش دوران　　شکست بر صف دلهای پر شغف آمد
بگوش چرخ رسانید حرف جانسوزی　　که عمرم از تو چو در معرض تلف آمد
بکاوش مژه از گور تا نجف بروم　　فگند تیر دعای و بر هدف آمد
رقم زد از پی تاریخ رونقی کلکم　　بکاوش مژه از هند[1] تا نجف آمد

گویند این رباعی در وقت نزع گفت -

عرفی دم نزع است و همان مستی تو　　آخر بچه مایه بار بر بستی تو
فرداست که دوست نقد فردوس بدست　　جویای متاع است و تهی دستی تو

آبروی هندوستان میان ناصر علی

از اهل هند صاحب سخن بلند خیال معنی یاب ذی همت و کمال هجو او بر نخاسته - از یاران قدیم فقیر بود از خورد سالگی یکجا بهم مشق سخن میکردیم - و صحبتها میداشتیم - این بیت از وقیع حسب حال ماست ؎

طالع شهرت رسوائی مجنون بیش است　　ورنه طشت من و او هر دو ز یک بام افتاد

بقدر استعداد خود در هندوستان دستگاهی نیافت - در زمان بی فیض واقع شد و الا این چنین نازک خیال

---

[1] ب : بهلاکم کنی [2] د : از گور - اما از هند درست می نماید [3] د : سوای شعر حسن خلق و دلگرمی و خدا شناسی و همت و سخاوت و استغنا دینی پرشانی بمرتبه دارد که در هیچ مخلوقی دیده نمی شود چنانچه خود گفته ؎ از سخن مارا دماغ دیگر است　چون صدف مغز سرما گوهر است
در اوائل شهرت همت خان خواهش دیدن او کرد - برفاقت میرزا محمد علی ماهر رفت بعد از شعر خوانیها خان بتقریبی گفت که در مردم مغلیه ما خوب رسم است که یاران در خانه یکدیگر مهمان میشوند امروز من بخانه یاری رفته خوردم فردا او بخانه من آمده خواهد خورد - مردم هندوستانی یکبیک طبع اند در غایت خست در خانهای خود پنهان شده میخورند - گفت مغلان نان را بالفرض میدهند هندوستانیان ازین شیوه عار دارند - همت خان برهم خورد - روزی همراه سیف خان که با وی بسیار دوستی داشت بخانه خان جهان بهادر کوکلتاش عالمگیری رفت و چون تکلیف شعر خوانی کردند - این بیت را خواند ؎

اهل دنیا را بغفلت زنده دل پنداشتم　　خفته دائم مردگان را زنده می بیند بخواب

نواب هزار روپیه گذرانید قبول نکرد - روپیه سیف خان کرده گفت ما بخدمت این بزرگ می باشیم هرگاه گرسنه میشوم از مطبخ شوربای امیر سد...

می باید ملک الشعرای عصر باشد۔ این رباعی فقیر در تعریف او شاہد کمال اوست۔ رباعی

در ملک سخن بود جہانگیر علی | در مشرب دل ولی علی پیر علی
با شعر علی نمی رسد شعر کسی | ز السان کہ خط کس بخط میر علی

در آخر عمر باشاہ مجذوبی در دار الخلافہ بدعوئ قطبیت اقامت ورزید۔ جنون ساختہ بہم رسانید دم از دوستی بوعلی قلندر میزد۔ ششم مبارک رمضان سنہ یکہزار و یکصد و ہشتاد درگذشت فقیر تاریخش یافتہ

وارستہ علی بہمت بی پروا | از راحت و رنج دہر مستغنی رفت
دائم چو توجہش سوی معنی بود | دل کندہ ز صورت کدۂ ہستی رفت
سرخوش ز خرد سال وفاتش پرسید | گفت آہ علی بعالم معنی رفت

در اوائل مشق روزی فقیر باوی گفت کہ بعضی اعزّہ میگویند کہ مسودۂ اشعار ملا ندیم بدست ناصر علی افتادہ و اشعار آنرا بنام خود میخواند۔ گفت امتحان شاعر طرح غزل است بیائید باہم طرح غزل کنیم۔ این غزل در پیش بود۔ آب استادہ است و آفتاب استادہ است او و فقیر اسپ در میدان تاختیم و این مطلع بدیہہ گفتیم

تن ز اشکم تا بگردن روی آب استادہ است | سر بروی تن عیان ہمچو حباب استادہ است

میاں ناصر علی حسن مطلع رساند۔ جواب مدعیان باین عبارت ادا کرد

اہل ہمت را نباشد تکیہ بر بازوی کس | خیمۂ افلاک بی چوب و طناب استادہ است

روزی بفقیر گفت در تمام عمر بہ ازین شعر نگفتہ ام۔ چیزیکہ بمن دادہ اند ہمیں بیت است۔ بہ اعتقاد خود بہ از ہمہ شعر ہای خود میدانم

تو چو ساقی شوی در تنگ ظرفی نمی ماند | بقدر بحر باشد وسعت آغوش ساحلہا

فقیر گفت قریب بہ این معنی بیتی دارم اما داخل بیاض و انتخاب خود نکردہ ام۔

عشق بخشد انبساطی در دل غم پرورم | ہمچو مہ بالد بقدر بادہ بر خود ساغرم

ومن بیطالع ہرگاہ در دیوان خود نظر میکنم اینقدر معنی ہای تازہ می یابم کہ شعرای دیگر برای یک مصرع عاجز اند نمی یابند۔ اما ہیچ کس خریدار نیست۔ بلکہ بگوشہ چشم ہم نمی نگرد

یوسفی در پردہ بودم کس خریدارم نشد | خویش را بفروختم با خویش سودا باز گشت

یک بیت در تعریف معنی یابی خود گفتہ ام فی الواقع چنین است

سرخوش از طبع نجسته معنی نابستهٔ بعد ازین هر کس که گویا شعر مضمون از من است

اگرچه اشعار میان ناصر علی از انتخاب مستغنی است۔ باعتقاد فقیر هرچه گفت خوب گفته۔ این چند شعر خوش کردهٔ میر معزّ موسوی خان وغیره اعزّه صاحب کمال است ؎

وحشتم از دل هر ذرّه نمایان کردند آنقدر جمع نبودم که پریشان کردند

جادهٔ راه محبت که دم شمشیر است نفس سوختهٔ بود که پنهان کردند

یک شهر چشم خوش نگهان فرش راه اوست آنجا که سرمه گرد کند جلوه گاه اوست

بمحفلی که حریفان بیاد حق مستند نفس زدی و چو آئینه بر تو در بستند

برق تازان فنا تا کمر دل بستند چون شرر بر نفس سوخته محمل بستند

تو بهار نفس بازپسین دست رس است بی خبر دیر رسیدی در منزل بستند

عرق شد پرتو شمع از خجالت چه حسن است این بهر محفل که باشی خوشهٔ تاک است فانوسش

هوای ابر ز خودی برد مرا امروز چو برق جسته ام از جای گرفتن خویش

جفاجوی[۵۱] که صحرا را برقص آورد نخچیرش ز سیلیهای خون من سیه تا بست شمشیرش

در وادی که تیره شبم جلوه می نمود نور هزار شمع زبان غزال داشت

ز جوش باده درد ته نشین بالانشین گردد ز موج خنده ترسم خط برون آید از آن لبها

روشنی گم میکند در ظلمت کاشانه ام هست خال چهرهٔ زنگی چراغ خانه ام

اگر آن هلال ابرو بمیان نشسته باشد مه نو بچشم مردم مژهٔ شکسته باشد

چسان تقریر حال دل کنم پیش سیه چشمی که گردد شمع خاموش از نگاه سرمه آلودش

رم خوردگان تجرید جایی که برق تازند پا در حنا نشاند رنگی بخویش بستن

چرخ سیلی خوردهٔ طوفان استغنای ماست در غبار شب مه نو نقش پشت پای ماست

بجز[۵۲] من کسوت دیگر نپوشد آفتاب من ز درد خویش دارد شیشه چون اخگر شراب من

یکی شد همچو درد و صاف می روز و شب عالم ز بس لرزید چرخ شیشه رنگ از اضطراب من

همت درویش از منعم شدن کمتر شود از چکیدن باز ماند قطره چون گوهر شود

---

۵۱ ب: من و شوخی که صحرا را برقص آورد نخچیرش ۵۲ ب بجز من کسوت دیگر نپوشد آفتاب من۔

بیا ای نور چشم پاکبازان رنگ سیمایت — که چون نرگس درون دیده خالی کرده ام جایت

مثنوی در زمین یوسف زلیخا بسیار رنگین و بطرز تازه گفته ازوست ؎

نخفتم یک شب از خندیدن دل — که دیر سومناتم بود منزل
بتی میگفت پنهان با برهمن — خدای من توی ای بندهٔ من
مرا بر صورت خود آفریدی — برون از نقش خود آخر چه دیدی

در همان مثنوی در تعریف وارستگان میگوید و خود نیز برین بیت محظوظ بود ؎

بدنیا و بعقبی در ستیزند — چو برق از هر دو جانب میگریزند

مرد پیری از یاران او که نامش برهان باعث ریشخند او تا ابد است در مطلع این مثنوی تصرف کرده پیش فقیر خواند۔ فقیر آنچه در جوابش گفته بنظم در آورده ؎

علی آن پیشوای خوش خیالان — چو شد در مثنوی کلکش در افشان
رساندش پایه از معنی بمعراج — بود این مطلع آن درّة التاج
الهی ذرهٔ دردی بجان ریز — شرر در پنبه زار استخوان ریز
درین مطلع نمود از احمقیها — یک از پیران جاهل دخل بیجا
که باشد پنبه نرم و استخوان سخت — کجا این نرم را نسبت بآن سخت
بتغییر حروفی چند فی الفور — درستش کرد در زعم خود این طور
الهی ذرهٔ دردی بتن ریز — شرر در پنبه زار موی من ریز
من این حرف از زبانش چو شنفتم — چو گل خندیده بر رویش بگفتم
چرا این حاجت از حق خواهی ای یار — توانم کرد من هم این قدر کار
که مشتی خس بآتش بر فروزم — همه موی سر و ریشت بسوزم
سزای آن که در شعر بلندی — کند زینگونه دخل ناپسندی
مناسب تر درین هنگامه افتاد — براهل سخن این بیت استاد
چراغی را که ایزد بر فروزد — هر آنکو تف زند ریشش بسوزد ؎[1]

[1] ب: قریب شصت سال عمر رسانده . . . . تا که در رمضان ۱۰۸۱ھ بی دم درود شد۔ محمد عاکف "آه آه از رحلت ناصر علی" تاریخ یافته بدنیست :

عظیمای نیشاپوری

صاحب معنی بود در ہند نیامدہ۔ غزل سلسلہ بند او مشہور است و این بیت از ان غزل اوست

گفت جسم لاغرش را از غضب خواہیم سوخت ‏ ‏ ‏ گفتمش من سوختم در باب خاکستر چہ گفت

سوای این یک بیت برجستہ اش را از زبان میر معز شنیدہ ام و میر نیز در جوابش بیتی گفتہ۔ ہر دو نگاشتہ می آید

عظیما ‏ ناخن زدم بسینہ و بر سنگ کعبہ خورد ‏ ‏ ‏ نزدیک بودہ راہ و لمشان دور دادہ اند

میر معز ‏ نزدیک شد کہ کعبہ فلاخن نشین شود ‏ ‏ ‏ کوی ترا نشان مگر از دور دادہ اند

آقا عظیما[1]

دیوان بیوتات لاہور نیز خوش فکر است۔ از وست

داغہای تازہ از نخل تنم گل کرد و ریخت ‏ ‏ ‏ او بگل چیدن نیامد گلشنم گل کرد و ریخت

این مطلع قافیہ مستعد دیگر ندارد

خراش ناخن ما را دل ناشاد می داند ‏ ‏ ‏ زبان تیشہ فرہاد را فرہاد میداند

بہ طفل باد دستی دادہ ام دل را کہ از شوخی ‏ ‏ ‏ رود گر عالمی بر باد کاغذ باد میداند

برنگ گرد میگردم پی رم کردہ آہوی ‏ ‏ ‏ کہ در دنبالۂ خود سایۂ صیاد میداند

شیخ عبد العزیز[2] عزت[3]

فاضل کامل بودہ سلیقہ سخنوری نیز درست داشتہ توجہ بادشاہ جوہر شناس در صدد تربیت او مصروف بودہ است میخواستند کہ بمرتبۂ سعد اللہ خان رسانند۔ زندگانیش وفا نکرد۔ من اشعارہ

یک لحظہ دل ز نالہ نخواہد فراغ ما ‏ ‏ ‏ آتش ز سنگ سرمہ نگیرد چراغ ما

مگو کہ بسمل تیغ تو از رمیدن رفت ‏ ‏ ‏ کہ راہ صد رم وحشت ز یک طپیدن رفت

مجوی را ز تجلی ز مست عالم نور ‏ ‏ ‏ کلیم را بگلو سرمہ کرد آتش طور

---

[1] ج: محمد رضا عظیم [2] ج: عزیز [3] ب: در علم معقول و منقول سر آمد زمانہ بود۔ در فنون سپہگری و سلیقہ شعر و انشا یگانہ۔ بادشاہ دین پناہ او را میخواست کہ بپایہ سعد اللہ خانی رساند۔ بمنصب ہفت صدی و خدمت داروغگی عرض مکرر کہ نواب سعد اللہ خان مرحوم در اوائل داشت سرفراز ساختہ۔ ہمیشہ توجہ بادشاہانہ در صدد تربیت او مصروف بود کہ بقضای الہی ودیعت حیات سپردہ۔

زبس نگاشته ام سرد مهری گردون — کنند زنامهٔ من بال اگر پر د کافور
شعار کارکشایان ملال خاطر نیست — گره چگونه کند جا برابروی ناخن
راز دل خستگیم هست ز مژگان[۱] تو فاش — عرض حالم نکند هیچ زبان بهتر ازین
چشم طنازش ز بیم سرزنش های حیا — پردهٔ مستی کند بیماری پیوسته را

وقتیکه این مطلع برجسته را فرمود ؎

صدای[۲] برنمیخیزد دم بسمل زنخچیرش — مگر زد آن شکار افگن بسنگ سرمه شمشیرش

عزیزی دخل کرد که تیغ بر سنگ کشیدن مصطلح است و بر سنگ زدن جای بنظر شریف در آمده باشد فرمود جای دیده ام - اما جحتی از اشعار سلف میخواست - ملا محمد سعید اعجاز از دیوان سلمان ساوجی پیدا کرده شاهد استوار پیدا کرد ؎

سلمان چون نزد بر سنگ تیغ آن شوخ خوش می آیدم — آب چون غلط بروی سنگ گردد خوشگوار

باقر[۳] ای سوداگر

این نیز عزت تخلص میکرد - مرد غریبی بود - آن قدر عزت نداشت - شعرش هم موافق حال او بوده از وست ؎

بی غنچه دلی رائحهٔ درو ندانی — بی سیلی غم حال رخ زرو ندانی
تا رام نگردد بتو رم خورده غزالی — دزدیده نگاهی که بمن کرد ندانی
موسی بکوه طور که جا گرم داشتست — دستی با آتش دل ما گرم داشتست

---

[۱] ب: پیکان [۲] ب: صدای برنمیخیزد گه بسمل زنخچیرش [۳] ج: محمد باقر سوداگر عزت تخلص - کا: باقر سوداگر این نیز عزت تخلص میکرد
بنظر این جا در بعضی نسخه ها ذکر دو سه شاعر دیگر مرقوم است که در نسخه (ا) نیست - حالات ایشان از نسخه ب: این جا نقل میشود -

(۱) حکیم میرزا محمد عالی تخلص

در فضائل و کمالات از مستعدان زمانه است - در انواع فنون شعر و انشا پردازی محسود اقران - دیوان رنگین و منشآت پر مضامین دارد - شاهنامه بیاد شاه عالم بهادر بفصاحت و بلاغت تمام می نگارد - وله

عبث از قرب بزرگان دل مغرور خوش است — دیدن کوه نه آنست که از دور خوش است
بی کمال از پی صحبت چه خودی میخواهد — چون زبی زشت که در بهارمی کور خوش است
دل شکاران بکمند تو گرفتار شدند — خود فروشان همه پیش تو خریدار شدند
چون فتاد آتش رخسار تو در شمع وجود — خفتگان عدم از غلغله بیدار شدند

غزل ردیف جنگ که یک بیت ازان ایراد می یابد ؎

هر یک از اجزای حسنش میکشد دل را بخویش | میشود صید افگنان را بر سر نخچیر جنگ

از دکن به عبدالقادر خان دیوان بیوتات شاهجهان آباد نوشته بود. خان معز الیه طرح کرده خود گفت و بفقیر تکلیف کرد فقیر هم گفت. دیگر جمع موزونی دردار الخلافه نماند که طبع آزمائی نکرد. هنوز هنگامهٔ این بیت بار شگون گرم بود که خبر شنقار شدن عالمگیر پادشاه رسید طرفه هرج مرج در عالم پیدا شد و اعظم شاه بار دوی ظفر قرین از دکن روانه شد و شاه عالم بهادر از کابل راهی گشت و در نواحی اکبرآباد جنگ عظیم واقع گشت. اعظم شاه با دو پسر رشید چندین خوانین عمده و جمعی کثیر بضرب تفنگ و تیر کشته شد. چنانچه فقیر تفصیل این جنگ در ظفرنامه شاه عالم بهادر بنظم آورده در تعریف فیل چنین گفته ؎

برنگ تن و هر دو دندان او | بگویم چه رمز است ای رازجو
ظفر را پی دولت پادشاه | درازست هر شب دو دست دعا

در ان غزل بدین دو سه بیت فقیر و یک (از) مرزا جودت خوب بود نگاشته آید ؎

خشک زاهد بر نمی آید بحرب شیر جنگ | تیغ چوبین کی تواند کرد با شمشیر جنگ
عشق در دل خانه کرد و عقل بر پرخاش شد | بر سر جا میکند همسایه تعمیر جنگ
جودت | گرمی مردانگی از سرد طبعان کم طلب | چشم نتوان داشتن از مردم کشمیر جنگ
کرد با ابرو ستم چون ناز نا شد صرف جور | ترکش او شد چو خالی کرد با شمشیر جنگ

(در نسخه ج: اسم این شاعر میرزا محمد حکیم است و در نسخه ۷: حکیم میرزا محمد دانشمند خان عالی تخلص)

(۲) میر کریم الدین عاشق تخلص

نبیرهٔ شکرالله خان مرحوم نواسهٔ نواب غفران پناه عاقل خان به کمالات صوری و معنوی آراسته باخلاق حمیده و اوصاف پسندیده پیراسته طبع بلند و ذهن رسا دارد. در بحر امداد تلاش میابد بقدرت و سامان تمام میگوید. این چند بیت از زادهای طبع اوست ؎

نمی خواهم بروی آن پری از دل نقاب افتد | مبادا در میں معشوق یک مینا حجاب افتد
در پرده بود دل که محبت بنیاد بود | این شیشه را بسنگ پری خانه نا دبود
فیض آزادی نسر و قامت رعنا طلب | تا رهی از خود مدد از قامت بالا طلب
تا شوی محمل بدوش کاروان اعتبار | چون جرس این جا دل خاموش لب گویا طلب
یادی زما نمی کند آن بی وفای ما | از یاد دلش چراست که خالیست جای ما
دل خسته را نمیز بآه و فغان کنند | ظرف شکسته را بصدا امتحان کنند

(در نسخه ج نامش "میر کرم الله عاقلخان عاشق" نوشته است)

(۳) شیخ عطاالله عطا تخلص

بطرز قدیم فکر می کند شعر شسته و صاف دارد ؎

پری دیده ام مائل گیستم | بخون می طپم بسمل کیستم
ندانم کجا برد حیرت مرا | ز خود رفته ام در دل کیستم
ندارد شکستم صدا چون حباب | عطا شیشهٔ محفل کیستم

ملّا علی قمیؔ

درہند نیامده یک بیت[1] او عالمگیر است ازوست ؎

نشاء که از سر ما فتنه دست بردارد
بهر دیار که رفتیم آسمان پیداست

خواجه عبداللہ عرفان

خلف خواجه ملّی طبع رسا دارد در شعر محققانه بسیار خوب میگوید۔ امّا جنون بر دماغش غالب است ؎

جدا از خود چه میخواهی[2] تو هم گرد بصورت
اگر معنی همین معنی اگر صورت همین صورت

ملّا عارف لاهوری

شاعر ماهر بوده[3] ازوست ؎

بی برگی منعم بود از کثرت سامان
لب تشنگی بحر ز بسیاری آب است

نامهٔ شوق مرا قاصد بجانان میبرد
در قفای نامه چشم من چو نقش خاتم است

خستهٔ هجران او دل بستهٔ جان کندن است
مرغ بسمل گشته را پرواز از خود رفتن است

تیزیِ مژگان خونریز ترا حاصل نکرد
تیغ های آهنی هر چند سر بر سنگ زد

عاملؔ[4]

از شاگردان رشید مرزا صائب بوده۔ ازوست ؎

چه یاری بهتر از کردار[5] خیر اندیش میخواهی
چه حسنی خوشتر از حسن سلوک خویش میخواهی

پنبهٔ[6] حلّاج را رسم رسن داری بود
خانه بر دوش فنا سامان داری هم نداشت

در مثنوی مهر و وفا که تصنیف اوست در تعریف ناف گوید۔ ازوست ؎

نه ناف است این که دل را کرد بیتاب
کز و افتاد فکر من بگرداب

ز تاب جلوهٔ سرو روانش
گره افتاد در موی میانش[7]

---

[1] ب: یک بیت خوب او در بیاض صف شکن خان بنظر در آمده [2] ب: میجوئی [3] ب: همت خان جیو بردی بسیار مهربان بودند۔ دیوانی ترتیب داده مثنوی مهر و ماه گفته بموافق طبع خود تلاشها کرده [4] ذکرش در نسخه ج نیست [5] ب: از پروردگار خویش میخواهی۔ د: از کردار خویش خوب میجوئی [6] ب: رشته [7] در نسخه ج این جا شاعر ذیل مذکور است و ذکرش در دیگر نسخه ها نیست۔ از ج نقل میشود۔
خواجه عبدالرحیم عابد تخلّص مشق سخن بسیار کرده۔ دیوانی ترتیب داده یک مرید الیشان بیتی که در مذمت درویشان هند فرموده بودند بفقیر رساند ؎ دانه های سبحه مانند درویشان هند گر یکی را سوی خود خواند کسی صد می رسد. فقیر سرخوش چون خادم درویشان هند بود از راه غیرت این معنی را این قسم صورت داده معقول بربست ؎ بر نگ دانهای سبحه درویشان هندستان اگر صد را بخواند کس بجز یک یک نمی آید

میر[۱] برہان عروس

عروس تخلص داشت۔ صاحب تلاش بوده۔ این بیت ازوست ؎

بهر زیب دل ز تن میخواستم گلهای داغ — صد چمن بر هم زدم تا یک نفس آراستم

غنیمت

ازخاکیان هند غنیمت بوده طبعی درست داشت و دیوانی مختصر دارد۔ مثنوی نیز فکر کرده۔

این چند بیت ازوست ؎

نگردد قطع هرگز جادهٔ عشق از دویدنها — که می بالد بخود این راه چون تاک از بریدنها

بیا و داغهای کهنهٔ دل دار تماشائی — شود طاوس را سیر چمن برگشته دیدنها

وحشتم پر نیور و طاقت زیر دست افتاده است — همچو موج از خود بکار من شکست افتاده است

طاقت برخاستن چون گرد نما کم نماند — خلق میداند که می خور دست مست افتاده است

چاه راه خویش گردیدند چون گردابها — همت ارباب دنیا بسکه پست افتاده است

نیست غیر از گرمی الفت چراغ بزم وصل — جست برق شوق از موسیٰ و شمع طور شد

نظر بر روی که شد آشنا که میگردد — بگرد خویش چو گرداب دیدهٔ تر ما

گره ام از مهر لب نقد بیانها در گره — بسته ام چون غنچهٔ سوسن زبانها در گره

زخلق آزرده گشتم دیدنش درخویش حاصل شد — غبار خاطر آخر توتیای دیدهٔ دل شد

جنونم کرد گل از گردش چشم دلارامی — بجوب گل نمی آید علاج چوب بادامی

محمد[۲] اسمعیل غافل مازندرانی

هندوستان را در فن خط ید بیضا داشت۔ بخطاب روشن رقم سربلندی یافته در خط نسخ و نستعلیق نظیر نداشت و در خطوط دیگر مثل ثلث و ریحان و رقاع وغیره بی مثل بود۔ اوراقی از قرآن خط یاقوتی و کتاب خط صرفی ضائع و تلف شده بود۔ نوشته و کهنه کرده بجایش گذاشت و از نظر بادشاه گذرانید بی آنکه او ظاهر بسازد معلوم نشد که تازه نوشته شده۔ و در انشاپردازی یگانهٔ زمانه بود و به دبیری خاص اختصاص داشت۔ از فکر سخن نیز بهره مند بود۔

---

[۱] ذکرش در نسخه ب نیست۔ در نسخه ج تخلصش عزلت است [۲] ذکر این شاعر هم در نسخه ب نیست۔

ناخلفی ازو مانده همه مسودات و اشعارش ضائع ساخت - این چند بیت و رباعی که بر السنهٔ اعزه مانده بود ایراد یافت ؎

کجا از نازکی تاب هم آغوشی بگل دارد
مگر بر رنگ و بوی گل کشد نقاش تصویرش

ز شوق لذت زخمش ز بس در اضطراب[1] فتد
مشبک گردد از یک تیر سرتاپای نخجیرش

چنان خوگر به بیتابی بود سودائی زلفت
که بی زنجیر ننشیند بروی صفحه تصویرش

ستمگر بی وفا بیداد صیادی که من دارم
نگاهش نگذرد بر من گر از دل بگذرد تیرش

کار آسان نیست بی او زیستن
سخت جانیها حساب دیگر است

چشم بلبل میپرد رنگین بهاری در رہ است
بی نوای[1] ناله هی هی موسم فریاد هی

رباعی

چون پیر شدی کار جوانان نتوان کرد
پیری است نه کافری نهان نتوان کرد

در ظلمت شب هر آنچه کردی کردی
در روشنی روز همان نتوان کرد

از گرمی عشق بحر و بر میسوزد
صبر دل و طاقت جگر میسوزد

عشق آفت زاهر خشک و دامان تر است
آتش چو گرفت خشک و تر میسوزد

بشناخته تا دهر بدین هوش مرا
هر دم بغمی ساخته مدهوش مرا

یکچند بنام دگرم باید خواند
شاید که کند دهر فراموش مرا

عمر شد صرف جنون خطم از هفت قلم
تا شوم زین هنر از محنت گیتی آزاد

گفتم از یاری خط تنگ در آغوش کشم
نو عروس امل و شاهد گلرنگ مراد

ضعف پیری چو قوی گشت قوی ماند ضعیف
طاقت افتاد ز جولان و هوس رفت بباد

گشت پیدا که درین عرصهٔ حرمان امید
کس به نیروی هنر عقدهٔ طالع نگشاد

محمد طاهر غنی

(صاحب طبع عالی بوده[2] - پایهٔ سخنوری را بدرجه کمال رسانده از خطهٔ کشمیر بلکه تمام اقلیم هند هجو او سخنوری خوش خیال نازک بند معنی یاب برنخاسته - دیوانش که سراپا انتخاب است مرزا

---

[1] د: هی نوا هی ناله هی هی موسم فریاد هی [2] ب: بهره در طالب علمی بکمال داشت - نزد ادیل مشق اشعار خود را پیش شیخ محمد محسن فانی میگذرانید -

محمد علی ماهر ترتیب داده چنانکه دیوان میر معز و ناصر علی را فقیر تدوین نموده - اکثر شعرش بطرز ایهام است "و غنی" تاریخ ابتدای شعر گفتن و تخلص یافتن اوست[1] - روزی مطلعی تازه گفته پیش شاه ماهر خواند ؎

نی چراغست اگر بزم خیالم غم نیست　　　مصرعی ریخته شمعی ست که در عالم نیست

شاه نظر بر ایهام او شوخی نموده گفت مصرع ریخته که در عمر گفته باشد همین خواهد بود[2] این چند شعر انتخاب نمودهٔ میر معز موسوی است ؎

فراغتی به نیستان بوریا دارم　　　مبادا راه درین بیشه شیر قالی را

کند در هر قدم فریاد خلخال　　　که حسن گلرخان پا در رکابست

با دامن تر شدم بمحشر　　　گفتند در آفتاب بنشین

می نوازد ساز عیش آندم که طالع یافت قوت　　　باشد از پای مگس مضراب تار عنکبوت

برنداریم ز اشعار کسی مضمون را　　　طبع نازک سخن کس نتواند برداشت

جان بلب از ضعف نتواند رسید　　　ما بزور ناتوانی زنده ایم

ز ضعف تن بجز نامی نماند آخر ز من باقی　　　نگینی می نمایم گر نهند آئینه در پیشم

قلم تحریر کرد از سینهٔ چاکم مگر حرفی　　　که مکتوبم ز صد جا پاره چون بال کبوتر شد

میان نازک اکنون همچو مو آن دلستان دارد　　　پر مور است شمشیری که بر موی میان دارد

چون آستین همیشه جبینم ز چین پر است　　　یعنی دلم ز دست تو ای نازنین پر است

میفرستند به پدر پیرهن خالی را　　　یوسف از دولت حسن این همه خود را گم کرد

اثر بر عکس بخشد[3] سعی من از طالع واژون　　　ز فریاد بلندم چشم بد از خواب برخیزد

چون خاتمی که بر دم بجیب موم فرو　　　زدم چو بر در پستی بلند شد[4] نامم

دل بمردن نه غنی چون قامتت گردید خم　　　بهر این خاتم نگینی نیست جز سنگ مزار

---

[1] ب: فقیر اورا ندیده اما جزوی از اشعار خود پیش وی فرستاده بودم [2] ب: هنگام فکر شعر از جمع مردم انزوا اختیار میکرد - یکی از متعلقانش در هنگامیکه مضمون تازه دست داده بود آواز کرد که حضور دلش برهم خورد - آن معنی از خاطرش رفت ازین امر خیلی مضطرب گشت - به غضب تمام برخاست و بیک ضربت تیغ سرش از تن برداشت [3] ب: دارد [4] ب: نامم شد -

جلوۀ حسن تو آورد مرا بر سر فکر　　تو حنا بستی و من معنی رنگین بستم

یاران برند شعر ما را　　افسوس که نام ما نبرند

رفیق اہل غفلت عاقبت از کار می ماند　　چو یک پا خفت پای دیگر از رفتار می ماند

گویند صائبؔا بر یک بیت او رشک آنقدر میبرد که میگفت ای کاش آنچه درین عمر گفته ام باین کشمیری میدادند و این بیت او بمن میدادند ؎

غنی　　حسن سبزی بخط سبز مرا کرد اسیر　　دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم

حکیم صاحب از روی این شعر معنی پیدا کرد و فقیر نیز ہر دو نوشته میشود ؎

حکیم　　خط سبز آفت جان بود نمیدانستم　　دام در سبزه نہان بود نمیدانستم

سرخوش　　خوردم ز خط فریب جمال عذار او　　ہمرنگ سبزه بود لباس شکار او

شیخ محسن فانی[۲]

خود را از موحدان میگرفت و از اکابر کشمیر صوفی مشرب بود۔ از مصاحبان دارا شکوه است دیوان و مثنوی خوب دارد۔ دو بیت از و یاد است ؎

دیده نہان داشت نقش آن کف پا را　　اشک بمردم نمود رنگ حنا را

موی سفید خندۀ صبح اجابت است　　گشتیم پیر بر در او تا دعا رسید

میرزا فصیحی[۳]

از فصحای زمانه بود۔ اشعار ریخته دارد و استاد یگانه است ؎

الٰہی کز نازکی بار تبسم بر نمی تابد　　بخون غلطم که امروزش بدشنام آشنا کردم

خویش را بر نوک مژگان ستم کیشان زدم　　آنقدر زخمی که دل میخواست در خنجر نبود

حدیث شوخ و لعلت نازک افگارش کند ترسم　　مگر آہسته آن لب را تبسم وا ربکشای

۱؎ در نسخه (د) بعد از غنی ذکر غروری مرقوم است که در دیگر نسخه ہا نیست۔ از نسخه (د) نقل میشود۔ غروری۔ صاحب تلاش است۔ این بیت از وست ؎

بہر زیب دل ز تن میخواستم گلہای داغ　　صد چمن برہم زدم تا یک قفس آراستم

(رجوع شود بذکر میر برہان عروس که ایراد یافت) ۲؎ ج: محمد محسن فانی ۳؎ ب: کامل العصر بود۔ طالب آملی و غیره فضلای زمان او را بسیادت قبول داشتند۔ اشعارش از بیاض میر معز نوشته شد ۴؎ ب: لبش۔

جرم ما گر بادہ آشنا نیست مستی جرم کیست | عکس لعل خویش را ما در شراب افگندہ ایم

چون ماہی ساحل طپد از آرزوی دل | زخمی کہ شہیدانِ ترا بر سپر آمد

شب کہ غمہای ترا پردہ نشین میکردم | از تبسم لب زخمی نمکین میکردم

دوش تقلید جرس کردم صد قافلہ سوخت | آہ گر نالہ پریشان ترازین میکردم

چمن پیرای صبحم کیمیای خار و خس دارم | بہر شاخ ترنجی آفتاب پیشرس دارم

کو جنون تا ہر نفس در دل سراغی گم شود | سینہ ہمچو موج در گرداب داغی گم شود

شوق[۱] اگر اینست مغز آشفتگان عشق را | نکہت فردوس ترسم در دماغی گم شود

دریک بیت مرزا فصیحی فقیر تصرف کردہ۔ ہر دو نوشتہ میشود ؎

فصیحی ما تو ایم با گل رعنا درین چمن | کز خون پُریم و رنگ بہ بیرون نمی دہیم

سرخوش ہم مشرب است با گل رعنا پیالہ ام | کز خون پُر است و رنگ بہ بیرون نمی دہد

آقا محمد ابراہیم فیضان

خلف آقا محمد حسین ناجی۔ در عنفوان شباب بکمالات ظاہری پرداختہ در اکثر علوم سیما در علم معقولات اکمل علمائی عصر خود است۔ و در فن انشا خود ثانی ندارد۔ و در نظم بی نظیر چنانکہ میان ناصر علی میفرمود و درین زمانہ بہ ازین جوان دیگری درین ہنر نیست۔ و خوش نویس ہم بود۔ چند بیت از زادہای طبع اوست کہ بگوش رسیدہ تحریر می یابد ؎

مآل اختلاف از دست صنعت یک رقم باشد | تفاوتہای کفر و دین شگاف یک قلم باشد

بود منزل رسیدن دل بدست آوردن خوبان | بلند و پست راہ عشق لطف بیش و کم باشد

ستم فہمد زبان غمزۂ خونخوار[۲] قاتل را | میانِ ما و نازش ترجمان تیغ دودم باشد

نصیبت گر بود ہمچو صدف رزق از سما ریزد | چو قسمت نیست روزی از دہن چو آسیا ریزد

بیتو تا چند بسازد بدل تنگ کسی | از گرانجانی خود چند خورد سنگ کسی

در دلِ صاف خیالِ سخنِ ساختہ نیست | آب آئینہ نیامیختہ با رنگ کسی

کردم از ضبطِ نفسہای خموشی معلوم | کہ نشستہ است پسِ پردۂ آہنگ کسی

---

[۱] این بیت از نسخۂ (ب) افتادہ است [۲] ب: خونریز۔

نبود از شیوهٔ ظلم اینقدر ها چشم یکرنگی — مرا بر دل رسد زخمی[1] ترا چین بر جبین افتد
صافی دل شسته[2] ز گرد کینه از بیمانه ام — روشنی پوشیده چون آئینه عیب خانه ام
عداوت در کمال دوستی دارند هم جنسان — چو اختر زد هجوم نور دامن بر چراغ من
نمی باشد چو من حسرت نصیب محشر دردی — ز هر جز و بدن جوشید چون اخگر دم سردی
بهم نازو نیاز آئینه سازِ الفت اند اینجا — خرام آن پری دارد ز رنگ جسته ام گردی[3]
بیهوده چه سوزی پی دنیا جگر خویش — در خاک چو اخگر نبری مشت زر خویش
برو هر کس که در بزم خموشی راه می داند — که فیض نشئهٔ رطل گران گوش گران دارد

میر غیاث الدین منصور فکرت تخلص

از شرفای ولایت بوده در عهد شاه عالمگیر بهند آمده پانصدی منصب داشت. خوش خلق و خوش فکر بود.[4] این بیت بخط خود در بیاض فقیر نوشته از وست ؎

نمی ماند سیاهی در دوات دیدهٔ آهو را — اگر دیباچه بنویسم بیاض گردن او را
ز اشکم گاه مستی نامهٔ اعمال افشان شد — مرا کوه گناه از بادهٔ لعل بدخشان شد
خمار افسرده ام دارد شراب آتشینی کو — که خون مرده را در پوست چون هندو[5] بسوزاند
همچو من بیکس شهیدی هیچ کافر دیده است — صبح محشر هم ومید خون من خوابیده است
در نامهٔ من نیست بغیر مودهٔ حق هیچ — یکحرف به تعلیم درین مشق ندیدم
عمر آخر میشود تا میکشی دل از جهان — کاروان رفتست تا خاری تو از پا میکشی

عبد الرزاق فیّاض

یک بیت او از زبان میر معز موسوی شنیده ام و میر نیز در جوابش بیتی گفته و فقیر نیز بیتی بهم رسانده

---

[1] ب: زخم و [2] ب: شسته [3] ب: رنگی [4] ب: از راه قدردانی به فقیر بسیار التفات و مهربانی میکرد. فقیر قصیده که در مدح بخشی الممالک روح الله خان در زمین قصیدهٔ شاه طاهر دکنی گفته بود که این بیت از آن قصیده است ؎

ترک شوخی نکند زانسبب استاد ازل — همچو اطفال کشید دست فلک را به فلک

بره با حسن وجه گذرانید و نقلی از راه خوش طبعی نیز درمیان آورد که چون ملا وحشی جواب این قصیده را گفت فرزندان و مریدان شاه برآشفتند و پیش یکی صاحب طبع رفته بشورش تمام گفتند که به بینید بی ادبی ملا وحشی را که قصیدهٔ شاه را جواب گفته. آن گفت که بی ادبی دیگر آن که از شاه خوب گفته. نواب خنده کرده برای فقیر آنچه دلم خواست صله عطا فرمود. میرزا بمنصب پانصدی سرفرازی داشت. در کشمیر فوت شد. (این حکایت باندک تغیر جائی دیگر در متن مرقوم گشت)

هر سه رقمی میگردد ؎

فیاض یکبار ناله کرده ام از جوشش اشتیاق[۱] از شش جهت هنوز صدا میتوان شنید

میر معز باد بهار و بوی گل آشفته خاطر اند پیغام او ز نالهٔ ما میتوان شنید

سرخوش منصور سنگسار ملامت بود هنوز یک حرف راز گفته چها میتوان شنید

فغفور[۲]

از تازه گویان و معنی یابان بوده یک بیت او عالمگیر است ؎

فلک دیگر بکام رند دردآشام میگردد عسس رو خواب راحت کن که امشب جام میگردد

سرخوش کجا غافل ز حق در دیر دُرد آشام میگردد بمسجد سُبحه گر میگردد اینجا جام میگردد

فرقی[۳]

تازه گوی خوشخیال بوده ازین بیت عروج کمال فکرش ظاهر است ؎

مرا قیامت دیگر بود بصوت دگر هست مسافران عدم انتظار من مبرید[۴]

ل م ب: در د ۲ و ۳ ذکر هر دو در نسخه ج نیست ۴ در نسخه (ه) بعد از فرقی ذکر فائق درج است از انجا نقل میشود۔

فائق

میر سید احمد برادر میر جلال الدین سیادت در لاهور بعلاقهٔ منصب و خدمت خزانه اقامت دارد۔ از خوش فکران است از کیفیتی و نشهٔ معنی غافل نیست۔ چند شعر او که نازکی داشت بر نگاشت۔ منه

نصیحت میفزاید زنبه پاکیزه گوهر را که آب از پیش راه بستن نهد رو در بلندیها

از شرم چشم مست تو خوبان نهفته اند در آستین چو غنچهٔ نرگس پیاله را

افشای راز عشق بود کار دیده را منصور دان سرشک بمژگان رسیده را

عجز شکسته بالان هم پنجهٔ غرور است پای ز راه مانده بازوی دست زور است

تا نرگست به بزم فسون نگه نشست چشم بتان ز سرمه بخاک سیه نشست

پیمان من بنجاشی از بس درست بود چون ساغر حباب شکستم صدا نداشت

شوخی پرواز رنگم گرد جولان کسی است مد آهم سایهٔ سرو خرامان کسی است

سینه چاکان محبت را قیامت مژده ایست صبح محشر گردهٔ شور نمکدان کسی است

دیوانهٔ عشق تو سر انجام ندارد چون نقش قدم خانهٔ من بام ندارد

دل گرفتهٔ من مشکل است باز شود که قفل بر در میخانه اندرون زده اند

علاج غفلت پیدا نمی توان کردن گلیم بخت سیه را بخواب می بافند

فزون ز ریگ روان تشنه در بیابان سوخت هنوز دام فریب سراب می بافند

بداغ لاله عذاران درین چمن رفتم بجائی گل بفشانید لاله بر خاکم[۵]

جز غنچه بینا نگشا اند بر ای عم

مرد ان بود جز آتش کی سران ایا عم

فارس

خوش فکر و معنی یاب بود۔ از وست ؎

عشق آمد و ز آتش تن بی اثرم کرد — از پردہ دل صاف چو آب گہرم کرد
غنچہ سان بہر گلی سر بگریبان دارم — از دلی خون شدہ راہی بگلستان دارم
یار بہتر زمن احوال مرا میداناد — من چسان عیب خود از آئینہ پنہان دارم

فوجی

از شعرای بنگالہ بود اما صاحب فکر می نماید از وست ؎

موج آب گہر از تاج شہان میگذرد — قطرہ در مرتبہ خویش کم از دریا نیست

دارا[1] شکوہ قادری

ملقب بہ شاہ بلند اقبال ولی عہد شاہجہان بادشاہ زادہ خوش خلق و خوش رو و متحمل و صوفی مشرب فقیر دوست۔ موحد محقق بودہ۔ طبعی بلند و ذہنی رسا داشت۔ مطالب صوفیہ را در رباعی و غزل منظوم میکرد۔ بحسب اعتقادی کہ در سلسلۂ عالیۂ قادریہ داشت قادری تخلص میکرد و بہ ملا شاہ خلیفۂ میان شاہ میر لاہوری دست بیعت دادہ۔ تحمل و وقار بحدی داشت کہ محمد علی ماہر نقل کرد کہ روز طوی[2] سلطان سلیمان شکوہ خلف بزرگش شاعری قصیدہ گفتہ آوردہ سر دیوان میخواند۔ دریک بیت بستہ بود کہ بادشاہ زادہ کریم الطرفین است۔ شاہ بلند اقبال شنیدہ فرمود کہ راست گفتہ۔ پسر کریم الطرفین است ہم از پدر و ہم طرف مادر بادشاہ بن بادشاہ است۔ حاجی تمکین کہ بظرافت پیشگی در مجلس عالی راہ داشت عرض کرد کہ ملا دو پیازہ چہ خوب گفتہ کہ کریم الطرفین[3] ...... شاہ سر فرو انداخت لرزہ براندام اہل مجلس افتاد۔ ہمہ را یقین شد۔ ہمین کہ سر برمیدارد این مسخرہ را گردن زدن میفرمایاد۔ بعد از ساعتی از مسند برخاست درون محل تشریف برد و نزدیک بار خانہ فرمود کہ دیگر این مسخرہ را در دیوان خاص نگذارند۔ در علم تصوف تصانیف عالی دارد۔ سوالہای دقیق نوشتہ۔ دیوان مختصر از وجمع شدہ۔ این چند بیت از وست ؎

---

[1] ب: محمد دارا شکوہ قادری [2] طوی معرب توی کہ لفظ ترکی است بمعنی عروسی [3] عبارت فحش است لہذا حذف شدہ۔

هرخم پیچی که شد از تاب زلف یار شد — دام شار زنجیر شد تسبیح شد زنار شد

خاطر نقاش در تصویر حسنش جمع بود — چون بزلف او رسید آخر پریشانی کشید

بشکست دل آبله از گردش پایم — در کار من آنهم گرهی بود که وا شد

بقدر مال باشد سر گرانی — ز وزن زر فزاید بار دستار

بخیه بر خرقهٔ فنا کیشان — موج آبحیات را ماند

همه چیز تو خوب لیک این بد — که تو بسیار دیر می آئی

با دوست رسیدیم چو از خویش گذشتیم — از خویش گذشتن چه مبارک سفری بود

قادر[۱]

نمیدانم که کیست و کجائیست یک بیت از و بگوش خورده. صاحب قدرت می نماید

از وست ؎

سر نوشتی نیست جز خجلت جبین ساده را — چین پیشانیست موج آبرو آزاده را

خانزمان[۲] حاجی محمد جان قدسی

ملک الشعرای عصر شاهجهان سخنور صاحب قدرت بود. در قصیده گوئی و غزل پردازی گوی بلاغت از اقران می ربود[۳]. ظفر نامهٔ شاهجهان را با حسن وجه و دلخواه طرز فصاحت و بلاغت تمام ادا کرد. چون دید که نام عبدالله خان بهادر فیروز جنگ درین بحر گنجائش ندارد. باین حسن ادا ذکر کرده ؎

نهنگی که از غایت احتشام — نگنجد به بحر از بزرگیش نام

و از آنجا که یمین الدوله آصفخان سلطان بولاقی پسر خسرو را برای مصلحت بر[۴] سریر تدویر جلوس داده بیتی باین خوبی و رسائی گفته ؎

مدان عیب تزویر والاگهر — بود آب در[۵] شیر گوهر هنر

چون فیل سفید از جای به تحفگی و غرائب بارگاه جهان پناه آما پادشاه جم جاه بزر و زیور مزین ساخته

---

[۱] و [۲] ذکر هردو در نسخه (ج) نیست - در نسخه ٥: حسان زمان بجای خانزمان [۳] ب: شعرهای فرمائشی را بسیار میگفت [۴] ا: از سر تا دیر ٥: بر سریر تدویر جلوس داده از کشمیر بلاهور آورده [۵] ا: سیر-

خود بدولت و سعادت سوار شده - ملک الشعرا رباعی گذرانیده -

برفیل سفید ارش که مبینا دگر ندار · نثار شیفته هرکس که نگاهی افگند

چون شاه جهان برو برآمد گوی · خورشید ارشار از سپیدهٔ صبح بلند

بجائزهٔ لائق مفتخر و مباهی گشت - مثنوی در تعریف کشمیر و صعوبت راه خوب گفته - وقتیکه بیگم[۱]

صاحب از شمع سوخته بودند - رباعی گذرانیده[۲] - بیت آخرش اینست ؎

تا سر زده از شمع چنین بی ادبی · پروانه ز عشق شمع وا سوخته است

گویند با آن کمال و ملک الشعرای روزی غزلی تازه گفته بود - پیش ملای مکتب داری خواند چون باین

بیت رسید ؎

ساقی بصبوحی قدری پیشتر از صبح · برخیز که تا صبح شدن تاب ندارم

کودکی می شنید گفت صاحبا! اگر بجای قدری نفسی گفته شود برای صبح مناسبت تمام دارد

حاجی[۳] قبول کرد و در جودت طبع آن کودک حیران ماند -

الحق جای حیرتست - همین طور ابونواس شاعر عرب این بیت گفته بود بزبان عربی ؎

اَلَا فَاسْقِنِی خَمْرًا وَقُل لِی: "هِیَ الْخَمْرُ" · وَلَا تَسْقِنِی سِرًّا اِذَا اَمْکَنَ الْجَهْرُ[۴]

روزی گذرش بر مکتبی افتاد - کودکی گفت باستاد خود که میان ابونواس از "قل لی هی الخمر" چه

اراده کرده است - اُستاد گفت نمیدانم - گفت از گرفتن جام شراب چهار حواس متلذذ میشود

باصره از دیدن - و ذائقه از چشیدن - و شامه از بوئیدن - ولامسه از گرفتن - باقی ماند سامعه -

از گفتن که این شراب است سامعه نیز لذت یاب میگردد - ابونواس گفت بخدا ای پسر معنی از کلام

من برآوردی که من هرگز قصد نکرده ام -

این چند بیت از نزادهای طبع اوست ؎

زود به کردم من بی صبر داغ خویش را · اول شب میکشد مفلس چراغ خویش را

---

[۱] ب: نواب علیه عالیه بیگم صاحب [۲] ب: پنج هزار صله یافت [۳] ب: حاجی آفرین و تحسین کرد نفسی را بجای قدری

نوشت و گفت ؎ · گاه باشد که کودک نادان · بغلط بر هدف زند تیری

[۴] برای شعر ابونواس رجوع شود به اخبار ابونواس ص ۱۴۲ مطبوعه مصر ۱۹۲۴ء مرتبه ابن منظور مصری -

بازم نشسته تا مژه در دل نگاه کیست	روزم سیاه کردهٔ چشم سیاه کیست
دل دادن و سخن نشنیدن گناه من	دل بردن و نگاه نکردن گناه کیست
جوانی رفت و داغی ماند در دل یادگار ازوی	چو آن سرخی که بر ناخن پس از رنگ حنا ماند
اگر دستم رسد روزی بجیب زاهد خودبین	چو شمع آرم برون یکدسته زنار از گریبانش
باین قدر که ببالین من نهی قدمی	مترس هیچ کست مهربان نخواهد گفت
عیش این باغ باندازهٔ یک تنگدل است	کاش گل غنچه شود تا دل ما بگشاید
نگذاشت بخواب عدمم شیون بلبل	گل ریخته بودند مگر بر سر خاکم[1]
درچنین فصلی که بلبل مست و گلشن پر گلست	گر همه پیمانهٔ عمر است خالی خوب نیست
کجا تاب آورد پیش سرشک دیده فرسایم	دواند ریشهٔ چون شمع مژگان تا کف پایم
چو غنچهٔ گل صد برگ آسمان دورنگ	بصد برهنه دهد یک قبا و آن هم تنگ
من آن نیم که کنم سرکشی ز تیغ جفا	چو شمع زنده سر خویش دیده ام در پا
بلاست هجر عزیزان اگر چو مردم چشم	ز هم بقدر یک انگشت راه خانه جداست
سخن بس بعالم پناه سخنور	صدف را بود بهرهٔ پشت گوهر

رباعی

دنیا معشوق عاشق دین نشود	شیدائی آن شیفتهٔ این نشود
بار دل عارف نشود جلوهٔ دهر	آئینه ز عکس کوه سنگین نشود
هر کس که سخن ز قدر و مقدار کند	کی حالت خود توان اظهار کند
خواهی هنرت عیان شود پستی جو	شمشیر[2] فرود آید و کار کند
هر کس که کمال خواهد اظهار کند	فکر یاران نیک کردار کند
گردد هنرت بسعی احباب عیان	شمشیر بزور دستها کار کند

---

۱ اینجا نسخه (ب) اشعار ذیل نیز دارد:—

عمریست که در پای خم افتاده خرابیم	همسایهٔ دیوار بدیوار شرابیم
دریا کشیم روز بروز از هوای تو	آخر هوائی سر و تو ما را نهال کرد

۲ ب: شمشیر فرود آمده هم کار کند۔

قاسم[1] دیوانہ مشهدی

ازشاگردان رشید مرزا صائب است[2] تازه گوئی بلند خیال نازک بند معنی یاب بوده۔ درهند نیامده آما اشعارش در سخنوران اشتهار تمام دارد این چند بیت ازوست۔ رقمی شده

یکبیست حسن بصد جلوه ازنقاب چکید ۔ رگ چراغ ز دم خون آفتاب چکید

تسبکی[3] بکنج خلوت اگرم دهی اجازت ۔ بمکم چنان لبت راکه در و سخن نماند

هست چون اجزای عالم ذرهٔ یک آفتاب ۔ آستین بر هر چه افشانی چراغی کشته

نمیدانم که از ذوق کدامین داغ اوسوزم ۔ بآن پروانه مانم که افتد در چراغانی

میروی مستانه برخاکم نمیدانی که من ۔ درکفن همچو کبابی در نمک خوابیده ام

زویرانی بود بام و در کاشانهٔ مارا ۔ زمین چون نقش پا دیوار باشد خانهٔ مارا

کس بادیهٔ عشق بپایان نرسا ندست ۔ چندانکه نظر کار کند یک رم آهوست

ندارم باک از موج خطر با دوست پیوستم ۔ غریق آب حیوان را غم مردن نمی باشد

برت عاشق چو مضمون در پیام خود نهان آید ۔ دری چون نامه ام بانگ شکست استخوان آید

خونریز ستم چو یار من شد ۔ گل حلق بریدهٔ چمن شد[4]

قاسم خان

همزلف[5] جهانگیر شاه طبع رسا داشت ازوست ے

بعد ازین در عوض اشک دل آید بیرون ۔ آب چون کم شود از چشمه گل آید بیرون

عشق آمد پی دل بردن و در سینه نیافت ۔ دزد از خانهٔ مفلس خجل آید بیرون

چنان بدم بجدائی که بعد ازین هرگز ۔ بخنده نیز لب از هم اگر جدا نکنم

مردم[6] ز رشک چند به بینم که جام می ۔ لب بر لبت گذارد و قالب تهی کند

هرکه در مجلس ما باده ننوشد قاسم ۔ گرهمان مردم چشم است برون باید کرد

---

[1] ج: محمد قاسم مشهدی [2] ب: بسیار زیاده گو و خوش فکر۔ [3] من و تو نشسته تنها اگرم دهی اجازت [4] (ج) این بیت نیز دارد ے

طفلم آندم که تبن پیرهن جان پوشید ۔ شیر مادر کفنی بود که پنهان پوشید

[5] ب: شوهر منیره خانم که خواهر نورجهان بیگم بود۔ طبع موزون داشت۔ درعصر جهانگیری کوس سخن میزد [6] درنسخه ب این بیت بنام قانع نوشته است۔

روزی بادشاه آب خالص و خاصه طلبید۔ در پیاله گلی بغایت نازک آوردند۔ همین که بدست گرفت از جنبش آب شکست۔ بادشاه بدیهه این مصرعه فرمود ع

کاسه نازک بود آب آرام نتوانست کرد

قاسم خان پیش مصرعه رساند ع

دید حالم را و چشمش ضبط اشک خون نکرد

قانع

بر حقیقتِ حال او کماهی اطلاعی نیست۔ بیک بیت او قانعیم۔ از وست ؎

چون مردمک چشم تو در عالم نیست | چرخی که خدنگ غمزه را تیر کند

محمد یوسف[۹۱] قدیم

عم زاده[۹۲] مرزا مائل۔ طبع درست داشت۔ در عین جوانی گذشت۔ از وست ؎

یک نفس گر شاد گشتم عالمی غمناک شد | خنده ام چون برق چاک سینهٔ افلاک شد[۹۳]

* استاد سخنوران ابوطالب کلیم

شاعر عمدهٔ پای تخت۔ صاحب قدرت معنی یاب در فنون انواع سخن سنجی طاق و در جمیع کمالات نکته وری شهرهٔ آفاق بود ظفرنامهٔ شاهجهانی را یاداهای رنگین نظم نموده در تعریف اکبرآباد و قحط دکن و صعوبت راه کشمیر و غیره مثنویهای دلکش دارد۔ دیوانی پر مضامین ترتیب داده در گفتن اشعار فرمائشی قدرت تمام داشت[۹۴]۔ برائی تخت مرصع و سپر و شمشیر و قلمدان خاصه با مقطع شعرهای مناسب هر چیز گفته۔ بر همه اشیای سرکار بادشاهی اشعار او کنده و نوشته اند۔ و قلیکه

[۹۱] ب: محمد یوسف قابل۔ ب: میرزا محمد شریف قدیم [۹۲] پسر عم مرزا قطب الدین مائل۔ جوان قابل بود و قدیم تخلص می نمود۔ فکر مثنوی داشت عمرش وفا نکرد [۹۳] ب: فقیر نیز برائی خاطر مطلعی گفته ؎

در لباس فقر دل ز آلودگیها پاک شد | خرقهٔ پر بخیهٔ ما کیسهٔ دلاک شد

* اینجا در نسخه (ه) شاعر ذیل مذکور است۔ ذکرش در دیگر نسخه ها نیست۔

عبدالقادر خان خلف وزیر خان عالمگیر شاهی۔ قادر تخلص میکرد۔ خوش فکر است۔ از وست ؎

از هجوم میکشان بر شیشه می لرزد دلم | جا بمینا تنگ گر باشد در آغوشم گذار

[۹۴] ب: بادشاه او را دو بار بزر سنجید۔

که خوندکار روم در تهنیت نامه جلوس والاتحریر نمود که شما خود را شاهجهان لقب کرده اید - اگر ملک ما وایران وتوران وغیره داخل جهانست شما پادشاهی آنجا ندارید - بهترین نامها نزد خدا عبدالله وعبدالرحمن وعبدالرحیم است - ازین اسماء اختیار کنند - بادشاه بعد مطالعه در فکری شده با آصف خان یمین الدوله مصلحت کردند که باید این لقب خطاب را تغیر داد - کلیم خبر یافته قصیدهٔ درمدح گذرانید واین مضمون را باین بیت جواب داد - ازوست ؎

هندو جهان ز روئی عدد چون برابر است | بر شه خطاب شاهجهان زان مقرر است

بادشاه خوشوقت شد وهمین بیت را در جواب نوشتند - وکلیم را بزر سنجیدند - چون خان جهان لودهی که سابق پیرا نام داشت باغی شد وبدریا خان روهیله پیوست - دریا بسبب اعانت او بدست افواج قاهره کشته شد - بعد ازان پیرا نیز بقتل رسید - رباعی گذرانید بجائزهٔ لائق سرفراز گشت -

رباعی

این مژدهٔ فتح پی بپی چه زیبا بود | این کیف دو بالا چه نشاط افزا بود
از کشتن دریا سر پیرا هم رفت | گویا سر او حباب این دریا بود

چون سر پیرا ودریا ودو پسران رشید او یکجا بدرگاه آمد چار تاریخ[۱] گذرانید بصلات بادشاهانه مفتخر گشت - گویند در اوائل جلوس که رایات عالیات بتسخیر قلاع دکن متوجه بود در یکسال چهل قلعه تبصرف در آمد این رباعی گذرانید - ازوست ؎

شاها بختت که نور[۲] اقبال گرفت | تیغت ز عدو ملک وزر ومال گرفت
چل قلعه بیک سال گرفتی که یکی | شاهان نتوانند بچل سال گرفت

اگرچه دیوانش مشهور است - اما چند بیت نوشته میشود ؎

بود آرایش معشوق حال در هم عاشق | سیه روزی مجنون سرمه باشد چشم لیلی را
نیست سامانی بغیر از رخنه در کاشانه ام | گر برنگ ام ماهی آب وار ودانه نیست
غرق وصال آگه ز آسیب چشم بد نیست | تا دام بر[۳] نیامد ماهی خبر ندارد
نجات غرقهٔ بحر تعلق آسان نیست | مگر به تخته[۴] تابوت بر کنار افتد

---

[۱] ب: چهار سر تاریخ فوت او گفته گذرانید [۲] ب: کشور اقبال [۳] ب: نیاید [۴] ب: ز تخته -

نیست یکشب که سرشکم گلِ بستر نشود | تار در[1] پیرهنم رشتهٔ گوهر نشود

ابر تا بر خاست یاران باده در ساغر کنید | چشم اختر تا نمی بیند دماغی تر کنید

ستمِ ظاهر او لطف نهانی دارد | صید را میکشد آنشوخ که لاغر نشود

سیاهِ غمزه ات را در هزیمت فتح میباشد | شکست افتاد در[2] دلها چو برگردید مژگانت

سر بسر دلهائی آگه دانهٔ یک سبحه اند | آنچه مارا در دل است از همدگر مستور نیست

مرگ تلخ[3] و زندگی هم سر بسر دردِ سر است | پشت و روی کار عالم هیچ یک دلخواه نیست

درکشمیر گوشه گیر شده بود همانجا ودیعت حیات سپرده۔ ملا طاهر غنی تاریخ وفاتش چنان یافته ع

طور معنی بود روشن از کلیم

درکشمیر جنت نظیر بهشت نصیبش شد۔ مرزا محمد علی ماهر نقل میکرد که عجب مرد خلیق خوش محاوره بود۔ هرکه در صحبتش می رسید فیضیاب می شد و محظوظ بر میخاست۔

خواجه کلان

بزرگیش[4] از کلامش پیداست۔ از وست ؎

منع بی تابی و بیطاقتی و جامه دری | ناتوانی چه قدر کرد که زنجیر کند

شیخ سعد اللہ گلشن

طبعی[5] درست دارد۔ مدتی پیش فقیر مشق کرده۔ جنونی هم سازه۔ از دار الخلافه بر آمد۔ الحال در گجرات بسر میبرد۔ آخر[6] بصحبت مرزا بیدل هم جنسیت او را کشید ؎

بدل شوخی نفس دزدیده طغیان میکند نازش | پری در شیشه پنهان گشت بیرنست پروازش

گشتم شهید تیغ تغافل کشیدنت | جانم ز دست برد غزالانه دیدنت

حیرت بهار گلشن نظارهٔ خودم[7] | آئینه خانهٔ دل صد پارهٔ خودم[8]

ز شوق مهر[9] رخسار که چشم گریه پیرا شد | چو گوهر در گره هر اشک من دارد سحرگاهی

---

[1] ب: از [2] ب: بر [3] ب: سخت [4] ب: معلوم نیست که کجا بود و که بود۔ یک بیت از و شنیده ام

[5] ب: جوانی آزاد طبع و صاحب فکر است۔ هفت هشت سال پیش فقیر مشق کرده [6] ل: آخر بصحبت مرزا بیدل چسپید۔ هم با د کشید [7] و [8] ب: خودیم [9] رخساری۔

روزی یک مصرعه گفته آورد ع

بیک پیمانه چون یاقوت دارم آب و آتش را

فقیر[1] پیش مصرعه رسانید ع

سرخوش — زبس با نرم خوئی رام کردم طبع سرکش را

عبد الرحیم لمگو کشمیری

چندگاه پیش فقیر شعر میگذرانید۔ فکری درست داشت[2]۔ بطرف دکن رفت۔ همانجا درگذشت از وست ؎

بهار آمد ز جوش لاله دار د کوه دیدنها — شرر خاراشگافی میکند از دل طپیدنها

ما خراب[3] رنجش بیجای او گردیده ایم — گر برافشاند غبار از دل شود تعمیر ما

گرفته زخم دلم در دهن خدنگ ترا — بلازتی که مکد طفل شیر خوار انگشت

ز زنجیری که عشق انداخت در پایِ من ای قمری — فتاد آخر ترا هم حلقه در گردن ای قمری

مگر سرو مرا دیدی که از دیوانگی بر تن — زبال و پر ترا صد پاره شد پیراهن ای قمری

لامع

بر حقیقت حال او اطلاعی نیست امّا اینقدر معلوم میشود که تازه گوئی معنی یاب است۔ از وست ؎

ای سپند برق حدت شبنم گلزارها — دست و پا گم کرده سر قدرت رفتارها

در بهارستان حمدت بلبلان قدس را — بوی گل خیزد بجای ناله از منقارها

دهد گر آب و رنگ از گفتگو یاقوت خندانرا — گریبان چاک همچون گل کند لعل بدخشانرا

شود گردش پیمانهٔ مجنون سودا یت — بفریاد آورد مانند نی شاخ غزالانرا

گذشتی بر مزارم شورشی انداختی رفتی — کف خاکِ مرا صحرای محشر ساختی رفتی[4]

---

[1] ب: گفت که پیش مصرعه این از من نمی رسد پیش شاعران دیگر مثل مرزا بیدل وغیره خوانده ام کسی نرسانده فقیر بدیهه گفت

[2] ب: درصدد تربیتش بودم که قسمت اورا بطرف دکن برد [3] ب: خراب از [4] نسخه ب شعر ذیل نیز دارد:۔

چه خوش باشد که گردد آشنا باهم بر و دوشی — رسا نا همچو کمان و حلقه آغوشی با آغوشی

خلاصهٔ دودمان مرتضوی میرزا معزالدین محمد موسوی[1]

در[2] خوش خیالی و معنی طرازی و شعر فهمی و انشا پردازی نظیر نداشت۔ در حدت طبع و دقت آفرینی و علم معقولات بی بدل بود۔ باین فضل و کمال از ملک ایران کم کسی برخاسته باشد چنانکه خود گوید ؎

من مرغ خوش ترانهٔ باغ فضیلتم　　طبع مرا بزمزمهٔ شاعری چه کار

درین بیت مرزا صائب که در تعریف عمارت گفته ؎

صائب　چون لباس غنچه تنگی میکند بر دوش گل　　بر شکوه این عمارت پرنیان آسمان

روبروی او در پیش مصرعه دخل بجا کرده نادرست وانمود۔ صائب بتامل بسیار بر قبح این بیت مطلع شد و قائل گشت۔ فقیر چنین درست کرده برخواند فرمود که حالا درست شد ؎

چون لباس غنچهٔ نشگفته تنگی میکند　　بر شکوه این عمارت پرنیان آسمان

روزی عزیزی در مجلس او این بیت برخواند ؎

ز تیره بختی خود آنزمان شدم آگاه　　که مادرم سر پستان خویش کرد سیاه

گفت معنی تازه است۔ خوبتر ازین باید بست۔ خود فکر کرده خوب تر ازان بست ؎

این تیرگی ز روز ازل داشت کوکبم　　مادر نزاده ام سر پستان سیاه کرد

جواب این بیت مرزا طاہر وحید خوب گفته۔ خود نیز ازین محظوظ میشد۔ ہر دو نوشته میشود ؎

وحید　ہر گل بیاد شمع تو بالی گشوده است　　خاکستر م چمن شد و پروانه ام ہنوز

معز　شد گرد باد دامن صحرا غبار من　　بر باد رفت خاکم و دیوانه ام ہنوز

روزی این بیت عزیزی را خواند ؎

بچه اندیشه ام از خاطر ناشاد روی　　چه بخاطر گذرانم که تو از یاد روی

بفقیر فرمود که بیا ئید طرح کنیم۔ بدیهه گفت ؎

میر معز　آنچنان زی که چو از حادثه برباد روی　　حسن معنی نگذارد که تو از یاد روی

---

[1] ب: خلاصهٔ دودمان مصطفوی۔ نقاوهٔ خاندان مرتضوی۔ سید پاک گوہر عالی نسب میر معزالدین محمد موسوی

[2] ب: از اولاد امام ضامن ثامن موسی الرضا بوده۔

فقیر نیز بدیهه رسانده

سرخوش: خویش را خاک رهی سازی و برباد روی — به از آنست که بر تختِ روان شاد روی

روزی این بیت ناصر علی درمیان آورده

علی: زجوش باده دُرد ته نشین بالانشین گردد — زموج خنده ترسیم خطِ برون آید از آن لبها

خود بفکر تام فرموده

نگه بر نیشتر[۱] بالیده می بارد ز مژگانش — سخن در برگ گل پیچیده میریزد از آن لبها

فقیر سرخوش نیز لنگ لنگان رسیده

سرخوش: نظرها از لطافت بر رخش باران در آبست — سخن نقش نگین گشت از فرو رفتن در آن[۲] لبها

در حسن ابدال غلغلهٔ این مطلع در شعرای پایٔ تخت انداخت مطلع تازه

معز: هیچ کس آگاه ز شرح اشتیاق ما نشد — نامهٔ[۳] ما چون زبان لال هرگز وا نشد

سرخوش: هیچ دل از زینت دنیا نشاط افزا نشد — عقدهٔ کارِ کس از دندان گوهر وا نشد

همه[۴] عزیزان گفتند که کم از مطلع میر نیست. فقیر گفت تشبیه میر تازه و از من متعارف این قدر تفاوت است. هرگاه[۵] فقیر بخدمتش وارد میشد درس علوم عربی موقوف میداشت و میگفت که با سرخوش صحبت تصوف و شعر تازه میداریم. و اکثر از راه مهربانی میفرمود که در هندستان[۶] شاعر دیدارم.

۱: نشتر ۲۵ ب: از آن ۳۵ ب: ناله من ۴۵ ب: اکثر شعرای رسوی معلّی مثل شیخ عبدالعزیز عزّت تخلص و میر محمّد زمان راسخ و غیره بجد میگفتند که تو به از میر گفته. من گفتم که میر به از من گفته. فکرها میکردند و غورها مینمودند که آیا بچه سبب مطلع میر به از مطلع این میر هم شنیده هیچ در نیافت. بعضی گفتند که چون هم از شاگردی میر میزند تواضعاً میگوید. آخر همه گفتند که ما در نمی یابیم. باری تو بیان کن. گفتم که تشبیه میر که نامهٔ پیچیده را بزبان لال داده تازه هست و از من متعارف هزار کس گوهر را بدندان دندان را بگوهر تشبیه داده. میر بسیار محظوظ شد و یاران نیز قبول کردند و گفتند زهی طبع منصف ۵۵ ب: برین فقیر اینقدر مهربانی داشتند که در عین درس چون فقیر وارد میشد میفرمودند که کتابها بردارید که با سرخوش صحبت شعر و علم تصوف میداریم. و بر هر مقدمه انصاف میدادند و میفرمودند که قدرتی دارم که هیچکس در علم معقولات و تحقیق تصوف از من پیشی نتواند گرفت و لیکن وقتی که حرف فنا درمیان می آید من درمیمانم زیرا که انکار میتوانم و نه اقرار. در احوال جمیع مشائخ خوانده‌ام که در ذات حق فانی میشوند و ظاهرا درمیان خود و ایشان هیچ فرقی نمی یابم. هیچو من میخورند و می آشامند. ایشان چه قسم فانی گشته اند و من نیستم. فقیر میخندید و می گفت سبحان الله

چشم باز و گوش باز و این ذکا — خیره ام در چشم بندیٔ خدا

صاحب عقل و شعور و افضال و کمالات. درین قدر معامله بوی پیدا است.

غنی و ناصر علی و سرخوش۔ و در اوائل فطرت تخلص میکرد۔ و در آخر ہا موسوی مقرر کردہ و ازین تخلص بسیار محظوظ بود[۱]۔ خطاب خانی ہم برین تخلص گرفت[۲]۔ روزی گفت کہ "افضل اہل زمانہ" تاریخ ولادت من است۔ موافق سنہ ہزار و پنجاہ ہجری۔ فقیر گفت تولّد من ہم درین سال است و نام من افضل۔ این بمن عنایت فرمایند و برائی خود فکر دیگر کنند[۳]۔

روزی شخصی بہ ایشان گفت مصرعہ گفتہ ام پیش مصرعہ شما رسانید ع

فانوس گرد باد شود بر چراغ ما

فرمودند سرخوش منبع اشعار تازہ گویان است۔ از وبپرسم اگر کسی نگفتہ باشد پیش مصرعہ میرسانم چون بفقیر دوچار شدند و ذکر این مصرعہ درمیان آمد گفتم مطلع صائب است ؎

آشفتگی ز عقل پذیرد دماغ ما   فانوس گرد باد شود بر چراغ ما

روزی[۴] دو منصبدار خلعت پوشیدہ برائی تسلیم حضور ایستادند۔ بمن فرمود کہ تحقیق کردہ بیا کہ این ہر دو را چہ خدمت شدہ۔ آمدہ تحقیق کردم یکی را دیوانی برار مقرر گشتہ و دیگری را خلعت کدخدائی شدہ۔ رفتہ بمیر رسانم کہ یکی را خدمت در آر شد و دیگری را خدمت برار شدہ۔ میر خندہ ہا کردہ تحسین نمود۔ این چند بیت از زادہای طبع شریفش بر سبیل مشتی نمونۂ خرواریست۔ از میر معز موسوی ؎

---

[۱] ب: کہ ازین ہم نسب من ظاہر است و ہم حسب من [۲] ب: چون بپایۂ وزارت ممالک دکن دیوانی تن دہزاری منصب سرافراز گردیدند فقیر از شاہجہان آباد بعد تہنیت و مبارکباد رباعی نوشت۔ رباعی

ایام بکام دوستداران گشتہ   کار میر از معز بسامان گشتہ

چیزی کہ بجا شدہ بعالم اینست   کان سیار پاک موسویخان گشتہ

[۳] ب: خندہ کردہ گفت خوش باشد۔ روزی مطلعی گفتہ بخدمت گذراندم ؎

خانۂ دہر تنگ بسیار است   پشت بام فلک ہوادار است

بسیار تحسین فرمودند در پیش مصرع عبارت آخر بستہ اند بسیار تنگ می یابد گفتم کہ صاحب بیت خود بستہ اند آنرا چہ علاج ؎

مبادا نامۂ بینائیم را تر کنی قاصد   درین مضمون نازک کردہ ام بسیار مضمون را

شنیدۂ خاموش ماند[۴] ب: عجب مشفق و مہربان بودہ وقتی فقیر در لاہور بر زنی عاشق بود۔ چون کوچ رایات عالیات بجانب شاہجہان آباد شد بصد پریشانی ناچار ہمراہ رکاب سعادت روانہ شدم۔ روزی بخانہ میر نشستہ بودم ذکر آن معشوقہ درمیان آمد۔ مرا گریہ با فغان روئی داد۔ میر متاثر گشتہ رباعی بدیہہ فرمود۔ رباعی

اشکی کہ مرا ز چشم نم دیدہ برفت   لخت دل من بود کہ غلطیدہ برفت

در ہجر تو این نکتہ بمن شد معلوم   کز دل برود ہر آنچہ از دیدہ برفت

شدم خاک و هنوز از عشق او آتش بجان دارم — درآغوش کفن جسمی چو تب در استخوان دارم
سدِّ راه معصیتها شد پریشانی مرا — داشت عریانی نگه ز آلوده دامانی مرا
کار ما پیوسته در بند از کشادِ ناخن است — عقدهٔ ما همچو گوهر خانه زاد ناخن است
ما طائر عشقیم و قفس بال و پر ماست — چون بوی گل چیدهٔ وطن همسفر ماست
عیب صاحب هنران جوش تنک ظرفی هاست — آب یاقوت چو زد جوش رگ یاقوت است
چو سوز عشق را کامل کنی عیبت هنر گردد — شود یاقوت هر سنگی که لبریز شرر گردد
عاجز شد از رفاقت ما رهنمون ما — استاد آب تیغ و روانست خون ما
بحر و کان را نارسا افتاد استعداد فیض — گوهر آبِ دیده و یاقوت خونِ دل نشد
شوقش به برقع از دلِ بیتاب کم نشد — این مه گرفت و شوخی مهتاب کم نشد
ندارد آفتی چون غنچه از صرصر چراغِ من — برنگ لاله در آغوش ناخن خفته داغ من
آتشم در تهِ پا بود و لی همچو سپند — گام اول نفسم سوخت ازین راه مپرس
مرد حق در عین دنیاداری از دنیا بریست — ملک در دست سلیمان نیست در انگشتریست
این[۱] سیه مستی مرا از بادهٔ خود پروریست — شیشه ناموج شکستن میزند[۲] بال پریست
عشق در مصرِ جنون لافِ خدائی میزند — حسن گر یوسف شود در کسوت پیغمبریست
ذوقِ عشق آیینه دار رازدلها میشود — چون بخود بالد خموشی ناله پیدا میشود
حسن سعی کوهکن از نقش شیرین ظاهر است — کار چون نیکو بود خود کار فرما میشود
حق شناسی حیرت افزای دل آگاه شد — جاده بالید آنقدر برخود که سدّ راه شد
حیرتم برقع کشای شاهد مقصود گشت — عقدهٔ دل عاقبت پیکانِ تیرِ آه شد
نهان نگذاشت افسون غمش در پرده ناموسی — پری در شیشه رسوا سوخت چون شمعی بفانوسی
شب از پروانه شرح انتهای شوق پرسیدم — کف خاکستری افشاند بر دامان فانوسی

در ملک دکن برحمت حق پیوست۔ بر جمیع سخنوران ماتم شد۔ میان ناصر علی این خبر شنیده زار بگریست و برین فقیر دلگیر و رین مصیبت گذشت آنچه گذشت ع

---

[۱] ج: موج [۲] ۱: این سیه مستِ قرار [۳] ب: میاید

حیف دانا مردن و افسوس[۱] نادان زیستن

دو تاریخ وفات آن مرحوم این اخلاصمند یافته ؎

سرخوش معزالدین محمد موسوی حیف زعالم سوی ملک معنوی رفت

کشید آه و بگفتا عقل تاریخ معزالدین محمد موسوی رفت

؎ دریغا رخت هستی زین سرا بست معز موسویخان سخندان

زحیرت جست[۲] دل تاریخ فوتش خرد گفتا کجا شد موسویخان

از برهمی هنگامهٔ سخن و کساد بازاری اشعار چه نگارم که این قطعه شاهد حال است ؎

دریغا شعر رخت از دهر بربست سخن با موسویخان ازجهان رفت

زفوت راجه ابدال نغمه هم مرد نشان عیش از هندوستان رفت

زمن باقیست سرخوش جوش عرفان پس از من خواهد اینهم ازجهان رفت

آراستهٔ باطن و[۳] ظاهر میرزا محمد علی ماهر

استاد همهٔ دان نخته کار انسان صاحبدل کامل عیار بوده با کلیم و قدسی و میر یحیی وغیرهم از شعرای عصر جهانگیری تا نازک خیالان عهد عالمگیری صحبت داشته[۴]. فقر اختیاری باستقلال داشت تا در جهان بود در فکر سخن بود برای بعض پیش مصراع ششماه و هفت ماه فکر میکرد چنانچه برای این مصرع

انتقام پدر از خصم پسر میگیرد

در ششماه مصرع رسانده ع

حاسد اهل سخن داغ ز حسن سخن است

دیوانی ضخیم و مثنویهای رنگین دارد. نثر مثل ظهوری به مضامین تازه نگاشته. گل اورنگ

---

۱ ب: صحیف نادان زیستن ۲ ب: خواست ۳ ب: واقف اسرار باطن و ظاهر ۴ د: پیش دارا شکوه مریان شده بود چنانچه فرموده. بیت

کرده بارادت انتخابم بخشید مرید خان خطابم

بعد نوکری داراشکوه ترک علائق دنیوی نموده گوشه عزلت اختیار کرده دیگر کمر نه بست. روزی فقیر گفت که اب دانشمند خان میربخشی و همت خان بخشی تن هر دو بحال شما مهربان چرا منصب معقول نمی گیرید. خنده کرده گفت به ترک دنیا مشهور گشته ام و دم از فقیری می زنم. اگر الحال باز رغبت بدنیا نمایم مثل من بآن زن هندو ماند که با شوهر مرده برائی سوختن آمده باشد حرق آتش سوزان دیده خواهد که بگریزد. حلال خوران سرش شکسته بسوزانند.

در مدح شاه اورنگ زیب گل سرسبد فکرهای اوست چند فقره ازان گلدستهٔ معانی ایراد می یابد۔
"در عهد صبی بمقتضای سن اگر ببازی گنجفه دست کشادی بشمشیر سروا کردی و زر سرخ و سفید بخرج دادی تا از مرکب ساز سرکارش نام سیاهی بادام شنیده بادام چون پستهٔ خندان در پوست نگنجیده

ماہر — آرد از بہر مشق شاه مدام — چشم خوبان سیاهیِ بادام

در عهد خوش نویسی اش از بسکه یاقوت را مناسبتی بقطعه نویسی نمی بیند۔ محرران دفتر همایونش یاقوت را قطعه نمی نویسند" از تمام نثر ملا منیر لاهوری همین فقره انتخاب نموده "خواجه ریحان که باخواجه سنبل نسبت همزلفی داشت" میگفت دیگر همین تالیف است۔ و از ساقی نامهٔ من یک قطعه در نعت و یک بیت در بهاریه تازه برآورده بود که این نصیبه تست۔ قطعه مثنوی ساقی نامه سرخوش

شرابیکه پردازد از ماسوی — سزد ساقیِ آن رسول خدا
خرد از میش محو مطلق شود — ز خود بی خبر آگه از حق شود
باین بی خودی او بود رهنمون — کند آخرین جام مستی فزون

این معنی را در رباعی لبسته

احمد که چشم و چراغ ایام بود — رونق افزای بزم اسلام بود
زو گشت رسا نشهٔ عرفان بکمال — مستی افزون ز آخرین جام بود

من ساقی نامه از بهاریهٔ سرخوش

سر زلف وا کرده سنبل بناز — شده از مریدان گیسو دراز

مثنوی جامع نشاتین در زمین تحفة العراقین گفته بود۔ افتتاح کلام از بهاریه کرده مطلعی برائی آن میخواست حسب المدعا دست نمیداد۔ فقیر گفته بنظر گذرانید

سرخوش — ای بر سر نامهٔ گل ز نامت — باران بهار رشحهٔ جامت

او برائی ساقی نامهٔ فقیر مطلعی گفته عنایت فرمود

ماہر — بود نامهٔ نقش بخشِ ادا — که بر سر کشد جام حمد خدا

مثنوی در مدح بیگم صاحب گفته بمعرفت مادر عنایت خان آشنا فرستاد بیگم صاحب بعد مطالعه برین بیت محظوظ شدند

ماہر بذات او صفات کردگار است که خود پنهان و فیضش آشکار است

پانصد روپیه صله عطا فرمود۔ باعتقاد فقیر ہیچ نداد۔ بایستی برین بیت او را بزر می سنجید۔ پایه مدح بالاتر ازین چه باشد۔ فقیر در جوانی مدتی شعر در خدمتش گذرانیده و اصلاح گرفته۔ سلامت نفس و شکستگی و گذشتگی بحدی داشت که روزی بخانه مرزا قطب الدین مائل مجلس شعرخوانی گرم بود۔ حکیم صاحب و ملا محمد سعید اشرف و غیاث الدین منصور فکرت باہم صحبت داشتند بفقیر تکلیف شعر خواندن کردند این مطلع تازه گفته بودم خواندم؎

سرخوش کی تو انم دید زاہد جام صہبا بشکند میپرد رنگم حبابی گر بدریا بشکند

ہمه صاحب سخنان زبان آفرین و تحسین کشودند۔ و حکیم صاحب تا نصف شب این مطلع بر زبان داشت و میگفت سبحان الله در ہند مردی پیدا شود که چنین شعر میگوید۔ روز دیگر در خانه دانشمند خان شاه ماہر دوچار شد۔ گفت دیروز سرخوش شاگرد شما مارا محظوظ کرد۔ بسیار صاحب تلاش و خوش فکر است۔ بارک الله خوب تربیت کرده اید۔ شاه گفت او کی شاگرد من است۔ ما باہم یاریم پیش یکدیگر شعر میگذرانیم۔ حکیم گفت که او بجا میگفت که من شاگرد شاه ماہرم۔ فرمود که از راه بزرگ زادگی خود تواضعاً میگفته باشد و الّا من کی لیاقت استادی او دارم چون فقیر بخدمتش رفت فرمود که شما چرا گفته اید که من شاگرد ماہرم۔ این برای شما خوب نیست و مرا خود چه مضائقه بلکه فخر است که چون تو شاگرد داشته باشم۔ جمعی بلند فکر نیز ہستند که مرا و شعر مرا در نظر نمی آرند۔ شاگرد مرا در چشم ایشان چه قدر و منزلت خواہد بود۔ شعرا شاگرد خدایند۔

برادر کلان فقیر خیر الدین محمد طبعی موزون داشت عجزی تخلص میکرد۔ شعر بطرز قدما میگفت فقیر در خدمت او تربیت می یافت در سن ہشت و نه سالگی روزی براہی میرفت خواجه سرای خوش روی دید که بر بالائی چاه زنخدان خالی داشت۔ این معنی بخاطر آورده مطلعی گفته؎

بر زنخدان تو خال سیہی افتاد است ہمچو دلویست که بالای چہی افتاد است

پیش برادر خود خواندم محظوظ شد و مرا در بر کشید و بر پیشانی بوسه داد۔ ازان روز در صدد اصلاح کار من شد۔ در سن یازده سالگی در قصبه کرانه دختر صاحب حسن رسن بازی را دیده این رباعی گفتم۔ رباعی

سرخوش　آن دلبر بوالعجب که ماه سیماست　بالائی علم چو گل بشاخ رعناست
نی نی غلطم که آفتاب محشر　یک نیزه برآمد و قیامت برپاست

غلغلۂ این رباعی در تمام میان دوآب افتاد و قاضی پیر محمد رهائی وغیره سخنوران که دران گل زمین بودند پیش پدر فقیر آمده گفتند که این پسر چیزی میشود از حال این غافل مباشید۔ در مشق چند مدت کار از اصلاح برادر گذشت. ملا بیخود مرا بخدمت میرزا محمد علی ماہر برد صحبت بایشان موافق افتاد۔ ہمیشه شعر گفته بخدمت میگذرانیدم و اصلاح میگرفتم۔ به میان ناصر علی اکثر میفرمود که در کار طبع این جوان حیرانم ہرگاه می آید معنی ہائی تازه می آرد۔ ازکجا می یابد۔ برہمن پسری مقبول فکر سخن میکرد روزی پیش نواب سعد الله خان این بیت از زادہای طبع خود برخواند از وست ؎

زمیدان سخن گوی سبق برد　برہمن زادهٔ از دو برہمن

نواب خنده کرد۔ درین اثنا میرزا محمد علی ماہر رسید۔ فرمود که بشنوید برہمن زادهٔ از دو برہمن چه میگوید۔ باز برخواند۔ میرزا گفت از صلابت نواب عبارت را منقلب کرد۔ ظاہرا ہمچو گفته باشد ؎

براہمن زادهٔ گوی سبق برد　زمیدان سخن از دو برہمن

برہمن یکی از ہندوان پیشتر بود و دومی چندر بھان تخلص میکرد۔

گویا و جویا دو برادر بودند۔ در کشمیر روزی بشاه ماہر گفتند که ماہر دو برادر تخلص[1] طالب کلیم را باہم چه قسم بخش کرده ایم۔ جویا طالب و گویا کلیم۔ شاه گفت معنیهایش را چه قسم باہم قسمت کردید۔

فقیر تاریخ وفاتش را چنین یافته۔

سرخوش　حیف ز بزم جہان ماہر معنی طراز　مست بکنج وصال از قدح موت شد
سرخوش غمدیده خواست سال وفاتش ز دل　گفت خرد آه آه ماہر ما فوت شد

این چند بیت از زادہای طبع اوست ؎

ماہر　چشم چگونه دیدن رویت ہوس کند　نظاره بر چراغ تو کار نفس کند
میکند معشوق[2] از پہلوی عاشق دلبری　از پر خود شمع را پروانه بیساز د پری

---

[1] ب: نام و تخلص　[2] ب: در۔

تا بدل گردیده‌ام خورسند عالم از من است   در قناعت مور از یکدانه صاحب خرمن است

بسکه در هجر تو چون نال قلم کاهیده ام   از تنم صد پیرهن بالیده[1] تر پیراهن است

سخن[2] گر عالم از حسن ادا گردد بتسخیرش   خموشی لطفها دارد که نتوان کرد تقریرش

بسکه شه دل بستهٔ احوال ملک و لشکر است   نه زنگ بر آئینه داغی بر دل اسکندر است

آمد شمار نفس که بر وی شد مدار عمر   باشد دو اسپه تاختن شهسوار عمر

تنزلش[3] چو ترقی باختیار مدان   که این نفس زدن شخص روزگار بود

دو بار سوز دا از نرو فغان بلند کشد   می دو آتشه در سوختن سپند کشد

حکیم رکنای مسیح

از امرای صاحب سخن عهد جهانگیری بود در معنی یابی ید بیضا داشت بسیار خوش فکر است از وست ؎

در من آمیختهٔ از تو اثر پیدا نیست   همه شیر است درین کاسه شکر پیدا نیست

آنچنان با تو یکی گشته وجودم ای دوست   که ترا بی تو توان دید و بی من نتوان

تمام عمر من با شاهد و ساله گذشت   حباب وار مرا عمر در پیاله گذشت

روز اول کاندرین ویرانه بنهادم قدم   بازمی بایست گشتن هر دیواری نداشت

همچون نگین که بهر نگین دان شد ست خلق   او را خدا برای کنار آفریده است

رباعی

آنانکه ز یکدگر جگر ریش تراند   قومی پستر جماعتی پیشتراند
در غربت بیم مرگ تنهائی نیست   یاران عزیز آنطرف بیشتراند

سعد الله[4] مسیحای پانی پتی

شاعر غرا از هم صحبتان شیدا بود - باهم اتحاد و یگانگی بسیار داشتند - چنانچه خود گفته ؎

در من و شیدا نماند اندر حقیقت امتیاز   من به شیدا مانم و ماند بمن شیدائی من

قصهٔ[5] رام و سیتا از زبان هندی بنظم آورده در آنجا بیتی در نعت گفته که همه شعرا پسندیده‌اند ؎

---

[1] ب: بالیده [2] و [3] این هر دو شعر از نسخهٔ ب افتاده است [4] ب: ملا سعد الله مسیح [5] روزمرهٔ اش اگرچه خام است موافق تازه گویان عراقی نیست اما بعضی معنی های تازه و غریب ذکر کرده چنانچه در ملح شیرینی گفته ؎

غذای نفس زهر فاقه زاده   غلط گفتم که نفش مرده زاده

میحا　　دل از عشق محمد رشک دارم　　رقابت با خدای خویش دارم

اگرچہ این معنی ملا سحابی در رباعی بستہ۔

سحابی　　آنرا کہ خدا رقیب باشد چہ کند

امّا این فصیح تر بستہ۔ شاید توارد شدہ باشد۔ ویک بیت در تعریف عصمت سیتا گفتہ کہ جمیع خوشخیالان پُشت دست گزیدند[۱]۔ واین یک بیت را بہ لک بیت سنجیدہ اند ؎

تنش را پیرہن عریان ندیدہ　　چو جان اندر تن و تن جان ندیدہ

روزی مرزا محمد علی ماہر این بیت را میخواند و تحسینہا میکرد میدانست کہ در نعت گفتہ۔ فرمود کہ کاش این ہمہ اشعار کہ در تمام عمر گفتہ ام بآن مرد نصیب میشد و این یک بیت بمن میدادند۔ فقیر گفت کہ در تعریف عصمت سیتا گفتہ۔ شنیدہ بی اعتقاد شد۔ گفت عجب پست فطرت و دون ہمت بود۔ چہ طور معنی را در چہ محل فرود آوردہ[۲] ویک بیت در محل فرو رفتن سیتا در زمین نیز گفتہ امّا خوب گفتہ ؎

میحا　　گریبان زمین شد ناگہان چاک　　در آمد ہمچو جان در قالب خاک

فقیر نیز در تعریف رسن بازی رباعی نوشتہ بود کہ بالا تحریر یافتہ[۳]۔ در مرثیہ امام حسینؑ شہید ہمان معنی در رباعی و قصیدہ بستہ۔ رُباعی سرخوش

کردند چون کوفیان سوی شام روان　　بر نیزہ سر حسین شاہِ دو جہان

لرزید فلک کہ شد قیامت برپا　　یک نیزہ بر آمد آفتاب تابان

من اشعار مسیح۔

در بزم عاشقان چو برآرم ز سینہ آہ　　چو ہیزمی کہ دود کند دور م افگنند

گر از خراش دلم منکری بہ بین[۴] بی رحم　　کہ پوست کندہ سخن میکند ادا ناخن

---

[۱] ب: ہیچ یک قدرت ندارد کہ چنین تواند گفت [۲] ہ: فقیر این معنی را در رباعی بستہ گذرانید۔

شرم آئینہ دار است ز بس جانان را　　پر ساختہ از گلِ حیا دامان را

عریان بدنش ندید پیراہن ہم　　چون در تن جان و تن ندید جان را

میرزا شنیدہ گفت بارک اللہ این معنی را خوب مسلمان کردند [۳] د: ہمیشہ پشیمان بود کہ چرا چنین معنی در ملح بزنگی بستہ نشد۔ آخر برای مرثیہ امام حسینؑ توفیق یافتہ دوازدہ رباعی مثل دوازدہ غزل محتشم گفتہ در ہر رباعی تلاشہا کردہ۔ وقتی کہ کوفیان سر مبارک امام بر نیزہ روانہ شام نمودند۔ در آنجا این طور بستم [۴] ب: بہ بین برحم۔

بحکیم مقرب خان رباعی نوشته که بیت آخرش این است۔

میسحا — برخوان عطای تو میسحا محروم — چون صورت تصویر که باشد برخوان

ملا مفید بلخی

از خاک توران ہیچو او معنی یاب صاحب تلاش بر نخاست۔ تازہ فکر بود در اوائل جلوس عالمگیر شاہی در بلدہ ملتان بحضرت منان پیوست[۱۵]۔ فقیر بعد از استماع این واقعہ[۱۵۲] تاریخ فوتش گفتہ۔

سرخوش — مرد ملا مفید در ملتان — این سخن چون بگوش سرخوش خورد
برکشید آہ و سال تاریخش — گفت ملا مفید بلخی مرد

مفید — از رہائی مگو کہ چون طاؤس — پر و بالم بمہر صیاد است
زینتِ خانہ صیاد بود مرغ اسیر — از گرفتاری طاؤس قفس گلزار است
نگردد تا فغان من ہم آواز گرفتاری — زمیل سرمہ صیاد مرا چوب قفس باشد
مرا شور محبت بر د از جا — پر پرواز شد داغم چو طاؤس
بسکہ پر شد ز سرمہ چشمانش — شد رگ سنگ سرمہ مژگانش
تکمہ در پیرہن نمی گنجد — از ہم آغوشی گریبانش
نالہ[۱۵۳] من ہیچو نی جانم بلب آوردہ بود — یاد چشم سرمہ آلودش بفریادم رسید
زبسکہ کرد پریشان غبار خط توام — نفس چو نال قلم گشت تار تار مرا
ز دست طالع ناساز خویش رسوا ایم — سیاہ بختی من ہیچو مشک بو وارد

ملا معنی[۱۵۴] کشمیری

گویند کہ بود ہر چہ از انگشت بر روی ہوا می نوشتند در می یافت و جواب می داد۔ و یک بیت از و بخاطر است

صدای دل طپیدن از شکست رنگ می آید
زبان خامشی در پردہ رسوا میکند ما را

---

[۱۵۱] ب: فقیر صحبت او در نیافتہ اما بعد از استماع این واقعہ تاریخ فوت او بطریق تعمیہ گفتہ [۱۵۲] د: باوجود عدم آشنائی

[۱۵۳] ب: نالہ دل [۱۵۴] ا: معی - ب: مغنی -

صالح بیگ ملہم

یک بیت از و بیاد است ؎

جلوهٔ حسن تو شد دام گرفتاری مرا   موج رنگ گل بود زنجیر پای عندلیب

مئی کلال

رواج سخنوری در عهد جهانگیر و یاده این را هم سر شاعری پدید آمد۔ طبع موزون بهم رسانده دیوانی مختصر ترتیب داده۔ کلال و خدمتیه قومی اند که در باقی بادشاهان هند و امرای عظام بعهدهٔ ایشان مقرر است۔ غیر از چوبداری و اهتمام سواری قابل هیچ کار نیستند۔ جهانگیر شاه ایشان را چندال یعنی بدترین مردم میخواندند[۱]۔ چندگاه در رکاب نواب معلّی خدیو جهان نورجهان بیگم تردّدها کرده عرضی کرد که اگر بتقریبی ذکر سلیقهٔ موزونیت خانه زاد در پیشگاه خلافت جهانداری درمیان آید باعث ترقی احوال و افزونی عزّت و اقبال من خواهد بود۔ بیگم صاحب وقت یافته عرض کرد که مئی کلال هم شعر را خوب میگوید امیدوار است که بسمع مبارک رساند۔ بادشاه فرمود که الحال کار شعرا بانجا رسید که چندال بگوید۔ بیگم عرض نمود که خانه زاد است در حضرت تربیت یافته۔ حکم شد که بیارند۔ چون حاضر شد بشعرخوانی فرمان یافت۔ بی تأمل برخواند ؎

مئی بگریه سری دارد ای نصیحت گر   کناره گیر که امروز روز طوفانست

بادشاه فرمود که من نگفته بودم که این را بشعر چه مناسبت اینجا هم رعایت اهتمام که بپیشهٔ اوست از دست نداده۔ دور کنید۔ بعد از مدتی در پی سواری بیگم صاحب دویده التماس کرد که یکبار دیگر اجازت شعرخوانی دریابم۔ بیگم باز بادشاه را برین آورد و طلبیدند۔ حکم شد که چیزی بخوان۔ قضارا این بیت بخواند ؎

من میروم و برق زنان شعلهٔ آهم   ای هم نفسان دور شوید از سر راهم

بادشاه بخندید و فرمود که به بینید باز پیشتر خود را جلوه داده و رعایت نموده۔

منعم حکّاک شیرازی

شاعر معنی سنج خوش تلاش بود مثنوی در تعریف اکبر آباد خوب گفته در خورد سالی فقیر پیش او

---

[۱] ب: شائسته [۲] ب: هزار و پانصدی منصب هم داشت۔

مشق میکرد۔ در اوائل جلوس عالمگیری ودیعت حیات سپرد۔ از وست ؎

آنرا که زور بازوی کسب هنر بود — دست پر آبله صدف پر گهر بود

در خمارم سوز و شب هر چند صهبا میکشم — خشک لب چون ساحلم با آنکه دریا میکشم

می زخمم[1] رقص کنان بی دف و نی می آید — دست بر دائره باشید که می می آید

مشهور[2]

بخوش فکری مشهور است۔ این دو بیت از وبگوش خورده ؎

خدایا آرزو مطلب مکن[3] حسرت نصیبان را — مده دم سردی صبح وطن شام غریبان را

لبالب دار دامانی ز اشکم چون گل از شبنم — مکن از خنده ها چون غنچه ام پر گل گریبان را

میر معصوم کاشی

نیز تلاشی بوده یک بیت از وبگوش خورده ؎

تو از سنجاب داری طوق و من از آهن ای قمری — به بین سرو تو بی رحم است یا سرو من ای قمری

میرزا منعم[4]

دو بیت او از بیاض میر معز نوشته آمد ؎

از روی رحم گوش بفریاد ما بده — والله[5] کام خاطر ناشاد ما بده

ای آشنا بیا رچسان آشنا شدی — این شیوه را بیا بخدا یاد ما بده

میرزا قطب الدین مائل

جوان خوش فکر و خوش نویس و قابل بود۔ از طالب علمی نیز بهره داشت۔ با حکیم صاحب و میر معز مصاحب بود[6]۔ آخر کارش بجنون کشید۔ ترک منصب نموده در دار الخلافه شاهجهان آباد فروکش کرد۔ بیست و هفتم رمضان از سنه یکهزار و یکصد و هشت بعد از هفت روز از فوت میان ناصر علی در گذشت محمد عاکف "جعل جنت مثواه" تاریخ یافت۔ این چند بیت از وست ؎

۱؎ ب: بخم ۲؎ ج: مناسب۔ ب: مشهور۔ شاعر خوش فکر ایران بوده این دو بیت او از بیاض میر معز موسوی خان انتخاب شده ۳؎ ب: بجن ۴؎ ا: منعم ۵؎ ب: بالله که ج: والله که ۶؎ ب: و بر فقیر خود از قدیم مهربانی دارد۔

مرده ام آما بیاد ہمنوایان چمن | می طپد دل چون جرس در چنگل بازم ہنوز
پاک طینت راز دنیادورئی در کار نیست | میتوان چون آب گوہر از سر گوہر گذشت
در کسوت محبت ہمہ لق را پسند ند | گر تو سیاہ چشمی من ہم سیاہ روزم
بزم ما بر ہم ز سنگ محتسب کی میشود | شیشۂ ما چون عنب گر بشکند می می شود
بچشم تیرہ دلان روشنی غبار بود[1] | سحر بکلبۂ شب سیل نو بہار بود
بہ بزم بی خلل میکشان خاموشی | دہان پر گلہ خمیازۂ خمار بود
جوش زن ای نو بہاری تا ہمہ مستان شویم | شور کن ای عندلیبی تا ہمہ نالان شویم
ہستی ما را قضا میدوخت کتانی قبا | جلوہ کن ای مہ لقای تا ہمہ عریان شویم

مجدائی منصف

شاعر خوش کلام بودہ۔ یک بیتش را فقیر ادعای دیدہ معنی کردہ بستہ۔ ہر دو نگاشتہ می آید۔

خوی بد ما باعث آسودگی ماست | زنجیرِ در خانۂ دیوانہ جنونست
خوی بار باعث آسائش دیوانہ شود | گرہِ جبہۂ ما قفل درِ خانۂ ماست

سر خوش

اخوند محمد باقر

یاک[2] چند مناسب تخلّص میکرد۔ آخر مشتاق قرار داد و در اوائل جلوس عالمگیری با فقیر ہمدم و ہم صحبت بود۔ مرد کوکناری در محبّت دیاری بسیار درست بود[3]۔ از وست ؎

بخواب عدم راحتی داشتم | ازین خواب ما را کہ بیدار کرد
در تیرہ ابر طالع خود برق حیرتم[4] | بی گریہ ہیچگاہ تبسم نمی کنم

ملا ملک قمی

در بیجاپور از اعیان آنجا بود۔ ظہوری ذکرش در ساقی نامہ آوردہ است۔ از وست ؎

خونچکان است ملک تیغ جفا می ترسم
کہ بی اجر بدر خانۂ قاتل برود

---

[1] ب: شود [2] ب: اخوند پسران ہمت خان [3] ب: شعر بسیار گفتہ [4] ج: حسرتم۔

ملّا مشرقیؔ[1]

خوش فکر بود و خوش کلام ازین بیت فکرش روشن است ؎

زکعبہ آیم و رشک آیدم بخونبهائی | کہ از زیارت دلهائی خستہ می آید

نظیری نیشاپوری

گوئی[2] فصاحت و بلاغت از اقران زمان می ربود۔ سخن سنجان عصر جہانگیری اورا اُستاد میدانستند۔ با نواب خانخانان ارتباط تمام داشت۔ درہمان عصر یک نظیری دیگر ہم رسیدہ ہردو برائی تقرر تخلص باہم درآویختند۔ این گفت این تخلص را بگذار و آن میگفت تو تخلص دیگر پیدا کن۔ آخر قرار برین افتاد کہ نظیری نیشاپوری صاحبِ مال است دہ ہزار روپیہ خود موافق عدد "یا" باین نظیریِ مفلس بدہد کہ او "یا" را دور کردہ نظیر برائی خود تخلص نگاہدارد[3]۔ سبحان اللہ عجب زمانہ و خوش عہدی بود کہ چنین معاملہ پیش می رفت۔ الحال اگر صد تا بر سرہم کشتہ شوند در می بکس ندہند۔ از وست ؎

پردہ برداشتہ ام از غم پنهانی چند | بزیان میرود امروز گریبانی چند

کشتہ ازبس ہم افتاد کفن نتوان یافت | فکر صحرای قیامت کن و عریانی چند

بیتو دوشم در درازی از شب یلدا گذشت | آفتاب امروز چون برق از سرای ما گذشت

نیش خاری نیست کز خون شکاری سرخ نیست | آفتی بود آن شکار افگن کزین صحرا گذشت

جلوہ اش نمود ازبس محو رخسارش شدم | نالہ ام نشنید ازبس گرم استغنا گذشت

عشق را کام بعهد رخ گلفام تو نیست | صبح امید و شب وصل در ایام تو نیست

محبت با دل غمدیدہ الفت بیشتر گیرد | چراغی را کہ دودی ہست در سر زود در گیرد

آن دہد در گریہ پند ما کہ با ما دشمن است | آنکہ میگیرد تنش اور رابدریا دشمن است

نادم گیلانی

بسیار خوشگو و صاحب تلاش بودہ۔ حاجی محمد جان قدسی ہر بیتش را بیک اشرفی[4] می خرید۔ من اشعارہ ؎

گشت زسیر گلستان شیفتگی فزون مرا | نالہ عندلیب شد زمزمۂ جنون مرا

داغ دلان عشق را سیر چمن غم آورد | لالہ شگفتہ دیدم و شد خبر از درون مرا

---

[1] ج: مشرقی [2] ب: تا اوائل جلوس جہانگیری برگو بود [3] ب: ہمچنان کرد [4] ب: اشرفی طلا۔

معشوق ما بمذهب هر کس برابر است | با ما شراب خورد و بزاهد نماز کرد

بیمار عشق را ز مداوا[1] چه فائده | دارد لب تو فائده امّا چه فائده

به پشت لب خط آن قبله را شمار ابرو | چو رکن کعبه چهار است شاه چهار ابرو

درین بوستان خوارم از نارواﺋﯽ | غریبم چو گل بر سر روستاﺋﯽ

ز عکس رخم خاک هر کوچه زر شد | ترا کیسه خالی و من کیمیاﺋﯽ

دو گونه[2] رنج (و) عذاب است جان مجنون را | بلای صحبت لیلی و فرقت لیلی

دلم در وصل از تاب رخ جانانه میسوزد | فروزد گر چراغ تیره بختان خانه میسوزد

بیچشی در کفنی خواهم و کنج لحدی | غربتم کار گر افتاد شهیدان مددی

باغبان چیدن گل سخت عقوبت دارد | بلبلی در قفسی به که گلی در سبدی

خرقه کردم من و او تکیه که دولت ساخت | بسکندر نمدی داد و بما هم نمدی

هر جام شگفته تر ز جام دگری | در دست تو باده آب دریای گل است

عالم تمام یک قفس از بلبلان تست | تا حلقه گشت زلف تو صیاد دام سوخت

ابوطالب کلیم بر پیش مصرعهٔ این بیت مصرع رسانده مطلعی ساخت ؎

آن شاخ گل که سینهٔ من گلستان اوست | عالم تمام یک قفس از بلبلان اوست[3]

ناظم هروی

اُستاد خوش خیال و صاحب زبان بود مثنوی یوسف زلیخا با داهای رنگین گفته همه جا در وی

---

[1] ب: مسیحا [2] این بیت از نسخه ب افتاده است [3] این جا در نسخه ب لا: حالات میر نجات نوشته است ـ امّا ذکرش در نسخه (ا) نیست ـ از ب نقل میشود ـ

میر نجات

درین عصر از تازه گویان خوش فکر معنی یابان صاحب تلاش در ایران بود طبع سلیم و ذهن مستقیم داشت بالفعل غزلی از و در بحر خفیف بر زبانها است ؎

شوخ بیداد کرده ایم ترا | مطلب استاد کرده ایم ترا
آنقدر ها که یاد ما نکنی | آنقدر یاد کرده ایم ترا
من غلام کسی که گفت نجات | ما کی آزاد کرده ایم ترا

روزی معشوقهٔ او جامهٔ زرد پوشیده بود بدیهه گفت ؎

چون با قبای زرد قدش دلبری کند | آئینه را بهار گل جعفری کند

تلاشہا کردہ ـ بہنار نیامدہ ـ اشعارش شہرت دارد ـ من اشعارہ ؎

آن بلبلم کہ ہرگاہ از دل کشم فغان را — از خون چو ساغر می پر سازم آشیانرا

گر لب نہ خم شہیدان خشک تا رود نیست — جوہر تیغ تو در زنجیر دارد آب را

در خانقاہ وحدت ذکر مخالفت نیست — چون تار سبحہ یک حرف از صد دہن بر آید

ہمتم آزادگان را ہمعنان افتادہ ام — سایۂ سروم بپای راستان افتادہ ام

محمد تقی بیگ انشا

صاحب[۱] طبع است دیوانی مختصر بطرز قدیم دارد ـ دو بیت از و بیاد است ؎

ہرگز ثمر نداد نہال بیان ما — باشد ز برگ بید زبان در دہان ما

چنان گداختی از عکس خویش آئینہ را — کہ جوہرش چو خس از آب میتوان چیدن

ملا نوعی

در اوائل عہد جہانگیری فوت شد شاعر غرای اکبری بودہ ـ مثنوی سوز و گداز بسیار بسوز و گداز گفتہ ـ وقتیکہ ہندو زنی با نعش شوہر برای سوختن می آید و پروانہ وار قصد آتش میکند ـ این بیت دران وقت گفتہ ؎

نوعی چنان مستانہ بر آتش نظر کرد — کہ از بد مستیش آتش حذر کرد

این دو بیت از جملہ غزلہای او بالفعل بخاطر آمدہ ـ من اشعارہ ؎

نوعی بغنچہ رابطہ جوییم کہ در طبیعت عشق — گل شگفتہ بہ دلہای بیغمان ماند

سویش چو روی پیشتر از دیدہ قدم نہ — ور گامی از و دور شوی پای پسین باش[*]

---

[۱] مرد ایرانی است ـ در اجمیر متصل فقیر خیمہ زدہ بود از بندہای ہمسفر ہمہ گر راند بادیم ـ

[*] در نسخہ ما (ہ) بعد از نوعی ذکر نصرت و نادرت درج است کہ در دیگر نسخہ ہا نیست از (لا) اینجا نقل میشود ـ

دلاور خان نصرت

خلف دلاور خان مرحوم جوان بحسن خلق آراستہ و با جمیع فضائل پیراستہ فکرہای بلند و اندازہای رسا دارد غزلہای طرحی را خوب میگوید ـ مشق پختہ ساختہ ـ منہ ؎

میکشم بی او می نابی کہ میسوزد مرا — آتش افتاد در چنین آبی کہ میسوزد مرا

حکم چند ندرت تخلص

پیش فقیر شعر میگذراند ـ طبع درست دارد ـ این ابیات از وست ؎

ای لالہ ساختہ گل حسن فرنگ را — ابری بود غبار خطت برق رنگ را

(باقی اگلے صفحہ پر)

ملاّ نازکی

فکرش خالی از نازکی نیست - من اشعارہ ؎

نی گلاب است اینکه بر رخسار خوتش میزنی — تا نسوزد عالمی آبی بر آتش میزنی

فقیر هم بیتی مناسب این معنی ادا کرده ؎

سرخوش بچشم مست زگرمی گلاب می پاشد — بروی فتنهٔ خوابیده آب می پاشد

طالب نصیب

ازو نیز یک بیت نصیب شده - من کلامہ[1] ؎

غبار خاطر او گشته ام از ناتوانیها — گرانذک فوتی میداشتم میرفتم از بادش

میر نجابت

برادر میر سیادت طبعی رسا داشت - جنونی بود[2] - ازوست این دو بیت یادگار ؎

هم هنر بین گهر هم عیب یاب گوهرم — چون نگاه جوهری غواص آب گوهرم

ما درین باغ نهال چمن تصویریم — هست در خانهٔ نقاش رگ و ریشهٔ ما

آقا محمد حسین ناجی

برادر محمد اسمٰعیل غافل در فن خط نسخ یاقوت ثانی است و در شکسته تعلیق خطش را کمال خط میرزا محمد حسین واضع الاصل میگیرند در علوم ظاهری نیز دستی دارد و در انشا پردازی عدیم المثل است - مدتی در سرای شاه عالمگیر رفیق برادر بود - از انجاکه بادشاهان بغرور سلطنت سیما چنین بادشاه صاحب کمال در هر فن از حرف خود نمیتوانند برگشت -

---

(بقیہ نوٹ) سوز دنباک هم زتپ عشق تن مرا — چون صبح آتشی است نهان در کفن مرا

خار خار عشق باشد در دل دیوانها — جز خس و خاشاک نتوان یافت در ویرانها

شود گر جلوه در بزم می آن برق مشربها — بجا ماند ز حیرت جام چون تبخاله بر لبها

باندازِ شکار کیست چشم عشوه ساز او — که هیچو رشته دام است مژگان دراز او

ز بزم من برون چو آن بهار باغ جانم شد — چو شاخ گل گل افشان ز آتش دل استخوانم شد

زجوش بیخودی گر زباد روشن راز پنهانم — بمحفل جرعهٔ می شعلهٔ شمع زبانم شد

زتاب حسن چون آتش بجوش آمد دلم نارت — چو مینا باده ریز از شعلهٔ عشق استخوانم شد

[1] ب : معلوم نیست که بجایست و که بود اما یک بیت او از انتخاب میر معز بنظر در آمده نوشته شد -

[2] ب : نمی دانم که کارش بجا رسید - یکدو صحبت او را دیده بودم - این دو بیت ازوست -

واورا نظر بر کمال خود تحمل بر غلط و سهو دشوار بود۔ خود مستغنی ازین کار گشته در اہل خدمت بندگی بجامی آورد۔ چنانچہ روزی لفظ طیار را بطای حطی نوشتہ بود حضرت ظل الٰہی قلمزدہ بتای قرشت نوشتہ و بر زبان مبارک گذشت کہ اشرف خان عرض کردہ است کہ این لفظ فارسی است وطای حطی در فارسی نمی آید۔ او در جواب عرض کرد کہ اینہم کلیہ نیست۔ جہت رفع اشتباہ۔ صد و شصت وطلا و اکثر الفاظ را بحروفی کہ در فارسی ممنوع عند مینویسند واگر این لفظ فارسی باشد مخفف خواہد بود کہ در یک کلمۂ فارسی تشدید نیست۔ حکم شد کہ در دراج و فرخ و خرم چہ میگوئی۔ عرض کرد کہ دراج عربیست۔ و خرم معرب و فرخ دو کلمہ است کہ ترکیب یافتہ فر بمعنی زینت و این قسم کلمات بسیار است مثل شپر وشبو و شبار۔ حرف آخر کلمہ اول واول کلمہ آخر اگر از یک جنس یا قریب المخرج باشد مدغم میسازند یا تخفیف میدہند مثل اینکہ در وضو کن بہ نیم من استنجا۔ ظاہر میشود کہ درین لفظ مصطلح توشخانہ است کہ جانور ہر گاہ از کریز برمی آید میگویند طیار شد۔ بر زبان مبارک گذشت کہ فلانی بسیار تند و تلخ و نا قباحت فہم است۔ او باین سبب از خدمت استعفا نمود باہیچ یک امیری ملتجی نگردید۔ در سنہ چہل و پنج عالمگیری کہ رایات ظفر آیات بہ تسخیر قلاع دکن متوجہ بود بالتماس تولیت درگاہ حضرت قطب الاقطاب یافتہ در کسب سعادت دینوی و اخروی میکوشید۔ از منتخبات غزلیات او این چند بیت است ؎

چون خس فتادہ ایم بگرداب اضطراب — چون رشتہ ماندہ ایم در آغوش تابہا

در غمت بیخودی گشت گریبان گیرم — تا برم نام رفو پیرہن از یاد م رفت

فتنہ را نسبت بچشم می پرستش میدہم — نیم مستش دیدہ ام ساغر بدستش میدہم

سر کرد غمت بر لب دل تا زدم انگشت — خاری .... آمد رفتم .... برسانم

ثنوی[۱] در شکایت روزگار گفتہ۔ این چند بیت ازان نیز قلمی میگردد ؎

فلک در چارۂ آنکس ہلاک است — کہ فکر حاکمانش سنگ خاک است

دہد افسر ہر آنکس را کہ افسار — طپید از نام او چون نبض بیمار

۱؎ ذکر این ثنوی از بعض نسخہ ہا افتادہ است۔

میانی را که باید تنگ خر بست ... کمرهای مرصّع در کمر بست
سری کو از صدا افگار گشته ... ز بالائش همای کر گذشته
بجز خاک مذلّت افسرش نه ... بجز غم صندل دردسرش نه
چو دیدم اندرین نه طاق افلاک ... بود چون گنجفه اوراق افلاک
قماشش کم غلامش بیشتر شد ... بندرت نکتهٔ آن معتبر شد
زر سرخ و سفیدش خرج داده ... بکف تیغ و بسر تاجش نهاده
بچنگ او برات شادمانی ... همین میر و وزیرش کامرانی
چه میران کاندرین بازی شده خوار ... ای کلوشان که حکمش سوخت ناچار (؟)
درین بازی هراسر واگرفته ... تحکّم نیست از غم جا گرفته
ز ضعفم زور بر من میرساند ... ندانم زیر دست که نشاند

از انجا که بابست خان معز الیه خواند۔ چند بیت در مدحش گفته این قطعه از انست ؎

شود گر ام لطفش سایه افگن ... برای مزرعِ امید چون من
شود زان خشک سالیها گریزان ... بود بالیدگی چندان که دهقان
بهنگام درو آمد هراسش ... که ناید خوشهٔ پروین بداسش

بملاحظهٔ آن که خان نار کو تکلیفی کند۔ این چند بیت در عذر آن خواند ؎

ز همّت دادن جهان در برِ من ... بود آسان ترا چیزی گرفتن
گرفتن آنچنانم هست مشکل ... که نگذارم بگیرد از غمم دل
گرفتن بد بود چندان برایم ... نگیرد شاید از سرمه صدایم

رباعی
خوش باش بناکامی و مقصد مطلب ... بگذر ز طلب دولتِ سرمد مطلب
از صورت این لفظ بمعنی پی بر ... یعنی مطلب ز هر چه باشد مطلب

دل واشد و هر چه بود در من دیدم ... یک غنچه بهار کرد و گلشن دیدم
میپرد از اشتیاق بیخودی چشم حباب ... وصل را در نیستی جو خانهٔ هستی خراب
بشکند از جور گردون گر نسوزد دل ز عشق ... دانه گر ز برق سالم جست از زق آسیاست

آمد بتی بجلوه دلِ برق آب کن — از زین فرو نیامده پا در رکاب کن
مگر بخواب برویتو واشود چشم — خدا کند که بخواب آشنا شود چشم
برنگِ آهِ نومیدی بچرخ آهنگ کین دارم — چو ناوک گرچه دست کوتهی در آستین دارم
تا در آمد یار در آغوش از خود رفته ام — عمر ما چو برق قدر یک بغل و اکردنست

در قصیده منقبت معنی تازه ایجاد نموده ؎[۱]

بود یک سایه در دو گوهر پاک — جسمک در جسمش بیان باشد ؏

با عتقاد فقیر بانی این معنی شیخ بهاء الدین بهائی در نعت لبسته و این هر دو توفیق یافته اند ؎

بهاء الدین — مرا از روی تعصب معاندی پرسید — پار زروی چه معنی نداشت روح الله
جواب دادم و گفتم که او مبشر بود — با حمد عربی جمع خلق راز الله
مبشر از پی آنکو بشارت آرد زود — روا بود که دو منزل یکی کند در راه

ناطق[۲]

کلامش بحسن کلامش ناطق است۔ خوشگو و معنی بند بوده۔ از وست ؎

دل وران زلف اگر راه نیابد غم نیست — گو بما باش پریشانیِ ما هم کم نیست
جنونم نالۂ زنجیر را افسانه میداند — دلم سرگشتگی را گردش پیمانه میداند
مفلس تر شحی ز تو نگر ندیده است — کس رشته را بآب گهر تر ندیده است
نازک تنان به نقش حصیر آشنا نیند — اوراق گل شکنجۂ مسطر ندیده است

ملا نسبتی تھانیسری

شاعر نجته بود بطرز قدیم و بزبان هندی نیز شعر میگفت[۳] نس بتی یعنی ماه تخلص میکرد۔

این چند بیت انتخابی از وست ؎

جدا ز ما دلِ ما را بزیر خاک کنید — با این ستم زده در یک مزار نتوان بود
هم ز دل دزدید صبر و هم دلِ دیوانه را — دزد ما با خانه میدزد و متاعِ خانه را

---

[۱] در نسخه ج: این قصیده به ملا ندیم منسوب است [۲] ا: ناظم [۳] ب: نسبتی وران زبان تخلص میکرد۔ یعنی ماه۔ نس بزبان هندی شب را میگویند بتی ابر دی شب که ماه است ع ؎ همچنین در همه نسخه ها۔

چون پی دل برون آمد عقل را اول ربود — دزد دانا میکشد اول چراغِ خانه را

در پردهٔ خاک نغمه ها هست بسی — آنگه شنوی که گوش بر خاک نهی

سینه روزن چه کنی چون ز برم خواهی رفت — گر تو همسایه شوی رخنه بدیوار خوش است

نسبتی دل بدرد معتبر است — لاله باداغ آبرو دارد[۱]

قاضی نوری

در عهد جهانگیر شاه بر مسند سخنوری متکی بوده - از وست ؎

چنان کز دور در آید اہل ماتم را عزا پرسی — فغان از بلبلان برخاست چون من در چمن رفتم

بتاراجِ دلِ ما هر زمان ای غم چه می آیی — متاع خانهٔ درویش غارت را نمی شاید

میرزا طاهر وحید

با صائب[۲] همسر بود و همعصر - هر بیتش ورد زبان سخنوران است و دیوانش محراب نماز معنی گستران - فکرهائش همه تلاشی و الفاظش مزین بخوش قماشی - چندگاه که از شغل خدمت بتقریبی معزول شده بود - بشاه جم جاه نوشته ؎

چون کمانِ حلقه بیکاریم باچندین هنر — زور بازو دست ما را بر قفا پیچیده است

چند بیت از اشعار او که انتخابی خوشخیالان است نوشته میشود ؎

وحید چنان کز سنگ و آهن آتش سوزان شود پیدا — زنی گر هر دو عالم را بهم جانان شود پیدا

زفانوسِ گلی نتوان فروغ شمع را دیدن — چو بنشیند غبار چشم نور جان شود پیدا

میرود از دل تردد وا کنی گر دیده را — خضر بیداری بود در خواب گم گردیده را

---

[۱] د: دارا شکوه یکمرتبه پیش خود طلبیده بود این دو بیت در جواب نوشت ؎

برون نیامده ام هیچگه ز خانهٔ خویش — سفر چه داند عنقا ز آشیانهٔ خویش

نمی پرم به پر و بال عاریت چون تیر — نشسته ام چون کمان فرو تنب بخانهٔ خویش

(در نسخهٔ لا) این واقعه به قاضی نوری منسوب است [۲] ب: سرو سرکردهٔ سخن پردازان زمان و قبلهٔ معنی طرازان میرزا طاهر وحید المشهور بواقعه نویس با میرزا صائب همسر و همعصر بوده - بهند نیامده درین (ایام) بمنصب وزارت شاه سلیمان والی ایران سربلند و سرفراز است در اصفهان همیشه کوس خوشخیالی می نواخته و علم معنی تازه یابی می افراخته - هر بیتش ورد زبان سخنوران است دیوانش مهر معنی گستران است - و بر بعضی فکرهائش مرزا صائب و دیگر شعرا میخندند و اکثر تلاشهائش کار دست بسته است که حاجت بشرح نیست -

چون نماز فقر غربت زادگان راه عشق — با وجود ناتمامیها قبول درگه اند

ز شرم حسن تو آبی و من افتاده چون خاکم — بمن افتاد چون گذرت هزاران رنگ بر آئی

گل به پیش عارضت از شرم بیرنگی گم است — سرمه در چشمت چو خال چهرهٔ زنگی گم است

شبه را از وحدتش دست تصرف کوته است — کی تواند دیدهٔ احول دو دیدن روز را

اشک ریزان است گوهر در کفش وقت شما — مال منعم گریه بر احوال منعم میکند

ز یاران کینه هرگز در دل یاران نمی ماند — بروی آب جائی قطرهٔ باران نمی ماند

میبرد آخر ترا خواب عدم بیدار باش — آمد و رفت نفسها جنبش گهواره است

دردا که یکی نیست بعاشق سخن تو — بادام دو مغز است زبان در دهن تو

نه امروز است این سرگشتگی ما را که چون گوهر — نشان از ما نبود و کشتی ما بود دریائی

اعتبارات جهان رفت است پیش از آمدن — نامها در وقت کندن از نگین افتاده است

رشک چشم احولم سوزد کز اسباب جهان — هر چه می بیند بیک دیدن مکرر میشود

بسان مغز بادامی که از توام جدا ماند — در آغوشم نمایان است خالی بودن جایت

تا بخوانی از رخم حال درون تنگ را — شرم میگرداند اوراق کتاب رنگ را

باستقبال عیشم تا بمنزل میدود محنت — بگوش آید شکست شیشه ام از سینه خارا

فتادگیست که پرواز آن فلک پیماست — ببال سایه گرفتست اوج قدر هما

وحشتم بست بزنجیر و بصیاد سپرد — نفس صیاد چو در سینه به پیچد دام است

مانند شان موم که ریزند شمع زو — شد خانه ها خراب که سر رشت[1] نهال شد

ز شرمم در پس دیوار چون برگ گل رعنا — اگر با لاله روی خویش در یک پیرهن باشم

لبی که زمزمهٔ خواستن بود سازش — صدای ریختن آبرو ست آوازش

شد هر گرهٔ رشتهٔ من تار صنوبر — از بسکه درو ناخن تدبیر شکستم

نباشد از ضعیفان عشق عالم سوز را عاری — قبای شعله چسپانست بر اندام هر خاری

مانده بر خارا نشان صورت شیرین هنوز — شیشهٔ دل را ببین فرهاد چون بر سنگ زد

---

[1] ب: سروش بهار دید۔

نگاہ گریہ آلودم چو گوہر زلپشت دیدۂ پوشیدہ پیداست

یک بیتش را میر معز و فقیر جواب گفتہ۔ ہر سہ نگاشتہ می آید ؎

وحید: اگر نالم ز رنج خار در پا رفتہ نامردم شلی در زیر پای من شکست این میکند دردم

میر معز: قدم بر محملم افسون تکلیف وطن ہر دم کہ ہیچو عضو از جا رفتہ افزون میشود دردم

خوش سر: بعریانی مرا دلگیری دیگر بود ہر دم چو اخگر جبۂ سنجاب پوشیدن کند سردم

وحید یک بیت را معنی خوب بستہ۔ فقیر نیز بیتی نزدیک رسانادہ ہر دو قلمی میگردد ؎

منہ: کی کسی پنہان تواند شد ز دست انداز مرگ شمع کافوریست در دست اجل موی سپید

خوش سر: پیک پیری چون رسد سامان رفتن کن ز دہر نامۂ پیچیدۂ مرگ است ہر موی سپید

محمد رفیع واعظ

در صفاہان بفضائل و کمالات مسند آرائی افادت و افاضت است۔ و بلآلی آبدار وعظ و نصائح گوش ہوش عالمیان را مزین میدارد۔ و در سخنوری و معنی گستری بازوی پہلوانی با صائبا و مرزا طاہر وحید میزند۔ دیوانش را میر معز بہند آوردہ شہرت دادہ[1]۔ مثنوی جنگ شاہ عباس با سلم خان[2] اوزبک بسیار خوب گفتہ و اقوال دوازدہ امام را جمع نمودہ کتاب مسجع و رنگین و پر مضامین نوشتہ۔ ابواب الجنان نام نہادہ۔ قطعہ در حمد آن گفتہ ؎

عطا کردہ از گنج انعام خویش بدل یاد خویش و بلب نام خویش

نفس در میان شد چنان بیسکون کہ یکپا درونست و یکپا برون

من اشعارہ۔

عرق ناکردہ پاک از محفل ما شد نگار ما درین گلشن سبکتر خاست از شبنم بہار ما

گشت یک شب در میان سر سہی بالای ما کربلائی شد بباس تیرہ بختی ہای ما

بزمین برد فرو خجلت محتاجانم بی زری کرد بمن آنچہ بقارون زر کرد

بازدارد راحت دنیا ترا از بندگی از خدا غافل شدن تعبیر خواب مخمل است

[1] ب: الحق صاحب سخن پختہ و استاد فن است۔ فکرہای خوب دارد۔ [2] فقط در نسخہ (ک) اسلم خان نوشتہ ہست در دیگر نسخہ نام ترلم خان است و سپرنگر تلم خان قرار دادہ۔

شبی بر ما اسیران نگذرد بی روی چون ماهش | که از چشم سفید عاشقان نبود سحر گاهش
ز آتش پارهٔ خود گرمی وامیکشم امشب | چو اشک شمع در هر گام میگیرم سر راهش
دلم مجنون و لیلی آن نگاه عشوه ساز او | طناب خیمهٔ لیلی ست مژگان دراز او
نماید خاک راه هردم با نگشت عصا پیری | که امروز است یا فردا که خواهد بود جا اینجا
از بزرگان وحشی و با خاکساران همدمیم | کوه گر باشی تو ما سیلیم و گر خاکی نمیم
همچو حرفی کز کتاب افتاده باشد بر کنار | گر بصورت دور از یاران بمعنی همدمیم
چنان زشتم که از ترس چشم رحمت بنگر دسویم | مگر فردا کشد رنگ خجالت پرده بر رویم
نمی‌دانستم ز حیرت یار کی برخاست از مجلس | طپیدنهای دل هر چند دستی زد به پهلویم
بدرد عشق کاهیدن ز کافر نعمتی باشد | چو چین جبهه می باید ز غم بر خویش بالیدن
چون نگردد حال بر مفلس ز شرم قرض خواه | میلپر دا ز دیدان خورشید رنگ از روی ماه
به پیری از چه رومی افگنی کار جوانی را | نمیدانی که سلخی هست ماه زندگانی را
کسی کز بار پیری حلقه شد قد چو شمشادش | سراپا چشم گردید است و می جوید جوانی را
در آوفت خانهٔ دنیا تلاش خاکساری کن | زمین بودن سپر باشد بلای آسمانی را
فقر چون خمیده جمله حواست زبون شود | لشکر شود شکسته علم چون نگون شود
منظور ما ز ترک جهان نیست جز جهان | چون باز بهر صید بود چشم بستنیم
برگشتیم از جهان ز انسان که رو واپس کنیم | هر د نقاشی که مستقبل کشد تصویر ما
بخون ریزی همانا داده الفت چشم جادو را | که از مژگان نهد انگشت از شرم تیغ ابرو را
محبت طرفه صحرائیست کز غیرت در ان وادی | گریبان چاک نتوان دید نقش پای آهو را
نقطهٔ جیم جمال آن غنچهٔ خندان اوست | مستزاد مصرعهٔ ابرو صفت مژگان اوست

میرزا حسن بیگ رفیع[۵۳] الوغ

فکر عالی داشت در معنی یابی استاد۔ در اوائل جلوس عالمگیری[۵۴] منصب گذاشته رخصت ولایت گرفت۔ یکدو مرتبه فقیر را باوی اتفاق صحبت افتاد۔ یک بیت

۵۱: ز آتش پارهٔ خون گرم چون دامن کشم بیرون ۵۲ ب: زنگ ۵۳ ب: د الا۔

تازۂ مرا بخط من در بیاض خود نویسانید و مرا گفت کہ تحفہ مکہ از ہند میبرم این بیت برجستہ تست ؎

سرخوش پوشیده تہِ خرقۂ پشمینہ کشم مَی چون ابر بود آب نہان در نمد من

این چند اشعار از وست ؎

واثق راست بودن با کج اندیشان بلاست عکس سرو از آب مواج اژدہاست

با نگین کنده ہمگامیم در افشای راز میتوان فہمید حال دل ز نقش پا مرا

آئینہ ایست بر سر راہِ عدم وجود ہر کس رسید کرد نگاہی و در گذشت

کوه و صحرا ہمہ یک لعل بدخشانی شد رنگِ گل بسکہ ز شوقِ تو بیابانی شد

حیرت گداز آن مژۂ سرمہ سای را آمد شدِ نگاه شمار نفس بود

دُر و حرف و صاف خاموشیست لب خاموش دار این سخن از طوطی و از عکس طوطی گوش دار

جز[۱] نام تو بر زبان نگردد فاش صد بار اگر زبان بگردانم من

ای جوان در قامتِ خم گشتۂ پیران نگر رفتہ رفتہ زندگی بارِ گرانی میشود

پیر شدی واثق و از کبر نرستی کوه بزیر آمد و پلنگ نیامد

محمد[۲] اخلاص واثق تخلص

نومسلم در صغرِ سن صحبت حقائق آگاه شیخ محمد درویش دریافتہ کسب کمال میکرد و توفیق اسلام یافت۔ مدّتی از معارف پناه اسلام خود را پوشیده می داشت۔ پدرش کہ قانونگوی کلانور بود خبر یافتہ قصد ہلاکش کرد۔ از انجا گریختہ بخدمت فضائل دستگاه مولوی عبداللہ خلف مولوی عبدالحکیم سیالکوتی رفت۔ برفاقت ایشان در سنہ بیست و دویم جلوس والای عالمگیری بحضور پرنور آمده احراز ملازمت نمود۔ بتلقین بادشاه دین پناه شرف اسلام دریافت۔ در علوم ظاہری و انشا پردازی نظیر ندارد۔ گاه گاہی بتقریبی مصرعی موزون میکند این چند بیت از زادہای طبع اوست ؎

---

[۱] ب: جز نام تو بر زبان نگردد۔ صد بار اگر زبان بگردد [۲] ا: محمد اخلاق واثق۔

محتسب میکشی از وستِ تو مشکل شده است — شیشهٔ می به بغل آبلهٔ دل شده است
از طپش آسودنِ دل شاہد مرگِ دل است — نبض از جنبش چو آساید رگِ خواب فناست
بیتو میریزد نمک در ساغرِ من ماہتاب — گرد کلفت میشود بر بسترِ من ماہتاب
میرسی ظالم بفریادم اگر وقتست وقت — میزند ورنہ شبخون بر سرِ من ماہتاب

درویش والہؔ

بطرف بنگالہ بسر میبرد۔ صاحب معنی بود یک بیت او کہ برابر لک بیت میتوان گفت

تحریر می یابد از وست ؎

آسمان گو خلعت منت مپوشان بر تنم — زانکہ ہمچون نغمہ تاری بس بود پیراہنم

فقیر در جوابش مطلعی رساندہ ؎

سرخوش — زیر بار خلعتِ منت کجا باشد تنم — چون حباب ست آبروی خویشتن پیراہنم

ملا ولیؔ

از حقیقتش کماہی اطلاعی و آگاہی نیست دو بیت او بدست افتادہ ؎

ولی — در ماندۂ[۲] احوال خودم این چہ حجابست — فارغ بگذر طاقت نظارہ کہ دارد
تہمت زدہ ام کرد بعشق دگری کاش — پرسید[۳] کہ غیر از تو بعالم دگری ہست

عبدالواحد وحشتؔ

جوانیست از تھانیسر تو بفکر در آمدہ تلاش لفظ ہای شوخ و استعاراتِ بلند دارد

از وست ؎

چشم را خالی کن از دیدن تماشا نازک است — آرزو در سینہ بشکن جلوہ آرا نازک است
صد بیابان نالہ پرداز خموشی گشتہ ام — سرمہ میداند فریادِ دل ما نازک است
شوخ چشمی قابل کیفیت دیدار نیست — شیشہ از حیرانیِ دل کن کہ صہبا نازک است
بسکہ از یاد تو حیرانی قیامت شور بود — جوہر آئینہ فریادِ دل رنجور بود
در بیابانی کہ چشم بیخودی وا کردہ ایم — ہر کف خاکی تجلی خانۂ منصور بود

---

[۱] ا: وانش [۲] د: در ماندہ یا حوالِ خودم [۳] ب: پرسند

خانمان پردازیِ همّت تماشا کرده ایم — صد بیابان عالم از ویرانیِ ما دور بود

محمد عاشق همّت

جوان صاحب همّت و طبع خوشخیال است۔ فکرهای تازه دارد این شعرها زادهٔ طبع اوست ؎

کی جدا حسن از خیال عاشق دلتنگ بود — آتشی بود آن پری تا شیشهٔ ما سنگ بود

در انتظار او نگهم خون شد و چکید — چشمم جدا ز دوست گلوی بریده است

بیا هنوز غمم از خمار حسرت نیست — بجام آیینه نه جرعهٔ نفس باقیست

همّت خان[1]

خلف اسلام خان بخشی والاشاهی از امرائی عمده بود طبع مثل همّت خود بلند داشت۔ گاه گاه مصرعی فکر میکرد ؎

من چه گویم که چه مقدار بدل نزدیکی — چشم بد دور که بسیار بدل نزدیکی

بجز خاری که مجنون داشت در دل — بیابانِ جنون خاری ندارد

محمد[2] هاشم

پدر زن فقیر سرخوش۔ مرد صاحب کمال بوده۔ ہفت قلم مینوشت گاهی فکر رباعی میکرد ازوست ؎

رو فقر گزین که فقر بهتر زغنا — کان سایه کند در آفتاب[3] فردا

دولت ندهد نجات ز آتش چون فقر — خسخانه به از قصر بود در گرما

میر یحیی[1] کاشی

از شعرای پای تخت۔ روشناس شاهجهان بادشاه بود۔ تاریخ آبادی شاهجهان آباد را خوب یافته ازوست ع

شد شاهجهان آباد از شاهجهان آباد

---

[1] ذکرش از نسخہ ج: افتادہ است [2] ب: میرزا محمد ہاشم [3] ج: در آفتابِ فردا۔

پنجهزار[۱] روپیه صله یافت - از پیشگاه خلافت حکم نظم کردن بادشاه نامه نیز بوی شده بود داستانی موزون کرده گذرانید - دران نظم بسته بود ؎

سر راجپوتان جگت سنگه بود — که بر شیشه نه فلک سنگ بود

محمد علی ماهر هر چند گفت که سِنگه و سَنگ قافیه نمیشود - گفت که ما مُغلیم تفروق این چنین الفاظ را چه میدانیم - معذوریم - آخر به همین بیت از نظر افتاده - بسبب این که جگت سنگه در چه شمار بود که سر راجپوتان گفته - بادشاه فرمود از قافیه هم خبر ندارد - از وست ؎

حرف تو میبرد ز دل شوق میِ شبانه را[۲] — لب بگشا و باز کن قُفل شراب خانه را

خُرّمی در خاک غربت نیست من همچو نهال — مشت خاکی از وطن ای کاش بر میداشتم

این هوسها از وجود دل توالد میکند — مرد تا در سینه دارد دل زنِ آبستن است

این بیت با تاریخ وفات او بر لوح مزارش نوشته بودند ؎

ای که از دشواری راه فنا ترسی مترس — بسکه آسان است این ره میتوان خوابیده رفت

تاریخ وفاتش - مصرعه

احیای سخن چو کرد یحییٰ جان داد

دیگر شاعری که سر حرف تخلّصش یا باشد یافته نشد ناچار همین صاحب سخن ختم تذکره نموده آید - اگرچه شعرای نامدار در عالم بسیار اند و سخنوران بی شمار و بی حد و اینهم میتوان گفت که انتخاب اشعار تازه گویان همین قدر است که درین نسخه ایراد یافته - ظاهر است ع

"در هر دهنِ تنگ نباتی دگر است"

اما فقیر بر احوال و اقوال همین عزیزان که نام ایشان درین اوراق مرقوم شد اطّلاع داشت و این اشعار که از هر کس نوشته انتخاب نموده سر آمد سخن سنجان میر معز موسوی خان که در سفینهٔ خویش بی قرینه بخط خویش نوشته بود و بگلشن فطرت موسوم ساخته

---

[۱] ب: حضرت خلافت مرتبت بسیار خوش شده پنجهزار روپیه صله آن عطا فرمودند [۲] د: ذوق -

نقل گرفتہ شد و بعضی انتخاب میر محمد زمان راسخ و میر محمد علی ماہر کہ بر سخن فہمی ایشان
ہمہ را اتفاق است۔ تحریر یافتہ۔ اجازتست کہ اگر شعر خوب و معنی برجستہ از
تازہ گوی بگوش خوردہ باشمہ از احوال و موافق ترتیب کہ مقرر گشتہ در حاشیہ یا
در متن داخل کنند۔ حقا کہ اگر بچشم انصاف نظر کنند عجب مجموعۂ کمالات خوشنیا لانست
و طرفہ گلدستۂ رنگین صاحب کمالان عبارتش از استعارات مبرا و الفاظش از
تکلفات لغات معرا۔ فارسی صافش ہمچون آب روان است و روزمرہ شستہ
و رفتۂ شیرازیان نظمش از نظم پروین سبقت جو۔ نثرش بر نثر گلستان سخن گو ؎

سزد این نسخہ را گر بر نویسد بہ برگ گل ز آب زر نویسد

ہر کہ[۱] این کتاب سراپا انتخاب را بدست آرد۔ بانتخاب نمودن ہیچ دیوانی احتیاج ندارد زیرا کہ
اکثر شعرا کہ بتازہ گوی مشہور اند اشعار خوب و برجستۂ ایشان در اینجا مسطور است۔
والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ ہر انتخاب چون پنجہ ایست اما پنجۂ ید بیضا۔ اگر یکی ازان
کم کنی عیب است و اگر برای میفزای حماقت و این نمیگویم کہ این اعزہ سوای این اشعار
منتخب دیگر ندارند۔ بفقیر بوساطت میر معز و غیرہ اعزہ ہمیں قدر رسیدہ۔

تاریخی چند کہ صاحب طبعان بلند فکر از آیات قرآن مجید استخراج نمودہ اند۔ کمی و زیادتی
بعضی را بتعمیہ درست کردہ اند و بعضی تاریخات وقوعی و نادر کہ بگوش فقیر خوردہ قلمی میگردد۔
تاریخ فتح روم کہ امیر کبیر صاحب قران امیر تیمور گرگان انار اللہ برہانہ، کردہ شیخ صفی رضوان اللہ
بطریق تفاول فرمودہ۔ غلبۃ[۲] الروم ادنی فی الارض یافتہ اند شاہجہان خوش کردہ فرمود کہ
از کتابہای تاریخ تحقیق تاریخ کنند کہ در ہشتصد کہ عدد "ضاد" است این فتح دست دادہ است۔

---

[۱] این عبارت در نسخہ (۸) نیست و بجای این عبارت ذیل است کہ در دیگر نسخہ ہا نیست:۔
از وقتیکہ بہ تسوید این نسخۂ غریبہ پرداختہ ام۔ چہار پنج مسودہ خود نگاشتہ مرتب ساختہ ام ہر مسودہ را یاران از غایت
شوق بی رفت و روب نظر ثانی دست بدست نقل گرفتہ بردند و جابجا شہرت دادہ۔ اگرچہ مقصود حاصل یکیست اما در اکثر
عبارات تغییر و تبدیل واقع گشتہ و اشعار بعضی اعزۂ دیگر داخل شدہ قصہ کوتاہ کہ این نسخہ ناسخ جمیع مسودہ ہاست۔ ہر کہ
سابق دارد بتسوید این بجان برابر دارد و از کاتب این نسخہ التماس آنکہ بنوعی کہ فقیر نظم را نظم و نثر را نثر نوشتہ ہمین قسم سطر موافق
سطر بنگارد والسلام [۲] غلبت الروم فی ادنی الارض۔

چون دیدند ظاہر شد کہ در سنہ ہشتصد و پنج فتح روم شدہ۔ بادشاہ فرمود کہ تفاوت پنج بسیار است۔
افضل خان وزیر اعظم بعرض رسانید کہ ضاد ملفوظی بگیر ند فن تعمیہ است۔ مضائقہ ندارد۔
تاریخ جلوس شاہ عالمگیر عبد الرشید صاحب فرہنگ رشیدی۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و
اولی الامر منکم یافتہ
تاریخ فتح بیجاپور کہ بادشاہ عالمگیر نمود قابل خان ولد میر کاظم منشی بتعمیہ۔ اخرجناہم من جنات
و عیون و کنوز و مقام کریم۔ یعنی حرف ہم را بر آوردہ حساب باید نمود۔
تاریخ حمامی ان کنتم جنبا فاطہروا یافتہ اند۔
تاریخ فوت شیخ حاتم سنبھلی عند علیک مقتدر یافتہ اند۔
و تاریخ فوت شیخ عبد الواحد کہ از خلفای شیخ سلیم چشتی بود کان من المخلصین یافتہ اند۔
فقیر تاریخ والدۂ خود فی جنۃ عالیہ یافتہ۔
تاریخ فوت عزیزی دخل الجنۃ بلا حساب یافتہ یعنی عدد لفظ حساب باید بر آورد۔
تاریخ وفات نواب زیب النساء بیگم وادخلی جنتی یافتہ۔
جلوس شاہ طہماسپ صفوی اہل توران مذہب ناحق یافتہ بودند۔ ایرانیان مذہبنا حق
درست کردہ۔
تاریخ فوت اکبر شاہ در فارسی ع الف کشید ملائک ز فوت اکبر شاہ۔
تاریخ فتح بلخ و گریختن نذر محمد خان والی توران نصیرا بسیار خوب گفتہ ؎

والی توران بر آر از ملک توران بعد ازین	ثانی صاحب قران بنشان بجایش کن حساب

تاریخ شکست ملک عنبر حبشی از فوج داراب خان خلف خانخانان سپہ سالار در کتاب
ماثر رحیمی آوردہ ؎

خبر رسید کہ عنبر برادر کہرکی	بکشرنی کہ شد از گرد روز روشن شب
بیمن دولت و اقبال خانخانانی	شکست دادش داراب خان شکست عجب
برای ساعت و تاریخ فتح شان گفتم	سر غلام برآر کہ کن و حساب طلب

تاریخ فوت شیخ ابو الفضل کہ باشارۂ جہانگیر شاہ بقتل رسید ؎ تیغ اعجاز رسول اللہ سر باغی برید

تاریخ فوت حافظ رخنه که بانی باغ نولکهه سهرنا است ؎ باغ را رخنه شد و آب نماند
وقتیکه شاه عبّاس صفوی نهر آب بروضهٔ منوّرهٔ رضویه آورده حاتم بیگ اعتماد الدوله
تاریخ یافت۔ آب آمد بروضه داخل شد

درہمین ایام میر محمد باقر داماد تصنیفی کرده بحلیه ملکوتیه موسوم ساخته بود باعتماد الدوله
تکلیف تاریخ آن کرد۔ اعتماد الدوله پرسید که تصنیف شما درچه علم است۔ گفت درکل علوم اعتماد
الدوله بی تامل گفت۔ کل علوم از حلیه ملکوتیه بیرون رود۔ تاریخ است که چون حساب کردند
درست بود۔

بادشاه روزی بمیر حیدر معمائی تکلیف کرد که برای انگشتری من که نوساخته ام تاریخی بگو۔
میر گفت انگشتری تاریخ است۔ بعد ازان انگشتری دیگر برآورده که برای هردو تاریخ بگو۔ گفت۔
دو انگشتر تاریخ است۔ مورد عنایات گردید۔

تاریخ فتح بیجاپور و حیدرآباد که شاه عالمگیر کرده محمد علی جواهر کن علم تخلص ع
زروی فضل بیجاپور شد فتح یافته۔

تاریخ فتح حیدرآباد ؎ مدد جواز علی وانگاه برگو مبارکباد فتح حیدرآباد
تاریخ فوت حافظ داود مغنی ؎ از نغمهٔ داود برون شد آهنگ یافته اند۔
تاریخ حوضی که شیخ لطیف نام بزرگی ساخت۔ از حوض لطیف آب بردار۔ تاریخ یافته اند۔
تاریخ حسین نام شخصی حوضی ساخت۔ دم آبی بخور بیاد حسین۔ یکی تصرف کرد که دم آبی بخور
گفتن خست است۔ جام آبی بخور بیاد حسین۔ درست کرد۔

فقیر سرخوش حوض و فواره درخانهٔ خود ساخته بود۔ حوض و فواره۔ تاریخ شد[۱]۔

تاریخهای چند وقوعی که بسمع فقیر رسیده

تاریخ فتح گجرات نواب خانخانان درچهار زبان گفته اعجاز است۔

عربی یوم الاحد ثانی ربیع الاول

---

[۱] حا: فقیر تاریخ خلافت و سجاده نشینی خود را بیان واقع بتعمیهٔ لطیف درست کرده در رباعی لبسته۔
سرخوش چو رسید کار فقرش بکمال مرشد دادش خلافت از استقبال
روی طلب آورد جهانی به نیاز تاریخ شده خلیفهٔ شاه جلال

ہندی	اتوار ربیع الاول کی دو جی
ترکی	برشنبہ ایکی ربیع الاول (؟)
فارسی	روز یکشنبہ دویم ربیع الاول

تاریخ تولد بابر شاہ ششش محرم یافتہ ششش در حساب عدد خبر است خبر نیز تاریخ است۔

تاریخ جلوس طہماسپ شاہ ظل اللہ یافتہ اند۔

تاریخ فوت شاہ طہماسپ و جلوس شاہ عباس ؎

دوازدہ امام گفت بشرت دوازدہ امام گفت برخاست

تاریخ جلوس شاہ عالمگیر ملا شاہ ظل الحق یافتہ[۱]۔

تاریخ جلوس شاہ جہان بادشاہ۔ شاہ جہان باشد شاہجہان۔

تاریخ فوت شاہ جہان بادشاہ غازی۔ ز عالم سفر کرد شاہجہان۔

تاریخ فوت جہانگیر۔ جہانگیر از جہان رفت۔

تاریخ فوت زمانہ بیگ مہابت خان۔ زمانہ آرام گرفت۔ یافتہ اند عجب تاریخ است مشتمل مدح و ذم زیرا کہ مہابت خان بشرارت و غرور مشہور بود۔

تاریخ فوت شیخ سلیم چشتی خوشگاہ فقیر است و تاریخی بہ ازین متعذر است۔ کم اتفاق می افتد تمام قطعہ نوشتہ شد۔ قطعہ

معیث ملت و دین شیخ اسلام آنکہ در قربت بہ شبلی و جنید ار بازپرسی گویمش ثانی

ربود از عرصۂ دنیا و دین گوی کمالیت ز درویشان بدرویشی ز سلطانان بسلطانی

فنا از خود بقا با حق بود معلوم درویشان ازان شد سال تاریخش بحق باقی ز خود فانی

تاریخ ہمایون بادشاہ از بام افتاد۔ مشہور است۔

روزی اکبر بادشاہ با شہزادہ سلیم کہ جہانگیر باشد بخانۂ عزیز کوکہ کہ اعظم خان خطاب داشتہ مہمان شد۔ مہمان عزیز اندشہ و شہزادہ۔ تاریخ یافتند۔

تاریخ فوت زن فدائیخان جہانگیری۔ زن فدائیخان مرد۔ بزبان ہندی فدائیخان کی جورو موئی۔

[۱] ب: تاریخ تولد عالمگیر شاہ۔ آفتاب عالمتاب۔ یافتہ۔

تاریخ فوت نواب جعفر خان دیوان اعلی شاه عالمگیری بزبان هندی میر معز یافته جعفر خان جیو موی-
تاریخ فوت همت خان- هاى همت خان رفت- بطریق تعمیه یافته اند- "ها" را دور کرده حساب باید کرد-

رسول خان روز بهانی[1] در راه عیدگاه کشمیر پلی بسته بود- تاریخ آن- بر ره دین رسول پل بسته-
تاریخ مسجد عیدگاه که شاه جهان بادشاه ساخته- کرد بنا عیدگاه شاه جهان بادشاه-

تاریخ چند که فقیر سرخوش یافته

چهار کس از آشنایان فقیر در اکبرآباد در یکسال فوت کردند- از نام هر چهار تاریخ بر آورده
وای از دلکام و طاس فولاد و سیدی یار محمد و عبد الواحد-
تاریخ تولد پسر میرزا قطب الدین مائل محمد امان الله بن باقی که رکن الدین نام داشت-
رکن الدین محمد بن قطب الدین محمد امان الله باقی- یافته-
تاریخ تولد پسر خود- اکمل محمد افضل- یافته ام-
تاریخ دو حویلی خود در یک رباعی بسته بر دروازه کنده- رباعی

از لطف عمیم واهب[2] عز و جل — چون گشت عمارتم همه مستکمل
شد سال بنای خانهٔ سابق و حال — آن مسکن افضل این مقام اکمل[3]

تاریخ تولد اسکندر[4] شان پسر اعظم علی خان عالیجاه فقیر وزارت سکندر آمد- یافت-
تاریخ کتخدائی شاهزاده محمد اکبر- قران سعد اکبر شد بناهید- یافت-
تاریخ مسجد خود را که پیش دروازهٔ خود ساخته ام

چون گشت ز فضل ایزد عز و جل — آراسته این مسجد پر زیب[5] و حلل
اندیشه ز طبع سال اتمامش خواست — دل گفت که مسجد محمد افضل

تاریخ مسجد زیب النساء بیگم که در کشمیر ساخته- کعبهٔ حاجات شد مسجد زیب النساء یافته ام-
تاریخ گریختن رانا- ندا آمد که کافر از میان رفت-

تاریخ فوت شیخ سلیمان[6]

---

[1] ا: بهاتی [2] ا: واجب [3] ا: اکمل [4] ب: اسکندر شاه پسر اعظم شاه [5] ب: با زیب و حلل [6] ب: تاریخ فوت شیخ سلیمان که فضائل خان شده بود- فقیر از نامش بر آورده- چنین بسته شده بود-

شد شیخ سلیمان بسوی دار بقا　　وارست ز قید هستی بی سر و پا
هم شیخ سلیمان شده تاریخ وفات　　پیمانهٔ عمر بود نامش گویا

خدمت مشرفی عدالت وغیره که در حسن ابدال بفقیر شده بود - تاریخ اشراف عدالت یافته ام -

تاریخ - فقیر در خواب می بیند که شخصی میگوید که تاریخ فوت محمد علیخان میر سامان شاه عالمگیر بگو -
فقیر میگوید مرا چه مطلب که در فکر بیهوده وقت ضائع کنم - گوینده میگوید مرد خوب بود - البته بگو -
چون بیدار شدم وحساب میکنم - محمد علیخان بمرد - تاریخ بی کم و زیاد بر آمد[۵۱] -

فقیر سرخوش رباعی بعضی الفاظ را هم عدد یافته بسته -

از غیر بریست ذات یزدان صمد　　بگذار دوئی بگوی الله احد
سر رشتهٔ وحدت ممکن از کثرت گم　　چون هست یکی وجود و واحد بعدد

سرخوش اگرت نشئهٔ هوش و خرد است　　بشتاب براهی که پیمبر بلد است
بر ذات رسول رهنمائی شد ختم　　زانرو که رسول و راهنما یکعدد[۵۲] است

اسلام بضد کفر بی شبه و شک　　از تقویت شیر خدا شد تبرک
با اول من آمن آمد بحساب　　اعداد علی ابن ابیطالب یک

بر حسب مناسبت چو کردیم نظر　　آمد بعدد نیز موافق یکسر
تلخی و غم و یاس و هوس سهو حساب　　عامی اعمی عشق و دوست مهر و مادر

سرخوش دگر این عجب که از روی حساب　　افتاد بتعداد موافق دریاب
شعر و کشمیر و فقر و عیش و گل و می　　قرب و شب و سبزه و هندی راحت و خواب

سرخوش عجب این که ز اتفاق بیحد　　افتاد موافق بحساب ابجد
ناز و محبوب و عاشقی و آفت　　بی عقل و دراز و فتنه و کوته قد

تمت کلمات الشعرا تصنیف سرخوش محمد افضل

---

[۵۱] ب: تاریخ تولد برادر زادهٔ خود که اسد الله نام داشت - شیر خدا - یافته　[۵۲] ب: هم عدد

فهرست اسماء الرجال

اشارات

ح : حاشیه

* : این نشان اسامی آن سخنوران است که داخل این تذکره گشته

اسماء البلاد و الاماکن

فہرست کتب

یہ کتاب اور دوسری ہر قسم کی کتب

ملنے کا پتہ :

شیخ مبارک علی تاجر کتب

اندرون لوہاری دروازہ۔ لاہور